

افغان قوم

فغان قوم دودونه او ژوندونه په خپله افسانوي څرنگه څرنگه

دردا دابجس

JULY
2014

PDFBOOKSFREE.PK

مېرلې ايشا شام
مېرلې مېرلې پيار
د دې گرانې مېرلې

ردان الجسٹ

پیچ ایڈٹر
مسلمہ محمود

— ایدیتور —
عبدالمجید حسینی
فائلنگ ایڈیٹر: فرار مجتبیٰ
[Mail: maghsoos@redan.com]
رائٹنگ ایڈیٹر: فرار مجتبیٰ
[Mail: maghsoos@redan.com]
میریٹورس ایڈیٹر: فرار مجتبیٰ



سلسلے وار ناول

ناولٹ

- تیرے پیار کی خوشبو ۳۳۳ قمر الدین حبیب
 تھو سے مانگوں میں تھو کو شادی یہ مصطفیٰ عمران ۷۶
 بڑھتی ہوئی تھی وہ عشق ہی جانے نائل طارق ۱۰۸
 بند تہا کھلنے لگی سعدیہ نابد ۱۶۸

افسانے

مکمل ناول

- میری عید آج ہے ۶۶ کائنات غزل
 حادی صدی اور عید ۱۰۰ کوہ انا کی برف ایقان علی ۷۰
 اعتبار بھی آئی جائے گا ۱۳۰ مہر کے چکنو فرح ناز رفیق ۱۰۳
 وہ میرے خوابوں کی رانی جو میرے بانو ۱۴۳
 میری عشق کی تمہی ہو عائشہ و الفکار ۳۸
 عید وصال ۱۵۸ فریدہ فرید

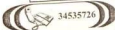
جولائی 2014ء

جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 7

قیمت 60 روپے

زنگنه گارڈ ہاؤس کراچی

720 روپے



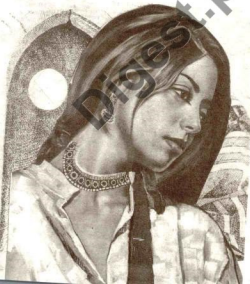
پیشکش: ایف ڈی صال محمود نے ان میں سے منتخب کتب سے چھپوا کر شائع کیا۔
 مقامات امت: 1) لاہور، 2) فی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ سوسائٹی، کراچی

انتباہ:-

یہ کتاب صرف اس شخص کے لئے ہے جو اس کتاب کو خریدنے کے بعد اس کی کاپی کو کسی اور کو دینے سے منع ہے۔
 اس کتاب کی کاپی کو خریدنے کے بعد اس کی کاپی کو کسی اور کو دینے سے منع ہے۔

مستقل سلسلے

۱۹۲	صالی محمود	۷	صالی محمود	روائے جنت
۲۴۱	شریہ اقبال	۱۷۷	صدف سعد	روا کی ڈائری
۲۴۵	شہلا مشائق	۱۸۸	شہلا مشائق	ذرا پھر سے کہنا
۱۷۹	نورین ملک	۱۸۳	نورین ملک	خوشبو
۲۱۶	عائشہ احمد	۱۸۱	نورین ملک	اس ماہ میں
۲۱۹	ادارہ	۱۹۶	صالی محمود	عید سروے
			سندھ	
			پن	
			سنگھار	
			اشعار	
			دوستوں کے نام	
			مہندی کے ڈیزائن	





قارئین! نعمت خداوندی ایک بار پھر سن کر آئی کہ سایہ شجر بول اٹھے اللہ تعالیٰ نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے سال کے شروع سے سال کے آخر تک رمضان کے لیے جنت کو چھایا جاتا ہے۔ انسان کے زبان، دل اور عمل ان تینوں کے ذریعے احکام خداوندی کی تکمیل ہوتی ہے ان تینوں اہم ستونوں کے درمیان کچھ کارشتہ قائم ہوتا ہے زبان کی سچائی یہ ہے کہ انسان ہمیشہ سچ بولے اس پر بصورت کا سایہ بھی نہ پڑے، دل کی سچائی یہ ہے کہ اس کے اندر خفاق کا ذرا سا شبہ بھی پیدا نہ ہو، عمل کی سچائی یہ ہے کہ اس کا فعل ضمیر کے مطابق ہو۔ روزہ انسان کے اندر یہ تینوں اوصاف پیدا کرتا ہے اس کی زبان اس کے دل اور عمل میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر روزہ فاش ہے۔ روزہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر کامل طور پر عمل کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹی بات بولے گا وہ اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

(روزہ کا مقصد تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اگر روزہ سے بچہ مقصد حاصل نہیں ہوتا یعنی روزے میں بھی بصورت اور فیثت کو نہیں چھوڑتا تو پھر روزہ محض بھوک اور پیاس جھگڑنے کا اور اس سے اس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا)۔ (سنن ابی داؤد و شریف، باب الفقیہ للصائم)

قارئین! رمضان اور عید سروے ہم ایک ساتھ دے رہے ہیں نتیجتاً جب روزا آپ کے ہاتھ میں ہوگا رمضان کی بابرکت ساعتوں میں عید کی خوشیاں بھی شامل ہوں گی آپ نے اس محبت اور مہمانوں سے روا کو پھر ایک بار سچایا ہے ہم بے حد مشکور ہیں ہماری کوشش ہے کہ نئے نئے کھانے والوں کو بھی ہم رمضان اور عید کی خوشیوں میں شامل رکھیں، خاص طور پر اس بات کو اہمیت دی گئی ہے کہ فرسٹ کم فرسٹ لہذا جو تحاریر شامل اشاعت نہیں ہوئیں وہ عید نمبر 2 اگست میں جو روا کا سالگرہ نمبر اور عید نمبر دونوں ہوگا اس میں شامل ہوں گی اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ ہم پورے سال کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں آپ کی پسند یا پسند کا خیال رکھتے ہیں لہذا جو بھی تحریر کسی مصنف کی آپ کو پسند آئی ہے اس کا بڑا اعتراف آپ بھیج سکتی ہیں، ہماری طرف سے آپ سب کو رمضان کے ساتھ ساتھ عید کی خوشیاں مبارک ہوں، اپنے ملک کو دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اپنے ملک کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں یہ بے حد اہم ہے یہ میرا پیغام ہے آپ سب کے لیے۔

آپنی

اسلام شکر

صوبہ پنجاب کے ایکٹ حضرات معتمد ہوں، ادارہ وابستہ ”رواد اجسٹ“ نے فوہلک ٹھکے کے بعد ایکٹ جاری کیا جسکی خاطر کو صوبہ پنجاب بالخصوص فیملی آبادارین، مگر دوائے کے شعروں میں ماہرہ ”رواد اجسٹ“ کی تخیل (سچائی کے لیے) اصول و ستری سے گزرنا ضروری ہے ان شعروں کے ایکٹ حضرات ہماری سائن طاہر سے ممبر نمبر 0321-7531597 پر رابطہ قائم کریں۔

ماہنامہ

والوں کے احہ ہزار برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اس لیے ہر شخص کے حالات و کیفیات کے مطابق نیکی کا ثواب نیکوؤں کو تک پہنچا سکتا ہے۔

3۔ عمل وہی قبول ہوتا ہے جو خاص اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو۔ دیا اور دکھاوے کی فرض سے کیا جانے والا عمل اللہ کے پاس ناقابل قبول ہے۔ چونکہ روزے کا تعلق نیت سے ہوتا ہے اور دوسرے ظاہری اعمال مثلاً نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی نسبت روزہ پوشیدہ ہوتا ہے اور اس میں دیا کا شائبہ بھی کم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے اجر کو بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

4۔ روزے کا اصل فائدہ جب ہی حاصل ہوتا ہے جب انسان دلی کی غلط خواہشات پوری کرنے کے لیے بے رحم کرے، یعنی جس طرح کھانا کھانے سے بچتا رہتا ہے اسی طرح جھوٹ اور نصیبت وغیرہ سے بھی اجتناب کرتا ہے۔

5۔ روزہ کھولتے وقت اس بات کی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے فضل سے ایک نیک کام مکمل کرنے کی توفیق ملی۔

6۔ قیامت کو خوشی اس لیے ہوگی کہ روزے کا ثواب اس کی توفیق سے بڑھ کر ملے گا اور اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

7۔ مذہبی بوسے وہ بوسہ ہے جو پیٹ خالی رہنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، چونکہ یہ اللہ کی اطاعت کا ایک کام کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، اس لیے اللہ کو بہت محبوب ہے۔

8۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روزے کی حالت میں شام کے وقت سواک کرنے سے بچنا چاہیے۔ تاکہ اللہ کی پسندیدہ بو خوش نہ ہو جائے، لیکن یہ درست

روزے کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ابن آدم ہر عمل (کے ثواب) میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ نیکی کا ثواب دس گنا ہے سات سو گنا بلکہ (اس سے بھی زیادہ) جتنا اللہ چاہے، مگر روزہ (اس قانون سے مستثنیٰ ہے) کیونکہ وہ (خالصاً) میرے لیے ہوتا ہے اور میں حتیٰ اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہشات اور کھانا شکر کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی روزہ کھولتے وقت (حاصل ہوتی ہے) اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوتی) اللہ کے پاس روزہ دار کے مذہبی بوسہ کی بوسہ کی بوسہ سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔“

فوائد و مسائل

یہ بندہ دل پر اللہ کا خاص فضل ہے کہ بندہ اس کی توفیق سے جو نیکی کرتا ہے اس کا ثواب صرف ایک نیکی کے برابر دینے کے بجائے بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ”جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوا، اس کے لیے اس کا دس گنا ہے۔“ (الانعام 1606)

حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی جان کر وہ یہ مقدار کم از کم ہے۔ ثواب اس سے کہیں زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

2۔ ثواب کی کثرت کا دار و دار حسن نیت، اخلاص اور اتباع سنت پر ہے۔ صحابہ کرام کا ایمان اس قدر عظیم الشان تھا کہ ان کا اللہ کی راہ میں دیا ہوا آدھ سیر غلہ بعد

نہیں، کیونکہ مسواک سے وہ برفتم ہوتی ہے، جو منہ کی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بو دوسری ہے، اس کا مسواک کرنے یا نہ کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔

روزہ و حال ہے

حضرت مطرف بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ سے تھے، ان سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفیؓ نے انھیں چلانے کے لیے درود طلب فرمایا۔

مطرف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”میں روزے سے ہوں۔“

حضرت عثمان ثقفیؓ نے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چہ فرما رہے تھے۔“
”روزہ جہنم سے بچانے والی (حلال) ہے جس طرح کوفی میں تم میں سے کسی کی ذرا حلی ہوئی ہے۔“
فائدہ مسائن

1۔ مہمان کو کھانے پینے کی چیز پیش کرنا مکلف ہے عاید میں شامل ہے۔

2۔ اگر کھانے پینے کی دعوت دی جائے تو نفی روزہ کھول کر دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔

3۔ اگر کسی موقع پر اپنی کوئی نیکی ظاہر کرنا پڑ جائے تو یہ دیا میں شامل نہیں۔

4۔ روزہ روزے سے بھاتا ہے، ایک تو اس لیے کہ یہ ایک بڑی نیکی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دوسرے اس لیے کہ روزے کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جن کے گناہ کتاب کی صورت میں وہ جہنم میں جاسکتا ہے۔ گناہوں سے اجتناب اور نیک عمل کی انجام دہی دونوں چیزیں جنت میں لے جانے والی اور جہنم سے بچانے والی ہیں۔

روزہ کا اجر

”جنت میں ایک دروازہ ہے جسے دریاں کہا جاتا

ہے۔ قیامت کے دن آواز دی جائے گی۔ کہا جائے گا ”روزے رکھنے والے کہاں ہیں؟“ چنانچہ جو شخص روزہ رکھنے والوں میں سے ہوگا وہ اس (دروازے) میں داخل ہو جائے گا اور جو اس میں داخل ہوگا، اسے بھی یہاں نہیں لگے گی۔

1۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جو مختلف نیکیوں کی طرف منسوب ہیں۔ مثلاً باب الصلوٰۃ (نماز کا دروازہ)، باب الجہاد (جہاد کا دروازہ)، باب الصدقہ (صدقہ کا دروازہ)

2۔ ایک شخص جس نے نیکی کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور اس کی ادائیگی کی زیادہ کوشش کرتا ہے، وہ اس نیکی سے منسوب دروازے سے جنت میں داخل ہوگا۔ اگر زیادہ صفات کا حامل ہو تو ایک سے زیادہ دروازوں سے بلایا جائے گا۔ مثلاً حضرت ابو بکرؓ کو آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔

3۔ ”ریان“ کا مطلب میرا ہے۔ روزہ اور

بھوک، پیاس، برداشت کرتا ہے اور پیاس کا برداشت کرنا بھوک کی نسبت مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے روزہ داروں کے لیے جو روزہ روزہ مقرر ہے اسے بھی ”ریان“ کا دروازہ قرار دیا گیا ہے۔

ماہ رمضان کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے ساتھ گناہ معاف ہو جائیں گے۔“

فائدہ

1۔ اس سے مراد مغیرہ گناہ ہیں، جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ کبیرہ گناہ تو یہ سے معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک انھیں ادا نہ کر دیا جائے اللہ یہ کہ صاحب حق معاف کر دے۔

☆.....☆.....☆

freedom to live happily!

Digest of freedom[®]

MARCH

自由 A-17/B, 3-1-1E Koyachi, F5100, Fushimi-ku, Kyoto-shi, Japan. Tel. 075-231-3343/3344/3345, Fax 075-231-3343/3344/3345, e-mail: freedom@freedom.com

جمہوری شہر کی لڑکی اور امیر

”یہ ایک جمہوری ملک ہے، یہاں آمریت نہیں چلے گی، ہم جمہوریت پسند قوم اس آمریت کو قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔“ حدی نے جذباتی غصہ لگا کر کہا مگر کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔
 ”کھانا کھانا ہے تو کھاؤ، شاپے ہی سو جاؤ۔“ کاظم بیگم نے اس کے دواہیے کو نظر انداز کرتے ہوئے بے نیازی سے کہا اور دو پارہے کاموں میں مگن ہو گئیں، وہ آج بہت مصروف تھیں اور ان کے پاس حدی کے ڈرامے دیکھنے کا



کو اپنے طلق سے اٹارنے کا کثرت کرتے ہیں۔ "اس نے" بے چارے" کہتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا اور سالن کے ڈاؤن گئے کو کین تو ڈانچروں سے گھورا۔

"اچھا اب بس کروادی اور خاموشی سے کھانا کھاؤ، مجھے دوبارہ ٹھک مت کرنا۔" طاہرہ بیگم نے اسے گھورا اور جانے کے لیے نکلیں۔

"ایک نام ہو تو بندہ مجھے نیچے کھا بھی لے مگر... تو بے اللہ اعصاب کرے، صبح مولیٰ والے پراٹھے، دن کو کرپے گوشت اور اب رات میں بھرگو بھی آلو۔" مرزا گراپ کا مٹھن قسم یوں ہی جاری رہا تو دیکھ لیجئے گا، ایک دن میں نے بھی انسان سے سبزی میں کھوت نہ ہو جانا ہے۔ پھر مجھے بھی پاپا کے کھانا بنے گا، آپ مزے لے لے کے۔" اس باری تقریر طویل تھی مگر بے اثر ثابت ہوئی اور طاہرہ بیگم نے اس بار اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا، انھیں کرنے کے ڈر دس کام تھے اور اس کام چر کو مستیاں سوچی ہوئی تھیں، یہ نہیں کہ انھ کے ماں کے ساتھ کام کروائے، ماں کے اپنے نگرے ہی قسم نہیں ہو رہے تھے۔

"ٹھیک ہے، رات سے کھانے کی قسم کھوں گی ہم چڑھا کر بلا۔" تھوڑی دیر بعد طاہرہ بیگم باہر آئیں تو اسے اسی پوزیشن میں ڈاؤن گئے کو گھورتے دیکھ کر شرارت سے بولیں اور برتن سیٹھ لگیں۔

"بھیری کئی ہے آپ سے۔" اس نے منہ پہلا کر کہا اور لی وی آن کر کے رخ موڑ لیا، اس کی اس حرکت پر وہ مسکراتی ہوئیں لیکن میں چلی آئی، اپنے ہم چڑھے کر لینے کے لیے پاس جانا ہے۔

"سبزی سبزی کھا کے کئی میں آپ بھیری ہوئی، کھادی کے ٹھکانے کی آواز کچن تک آ رہی تھی۔"

"جمہوری ملک میں آمریت، یہ تو کھانا تھا، اسے اور کھانے بھی قابل قبول نہیں ہے، ہم اس آمریت کے خلاف دھڑبڑا رہے ہیں، ہماری مائیں پوری کرو؟" حادی نے اسے گھورتا دیکھ کر اس تقریر کا مٹھن پر خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔

"خاتون! آپ کیوں مجھے ایک معصوم و شریف شہری کو بلا بد خود کشی پر مجبور کر رہی ہیں؟" حادی نے سیکین بیگم کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے پھر احتجاج کیا۔

"حادی! کلاس بند کرو، کھانا کھانا ہے تو کھاؤ، نہیں تو نہ کھائی مگر نیچے ٹھک مت کرو۔"

"بٹ دس ازناٹ ٹھکر؟" حادی نے منہ نہایتا تو سیکین بیگم نے ٹھکی سے سر جھکا۔

"کیوں بھری جوانی میں مجھے مسکین کو یہ سبزیوں کھانا کھلا کر مارنے کا ارادہ ہے آپ کا، اگر مجھے کچھ ہوا تو اس میں سراسر آپ کا ہاتھ ہوگا، بھیری بے یقین دوس اس گھر میں بھٹکتی رہے گی اور خواب میں سبزیوں میں کھنکھن کر آپ کو ڈرائے گی۔" جذباتی ٹھٹھاس ہاتھوں سے پراثر ثابت ہوئے۔

"حادی! آخر تکلیف کیا ہے تمھیں سبزی کھانے میں؟" سیکین بیگم نے اسے گھورا۔

"سبزی بھی کوئی کھانے کی چیز ہے ماں! اب سے آپ ہر سبزی کے ساتھ بے چارے آلو کو قربانی کا بکرا بنا رہی ہیں، جب دیکھو آلو پاک، آلو سبز، آلو گوبھی، آلو ٹنگن، ٹھیک گاڈا کر آلو کا پھنڈی اور کر لینے کے ساتھ کوئی اچھا کا کھنٹھن نہیں، درنہ آپ تو اس میں کچی آلو ملا لیتیں، پھر مجھ معصوم کا کیا بننا؟"

"تمہارے تو ہمیشہ سبزی ڈرا رہے تھے ہیں سبزی کو کچھ کے، پٹھے میں ایک بار سبزی کیا کچھ گئی تھی تو جینا محال کرو یا ہے میرا۔" وہ غصے میں بند ہوا تے ہوئے لیکن میں چلی گئیں، ان کو اسنے کام کرنے سے انہی اور حادی کے

بالکل بھی نام نہیں تھا، کیونکہ کل صبح ان کی جاری لاڈلی، پردہ سیٹھی شادی کے چار سال بعد پہلی مرتبہ پاکستان آ رہی تھی۔

”دس ارباٹ فیکر۔“ حدی نے منہ کا کراہتا ہوا کہا۔

”ایوری تھنک اور ٹھنک ان نو اینڈ وار۔“ قاطر بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو اسے چپ چڑھ گئی۔

”ٹھیک ہے مگر میری بھی بھوک بڑھ چکی ہے، جب تک آپ کا یہ غم ختم نہیں ہوگا، میری بڑھتی جارہی ہے گی، بس اس بھوک بڑھنا نہیں، میں مر رہی جاؤں، آپ کو کون سا فرق پڑے گا۔“ حدی نے سنجیدہ لہجے میں بتاتے ہوئے جذباتی وار کیا تو قاطر بیگم ہاتھ میں ڈاؤٹی تھا سے ہنسنے لگی۔

”بس کرو یہ فضول تاکہ بازی، حد ہو گئی ہے حدی! آخر تکلیف کیا ہے تمہیں مہتری سے؟ کیا کہتی ہیں یہ معصوم سی بہنیاں تمہیں؟“

”معصوم۔“ حدی نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے ایک بار سامنے ڈوٹے میں براہمان آؤگو بھی کے سالن کو دیکھا اور ایک بار اپنی خال خال ہاتھوں کو۔

”مما! آپ کو جرح میں کیا معصومیت نظر آتی ہے، اور کیسے آتی ہے؟ معصوم تو وہ بے چارے ہوتے ہیں جو ان



زارا سے ملی غم نہیں ہو رہے تھے، صبح ان کے لاڈلے سپوت صاحبہ بعد بہو پاکستان آ رہے تھے مالدوہ تیار ہوں میں
نکلیں تھیں، مگر یہ کام چور، منقطع جنگ کر کے سکون بحال کیا ہوا تھا اس نے۔ یہ نہیں کہ اٹھ کے ماں کے ساتھ کام ہی
کر رہا ہے۔

”ایک بار... خاتون اڈر اور نگلی فرما لیجئے گا کہ بیٹے میں ایک بار مردان میں 3 نام پکٹی ہے سبزی داب کون اسے
بکھرے والا ہو جو صبح کو کھجی کے پراٹھے، دن کو آلو پاؤں کباب اور دات میں کس سبزی، کتنی سارے دن کا کچھڑ، جو کچھ وہ نام
نہیں لپکا تھکے وہ سب دات میں اکٹھا پکاؤ وہاں تو بآ“ حادی نے بولتے بولتے کانوں کو ہاتھ لگا لیا۔

”میں تو جنگ آگئی ہوں تمہارے مڈرا سوں سے۔“ وہ برتن پہنچتے ہوئے بڑبڑایا۔
”دیکھئے گا سبزی کھا کھا کے ایک دن میری شکل بھی آپ کی کسی کن پسند لاڈلی سبزی جیسی ہو جائے گی، پھر مجھے
بھی باہری میں لپکا کے ایک نام کا کباب پکھیے گا۔“ اس نے نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے رخ پھیر لیا۔
”دیکھو ذرا سبزی یاں اچھی نہیں لگتی اور چھڑی جیسی شکل بنائی ہوئی ہے، ناراض آلو نے۔“ اس کے چہرے
ہوئے چرے کو دیکھ کر کسٹھا کے ہاتھیں وہاں کی طرف بڑھیں، اپنے ناراض آلو کے لیے ہاتھ لائے۔
”سبزی سبزی سودنی بیٹھوں حادی نہ آکھے کوئی۔“ حادی کے ٹھٹھانے کی آواز کچن تک آ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

”آپنی آپ نے یہ شتوں، ملی مانی کا کام کب سے شروع کر دیا ہے؟“ حادی نے فی وی دیکھتے ہوئے شرارت
سے اپنی آنٹی سے پوچھا جو کچھ تو اس سے صرف 3 سال بڑی مگر پھول کے فوارہ بننے کے بعد اب اس سے 5، 6 سال
بڑی تھی تھیں۔

”اس میں مانی کی کیا بات ہے، میں کون سا عادی وضاحت کر رہی ہوں، وہ تو مجھے یہ رشتہ اچھا لگا
تمہارے لیے، اس لیے میں نے اسی سے ذکر کر دیا۔“ آنٹی نے کئی جھوٹی مینی کو فیر رپاتے ہوئے وضاحت دی تو
حادی کے لبوں پر مسکراہٹ ٹھہر گئی۔
”آپ نے صرف ذکر کیا اور تمہاری والدہ محترمہ طرہ خاتون صاحبہ نے لڑکے کچھ کر دیا۔“ حادی نے مزہ جاتے
ہوئے اپنا گھڑا ستایا۔

”ہاں تو ٹھیک کہا ہے اسی نے ہاتھ اچھے لوگ ہیں، شریف اور خاندانی، اور پھر ملنے کے بعد ہی اوکے کیا ہے،
انٹاری تو کوئی وہ بھی نہیں، اب بھروسے مشکل سے ہی ملتے ہیں آج کل، چاہے لڑکا کھو جائے تو“ آنٹی نے امی کی سانبڑ
لی اور ہنسنے کی تحریکیں کرنے لگیں۔
”مگر آنٹی اس طرح کیسے ہو سکتا ہے، بے شک میں نے یہ چاہا آپ لوگوں پر چھوڑی ہوئی ہے، مگر کم از کم
مجھے اس کی تصویر ہی دکھا دیں۔“ حادی نے احتجاج کیا تو آنٹی نے نگلی میں سر ہلا دیا۔

”سوری، یہ تو ممکن نہیں ہے۔“
”کیوں ممکن نہیں ہے؟ خرا؟ شاید یاں ایسے تھوڑے ہوتی ہیں بغیر دیکھے، بندے نے جس کے ساتھ ساری زندگی
گزارنی ہو اس کو دیکھے بنا ماس کے ساتھ کے لیے کیسے حادی بھر سکتا ہے بھلا؟“ حادی کو بھائی کے جواب نے تپا ہی
دیا تھا۔

”Listen حادی اٹھائے ٹو اڈر اسٹینڈ ای، بلایا نے اسے پسند کیا ہے اور اس کے چہرے نے تجھیں دو دلوں
طرف سے چہری ملی کے بعد ہاں ہوئی ہے، پھر تمہیں کس چیز کی ٹیٹیشن ہے؟“ بھائی نے اسے سمجھایا اور تاریل کرنے

کی کوشش کی۔

”میں نے تو نہیں دیکھا تھا اسے اور نہ ہی اس نے مجھے دیکھا ہے، زندگی ہم دونوں کے گزاری رہی ہے، اور پسند کرطس نے کیا ہے، اور نہیں تو کم از کم اس کی ایک تصویر تو دے سکتے تھے نہاں وہ لوگ؟“

”جب ہم نے تمہاری تصویر نہیں دی تو وہ اس کی تصویر کیسے دے سکتے ہیں؟“

”آخر یہ لوگ اچانک دریافت کہاں سے ہو گئے؟“ حادی نے سمجھنا کر اپنے ہونے والے سرالوں کا پوچھا تو بھابی مسکرائیں۔

”تمہارے بھیا کے کان فریڈ ہیں اس کے بہنوئی، ارہے تو وہ لوگ فرانس میں ہیں، مگر لندن میں ان کا سرال ہے، اس لیے وہ لوگ جب چھوٹی عید، لندن آئے تو ہماری مال میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، دونوں اسے عمر سے بعد مل کے اسے خوش ہوئے تھے کہ ہیں کھڑے کھڑے ڈیڑھ سال میں ان سے ملاقات ہوئی، وہ تو میں نے کہا کہ کبھی بیٹھ جاتے ہیں، اور دن ان کا تو کھڑے کھڑے ہی ساری باتیں کرنے کا ارادہ تھا۔“

”تو انھوں نے پوچھا کیا بھیا کر؟“ حادی نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا تو بھابی نے مصنوعی غصے سے اسے ٹھکرایا۔

”آئی مین دے عید بعد سے انھوں، کان فریڈ ز تھے اور کان پائٹم میں تو بھیا کافی اسارت ہوتے تھے، مگر اب تو کافی...؟“ حادی نے ”کافی“ کو لمبا کر کے ادا کرتے ہوئے جملہ اوصاف چھوڑا تو بھابی مسکرائیں۔

”خیر اب ایسی کوئی بات نہیں ہے، وہ اب بھکشیں ہی رہے تھا، اس لیے توڑے ویک تھے بٹ اب تو ماشاء اللہ Healthy ہو گئے ہیں۔“ بھابی کی بات پر حادی نے اپنے قبضے کو روکنے کی کوشش نہیں کی، بھابی نے اس کے یوں قہقہہ لگانے پر مسکراتے ہوئے تاسف سے سر ہلایا۔

”تم بھی نہ سو سہرا، چاہے ساری دنیا بدل جائے۔“

”ہم نہ بیس کے وقت کی رفتار کے ساتھ فرماؤ۔“

جب بھی ٹیلیس کے انداز پرانا ہوگا۔

حادی نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا۔

☆.....☆.....☆

اگلے بیٹے حادی اور حادی کی منگنی کر دی گئی، وہ بھی یوں کر لڑکے کی والدہ نے لڑکی کو انگوٹھی پہنائی اور پھر لڑکی کی والدہ نے لڑکے کو۔ وہ دونوں ہی اپنے والدین کی انگوٹھی اولاد میں یعنی حادی اپنے امی بابا کی انگوٹھی دختر یک اختر اور اپنے بھیا کی انگوٹھی لاڈلی بہن بھی، جبکہ حادی اپنے ماما بابا کا انگوٹھا سہت اور امی آئی کا لاڈلا بھائی تھا، حادی نے تو بہت اسرار کیا کہ وہ بھی ساتھ جائے گا اور انگوٹھی خود پہنائے گا، مگر آئی نے بمشکل اسے سمجھا یا حادی کے والدہ کچھ پرانے خیالات کے ہیں، یہ بات انھیں بہت بری لگتی ہے، وہ پرانی روایات کو ساتھ لے کر چلنے والے لوگ ہیں، اسی لیے انھوں نے حادی کی تصویر بھی نہیں دی۔ طوعاً و کرہاً حادی نے ان کی بات مان کے خاموشی اختیار کر لی مگر وہ دھوکہ خور، کرتا، آئی اور ماما، عید کے پہلے دن نکاح کی تاریخ مکی ہو گئی تو حادی نے فوراً سب پر واضح کر دیا۔

”نکاح پر وہ خود اسے تنگ پرانے گا، خبردار جو کسی نے اعتراض کیا تو۔“ بھابی آئی نے ہنس کر کہا۔

”تمہارے سر صاحب وہیں موجود ہوں گے مکان سے پوچھ لینا۔“ دوسری طرف حادی بھی تیار رہا حادی نے اسے دیکھا تو وہ اس کے منہ پر سے دھڑکی، امی اور بھابی سے سیدھی طرف بات تک نہ کر لی تھی، حادی کے لیے ایک دھوکہ تو یہ تھا کہ جس کے

ساتھ وہ منسوب کی گئی تھی اس کی شکل تک سے ناراض تھی، صرف نام بتایا تھا بھائی نے، وہ بھی اس نے فیسے میں دھیان سے نہیں سنا اور اب تو ذہن میں بھی نہیں رہا مگر حادی نے بھی پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔
دوسرا کوکو اس سے بھی بڑا تھا کہ کھانگی کی تصاویر بھی نہیں بتائی تھی، اب اپنی فریڈ زکو کیا بتائے گی، کم از کم تصویریں ہوئیں تو وہ ان میں ہی اپنے فانی کو کچھ لکھی، جس کو اس کے والدین سات پروں میں چھپا کے رکھ رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

آج شروع کے دو پیر یا آف تھے، اس لیے دو گراؤں میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی، اس کی دونوں فریڈز رینش اور ہامہ دعا کے گئے تھے، اس کے لیے ندر سنی آنے کے بعد اسے پتہ چلا کہ وہ دونوں آج نہیں آئیں تو اسے ان دونوں پر شدید فضا یا پھر وہ بھی فیسے میں پوندو سنی جا رہی۔

”انھیں میری فریڈ نہیں تو بھی کیوں ان کے لیے ٹائم ویسٹ کروں، میں بھی جلدی گھر نہیں جاؤں گی، سہاری کلاسز لوں گی اور پھر زکا ایک صفحہ بھی لکھ جاؤں گی، ان کہیں کو سمجھا کیا ہے آخر وہوں نے اپنے آپ کو۔“ وہ فیسے میں کھولتے ہوئے کیٹین گئی، وہاں ہی وہاں میں دونوں کو گالیوں سے نوازنی چاہت کی پلیٹ تھا سے تیز قدموں سے چلتی کیٹینیں سے دائیں مڑی تو اندر آنے والے سے ٹکرائی، مقابل بھی اس تصادم کے لیے تیار تھا لہذا اس کے ہاتھ میں موجود گیس اور حادی کے ہاتھ میں سے چاہت کی پلیٹ اس ٹکراؤ سے متاثر ہوئے اور چاہت مقابل کی آف دائیں شرت پر نقش و نگار بناتی قدم پس ہو گئی۔

”لو... سو رہا؟“ اس اجنبی الفاظ پر حادی نے کھانگی مگر ساتھ ہی سامنے والے کا حال دیکھ کر شرمندہ ہو گئی، مقابل کے لب اپنی شرت کو کچھ کر کچھ کہنے کے لیے راہ ہوئے مگر حادی نے نظر نہ تے ہی سٹ گئے۔
”آئی ایم وری وری سو رہی، دراصل میں نے دیکھا نہیں تھا اور...“ حادی اس کی خاموشی سے فیسے کے معافی اخذ کرتے ہوئے فوراً معافی چاہی کرنے لگی۔

”اٹس اوکے؟“ حادی کا وضاحتی جملہ کانتے ہوئے مقابل نے کھانگی مڑی سے روک لیا کہ اسے اور مسکرا کر ایک نظر اپنی شرت اور ایک گہری نظر شرمندہ ہی حادی پر ڈال کے آگے بڑھ گیا، چونکہ حادی جہاں تھی وہیں کھڑی رہ گئی، یعنی وہ تو اس سے کسی سخت قسم کے دی انکشن کی توقع کر رہی تھی مگر وہ تو مسکرا کے چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

دانش دوم سے سید علاوہ اپنے بھین کے دوست اپنے بگڑی پار کے پاس پہنچا۔

”اتنی دیر کیوں لگا دی اور یہ کیا... خالی ہاتھ؟“ جیسوں کس کام پر بھیجا تھا میں نے؟“ اسے آتا دیکھ کر اس کا بگڑی دوست فیسے سے چلا یا اسے خالی ہاتھ دیکھ کر اس کا فصدہ و گنا ہو گیا تھا اور ہموک بھی۔

”بھئی پار میں بیڑے داری سوئی اور تم یوں منہ لٹکا سے خالی ہاتھ آگئے۔“ وہ فیسے سے شروع ہو گیا، دراصل بیٹھ کیٹین سے کھانے پینے کے لوازمات لانے کا کام حادی (حمید) کے ذمے تھا، آج ذرا اس کا موڈ نہیں تھا تو اس نے اپنے بگڑی پار حادی (حمید) کو اپنی جگہ کیٹین بھیجا تھا مگر وہ خالی ہاتھ آیا تھا۔

”پار اوہ نہیں ہے۔“ حادی نے اس کے سوالوں کو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

”گوں وہ؟“ حمید نے تنگی سے پوچھا۔

”وہی جس کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا بھی تھا پار!“ حادی حد سے زیادہ یکساں بکھڑ تھا۔

”اوہ... ہٹھ کے بند سے! کیوں پیلٹیاں کھجوار ہے ہو، سیدھی طرح بتا دو کون یہاں ہے؟ کس کی بات کر رہے ہو اور یہ شرٹ کیوں لپکی کی ہوئی ہے تم نے؟“ حمید کو شدید غصہ آ رہا تھا جدی کے اعلان پر۔
 ”اے یار ادھی بس کو کھلی بازو کچھ کر لی میرے دل نے دعا دے دیا تھا اور پھر میں نے جھپٹ بٹا یا بھی تھا کہ میں اسے تمہاری بھائی بنائوں گا۔“ جدی نے ٹھوڑی دھماکت کی تو حمید کو وہ یاد آئی جبکہ عمار دو وقتوں کی طرح ان دونوں کی مکالمہ بازی سن رہا تھا اور اپنی بھوک ضبط کیے بیٹھا تھا۔

جدی نے اس کو کھلی بازو پھر خود نشی کے باہر دیکھا تھا اور اپنا دل پار بیٹھا تھا یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے؟ اس پھر خود نشی میں چڑھتی بھی ہے کہ نہیں؟ پھر اس روز کے بعد وہ کتر پکار دیا اس کو دیکھنے کا شہرہ دیتا تھا مگر اس کا انتظار آج ختم ہو گیا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی جان گیا کہ وہ اسی پھر خود نشی میں چڑھتی تھی۔

”گفہ... ہٹ دیری سید، بلکہ Bad، اب خوش قسمتی کہیں یا بد قسمتی کہ تم اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہو بلکہ تم تو کیا میں اب کہیں اور نہ دیکھنے کا پابند ہو چکا ہوں، کیونکہ ہمارے گھر والوں نے ہمیں کسی اور کے ساتھ منسوب کر کے ہمیں پھنسا دیا ہے اور ہم دونوں اپنے گھر کے واحد چشم و چراپ ہوئے کی بدولت ان کے فیصلے سے دو گروہوں کی شکل نہیں ہو سکتے، لہذا بہتر یہی ہے کہ اس کو آپ ہمیں بھول جائیں اور اپنی انگوٹھی فیا کسی کو ہی یاد رکھیں۔“
 ”یار! میں نے تو اسے دیکھا بھی نہیں ہے۔“ جدی نے حسرت بھرے لہجے میں اپنی پاشیدہ منگھتر کے ہارے میں بتایا۔

”تو ادھر کون سا منج دو، ہر شام فون پر باتیں کرتی ہیں، میں نے بھی تیری بھائی کو نہیں دیکھا ابھی تک یارا“ حمید نے بھی اپنے جیلے دل کے پچھولے پھوڑے۔

”گفہ ہے ہمارے؟ مولوں کے ساتھ ہمارے نصیب بھی ایک ہے ہی ہیں، لوگ منگھتوں کے بعد خوش ہوتے ہیں اور ایک ہماری منگھتیاں ہیں، انھوں نے ہمارے لبوں سے سکھو اسے بھی منگھتی ہے۔“

”یار! میں نے کل آئی سے کہا کہ اس کی کوئی تصویر ہی دیکھ لی تو انھوں نے کھانا کر دیا۔“

”مجھے بھی آئی نے چنا سفید انکار دے مارا تھا یار! پتا نہیں یہ کتنی خالص تم میں ہو جاتی ہیں کبھی بھی۔“

”بعد میں بھی تو ہم نے دیکھنا ہی ہے ناں، اگر ایک بار پہلے بھی دیکھ لیں تو کیا ہو جائے گا آخر؟“

”مگر ہمارے گھر والے کہتے ہیں کہ بعد میں بھی تو ساری زندگی تم نے یاد دینے ہے ناں، اگر ایک بار پہلے نہ بھی دیکھو تو کیا ہو جائے گا آخر؟“

”میں نے تو گھر میں آئی سے فوٹو نکالتا کیا ہوا ہے، بالکل بھی بات نہیں کرتا ان سے۔“

”میں بھی کبھی کر رہا ہوں، ادھ ہوئی کہ ایک تو ٹھیکر بتائے، بغیر دکھانے ہاں کر دی، پھر منگھتی بھی کر دی اور نکاح کی فوٹو بھی منگھ کر دی، اوپر سے اب تصویر بھی نہیں دکھاتے، اتنی بھی کیا پوسہ دلائی آخر؟“ بے پناہ غصے سے پھر عمار اٹھاڑ تھا۔

”اگر وہ دونوں کے دل کی بھڑاس نکل بھی ہو تو کچھ کا دل کرنا پسند کریں گے، جسم سے میرے تو پیٹ کے چوہے بھی دوڑ دوڑ کے کھٹک ہار کے اب سوچتے ہیں۔“ ان دونوں کے گھٹے مند کچھ کر عمار نے بے چارگی سے انھماکی تو دونوں نے اسے گھوڑا۔

”اب مجھے یوں مت گھوڑو، پلیر، پہلے ہی بھوک سے گھنا بہت اور گھروڑی ہو رہی ہے، میری کمر دوڑنا تو اس جان تم

دونوں بھنوں کی تیر لگا ہوں کی تاب نہیں لاسکتی۔" خدا نے منہ ہاتھ کر معصومیت سے شرارتی انداز میں کہا تو دونوں کے سنجیدہ چہروں پر غمی ٹھہری۔ وہ ایسا ہی حساب کو خوش رکھنے والا ماں لیے وہ اسے بھی "حدی" ٹھاکرتے تھے، کیونکہ خود ان دونوں کا بک غم "حدی" ہی تھا۔ یہ خود غمی میں ان کا گروپ "حدی ٹرائی اینگل" کہلاتا تھا بہت کم ہی کوئی ان کا پورا نام جانتا تھا سوائے قریبی دوستوں کے۔

☆.....☆.....☆

وہ دن میں کھولے بلکا اپنے ارد گرد پھیلانے پر حذر ہاتھ یا شاید چڑھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب تب ہوتا جب اس کا مدھیان اس طرف ہوتا، چڑھائی تو جوار یکسوئی مانگی ہے اور وہی اس وقت منظور تھی، اس کے حواسوں پر تو بس ایک ہی صورت چھائی ہوئی تھی اور یاد خود کوشش کے بھی وہ اس کے خیالات سے چھٹکارا نہ پاسکا تھا، ایسے میں چڑھائی میں یکسوئی کیا خاک ہوئی۔

"حدی! کیا بات ہے؟ تم آج کل کچھ چپ چپ سے ہو، کوئی پریٹنی ہے کیا؟" آئی کیس وقت کرے میں آئیں اسے پانی نہ چلا تھا۔
"نہیں تو؟" اسے ہلکا سی آنا بنگاٹ یاد آیا تو اس نے مختصر سا جواب دے کر کتاب سامنے کر لی۔

"اچھا تو پھر کوئی تیار تھی ہے؟"
"نہیں۔" مختصر جواب دیا، نظر اس کتاب پر پڑی تھی جیسے بڑی دلچسپ کتاب ہو، آئی نے بغور حدی کی شکل دیکھی، موٹی موٹی کتابوں کے کچھ خفا خفا صورت بتاتے بیٹھا حدی، آئی کو کسی آگئی۔
"اچھا اگر کوئی پورا خفی نہیں ہے تو پھر کوئی کی طرح منہ پھلایا ہوا ہے، چلو منہ سیدھا کر دو اور یو جھوک میں کیا لائی ہوں؟" آئی نے اس کے آگے سے کتاب نہیں ہٹاتے ہوئے دوستانہ انداز اپنایا تو اس نے منہ نہایا۔
"لائی ہوں کی اپنی لائی بھائی کے لیے کچھ۔" حدی نے زراں اور کچھ شمس انداز میں مٹھ کر کیا تو وہ مسکرائیں۔
"اگر نہیں بھی لائی بھائی کے لیے نہیں بلکا ہے لائی کے بنارے بھائی کے لیے لائی ہوں، بھلا پوچھو کیا؟"
آئی نے مسکراتے ہوئے بنارے حدی کے بال بھیرتے ہوئے کہا۔
"کیا؟" اس نے بے دلی سے پوچھا۔
"اپنی بھائی کی تصویر۔" آئی نے خاکی خفا اس کے سامنے کیا۔

"اب اس تصویر کا کیا کروں، جب دل میں کسی اور کی تصویر نقش ہو چکی ہے اس نے دل میں سوچا مگر کہا کچھ نہیں۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" حدی سپاٹ انداز میں بولا تو آئی نہیں۔
"اچھا اگر ضرورت نہیں تھی تو پھر کیوں اور اس نے پھر رہے ہو، اسنے دونوں سے؟" اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا یا آئی خود ہی اٹھانے میں سے تصویر باہر نکالتیں، بھائی کی کال آگئی۔
"میں ذرا آتی ہوں، یہ چڑھے خفا دیکھ لینا تصویر۔" اور وہ باہر چلی گئیں۔ حدی نے بے دلی سے خفا بیڑی سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دیا کہ اب کیا فائدہ، کون سا اس کے دیکھنے سے لڑی بدل جائے گی۔

☆.....☆.....☆

"خادی جان! اور ابو جھو ابھرے پاس تمہارے لیے کیا ہے؟" حادیہ محسن میں بیٹھی بسن پھیل رہی تھی جب بھائی اس کے قریب آ کے بیٹھیں اور مسکراتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

”مجھے کیا پتا؟“ حادی کا سواؤ سخت آف تھا، کیونکہ یکدم خاتون مکس ہنری ہتھاری تھیں اور آج تو انھوں نے حادی کو سختی سے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی ہنری ہی کھائے گی اور ان کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی رعایت نہیں ملے گی، اپنے کے اسی غم نے اس کا سواؤ غراب کر دیا تھا۔ اس وقت کسی کی بھی موجودگی کو رائی گئی اور نہ ہی حادی کی بات میں دلچسپی تھی۔

”بھائی ملینز! مجھے کون نہیں پتا ہے۔“ اس نے ہلڈی سے انھیں بلایا تھا۔
 ”بھئی! اب تم چلو نہ چلو، وہ تو ہے ہی صرف تمہارا۔“ بھائی نے اس کے روکے جواب کو خاطر میں لائے بغیر شرارت سے کہا تو وہ چلی گئی۔

”کون؟“ اس نے سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھا۔

”حدی۔“ وہ شرارت سے مسکرائیں۔

”اس کا یہاں کیا ذکر؟“

”ڈاکٹر نہیں تصویر اس کی تصویر ہے میرے پاس۔“ بھائی نے ڈرامائی انداز میں سسٹمز پھیلایا۔

”اب تصویر کہاں ہے؟“ وہ خطرہ بولتی۔ پہلے جب وہ انگ دہی تھی تو جواب ملتا تھا کہ۔

”اس کے گھر والوں کو ہم نے نہیں دی تو ہم کیسے پاس میں اور اب۔“ اس نے دل میں سوچا مگر کہا نہیں۔

”میں لائی ہوں تمہارا۔“ اس نے کہا کہ اس کی آئی کی کال آئی تھی، وہ کہہ رہی تھیں کہ انھیں تمہاری تصویر چاہیے، حدی نے دیکھ کر ہنس کر کہہ دیا کہ میں نے اس کی تصویر دیکھا تھا جتنی ہوں، مگر اب اس کے سامنے یہ خواہش ظاہر نہیں کر سکتی تو وہ کہنے لگیں کہ ہم یہ بات اور دیکھ کے تصویر پر پہنچنے کر بیٹے ہیں۔ میں نے ہاں کہہ دی اور اب دیکھو تمہاری تصویر وہاں اور حدی کی تصویر تمہارے لیے کال آ گئی ہے، اب کہاں رکھنا ہے اسے؟“ بھائی نے تفصیل جاننے کے بعد اس سے سوال کیا۔

”مگر کہاں؟“ وہ پریشان ہو گئی۔

”ارے نہیں، بھئی! انھیں پتا چلے گا، اب وہ تو جانے سے پہلے کیونکہ پہلے انھوں نے کہا ہے اور نہ میں نے بتا کر اپنی شامت بانی ہے۔ بانی وہ ہے تم اور حدی، تو تم دونوں کے لیے ہی تو ہم دونوں نے یہ کیا ہے، پھر بھلا کیسے پتا چلے گا کسی کو؟“ بھائی نے بھائی تو اس نے سکون کا سانس لیا، کچھ دیر کے لیے ہی کسی مکس ہنری کا ٹیبلٹ من سے ہٹ گیا تھا۔

”کرن پٹانازین کا فون آ یا تھا وہ کہہ رہا ہے کہ وہ کچھ دیر والا ہے، تم تیار ہو۔“ اس سے پہلے کہ حادی کوئی جواب دیتی، وادعہ سے ای کی آواز آئی تو بھائی اٹھ کھڑی ہو گئیں، بھائی کے دوست کی شادی کا ٹیبلٹ من تھا، جس پہ وہ انوا پیٹھ تھے۔

”میں اسے کہاں رکھوں؟“ بھائی نے پھر سوال دوہرایا۔

”میرے روم میں کچھ نہیں جگہ سے باہر پڑی ہوئی ہیں، ان میں رکھ دو، میں فارغ ہو کر دیکھ کر سنبھال لوں گی۔“ اسے فوراً وہی جگہ ذہن میں آئی، بھائی نے حدی سے کہا کہ تصویر رکھی اور تیار ہونے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

وہ لیمن چھیل کر فارغ ہوئی تو مطرب کی اذان ہو گئی، نماز پڑھنے کے بعد بھائی نے اسے اپنے کمرے میں بٹھالیا اور کافی دیر وہ دونوں گاہیں کرتے رہے، پھر جیسے جیسے اس نے مکس ہنری کو مطلع سے اجازت دہائی گئی سامنے بیٹھے تھے،

سودا اٹھا کر بھی نہیں سکتی تھی، پھر بعد میں عشا کی نماز پڑھنے کے بعد وہ پڑھنے بیٹھ گئی، تصویر بالکل بھی ذہن سے نکل گئی، صبح اسی سے جاگی اور جلدی جلدی تیار ہو کر بغیر ٹاشٹے کے یوٹورنٹی چلی گئی۔

یوٹورنٹی میں اپنی فریڈریش اور نامہ کی باتوں سے اسے ایک دم تصویر یاد آئی، اس نے اپنی ساری بکس باری باری چیک کیں مگر تصویر نادرہ اسے نظر لاحق ہوئی کہ کہیں تصویر بک سے گر نہ گئی ہو، اگر کمر میں کسی کے ہاتھ لگ گئی تو... پھر باقی سارا نام وہ پریشان ہی رہی، نہ جانے بھائی نے کون سی بک میں رکھی تھی تصویر؟ کھر آ کر اس نے بھائی سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ٹیبل پر اس کے چیک کے ساتھ رکھی بکس میں سے ایک میں تصویر رکھی تھی انھوں نے، تب حادیہ کو یاد آیا کہ ٹیبل پر اس کی یوٹورنٹی کی بکس کے علاوہ بھی کچھ کالو بکس پڑی تھیں، جو کل ہی اس نے الگ کی تھیں، وہ فوراً کمر سے بکس لے کر ٹیبل کو نکالی، ہا کر مزید پریشان ہو گئی۔

”ای امیجی اسٹوری ٹیبل پر کچھ بکس پڑی تھیں۔“ اس نے فوراً ہی کے پاس جا کر ان سے پوچھا۔

”کون سی بکس؟“

”وہ میرے ٹیبل پر پڑی تھیں، عشا کی صفائی کے دوران الگ کی گئیں۔“ اس نے امی کو یاد دلایا کہ صفائی کے

دوران انھوں نے بکس آگے پیچھے نہ رکھی ہوں۔

”اچھا وہ بکس وہ تو میں نے ردی میں دے دیں۔“ امی کو یاد آیا تو انھوں نے بتایا۔

”ردی میں؟“ حادیہ کو کچھ کھٹ چڑھا۔

”ہاں ردی میں، تم نے کہا تھا کہ کالو بکس نکالی ہیں ردی کے لیے، آج اتفاق سے آگیا تھا ردی والا تو میں

نے فوراً دے دیں، مگر تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟“ امی نے بتاتے ہوئے آخر میں بخور اس کا چہرہ دیکھا۔

”کچھ نہیں... وہ کچھ تو بکس نہیں مل رہے شاید ان کتابوں کے ساتھ ہی ردی میں۔“ وہ منہ ہٹکاتے آہستگی سے

بڑبڑاتی اندر چلی گئی۔

”بارغ آ... بھائی کی اتنی محنت سے تصویر ملی تھی، کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں کل ہی دیکھ لیتی، کاش! میں اس وقت

بکس نہ چھیل رہی ہوتی۔“ وہ سوچ رہی تھی، رات کو بھائی اکیلے میں اس کے پاس آ گیا۔

”جی جناب! کیا لگا حادی، ہماری کڑیا کو؟“ بھائی نے شرارتی انداز میں سوال کیا۔

”آ... ٹھیک ہے۔“ اسے کھنکھاتا ہوا کہا تھا، کیا جواب دے۔

”صرف ٹھیک...؟“ بھائی کو حیرانگی ہوئی اس کے جواب پر۔

”جب دیکھنا نہیں تو کیا باتوں کو کیا ہے؟“ اس نے دل ہی دل میں مسرت سے سوچا مگر بولی کچھ نہیں۔

”کوہو... یعنی ابھی سے شرم آ رہی ہے۔“ بھائی نے اس کی خاموشی کو شرم کے معنی پر نہاتے۔

”وہ صرف نکاہری ہی تھی، دل کا بھی بہت اچھا ہے، میری ملاقات ہوئی ہے اس سے، ڈونٹ وری ڈیزاؤ

بہت اچھا لاکھ بار شربت ہوگا۔“ بھائی نے شفقت و محبت سے اس کے بال ستارے اور انھ کے چہرے کی۔

”ہائے حادی بی بی! اب جو صلہ رکھو، ایک ہی بار نکاح کے بعد لایو دیکھنا حادی صاحب کو۔“ اس نے اپنے دلی کو

تھپک کر سلایا۔

تصویر کی پریشانیاں اسے بالکل بھی یاد نہ آئیں، اس نے رات کو ردی کے لیے نکالی گئی کتابوں میں سے ایک بک

واپس الگاری میں رکھی تھی جو کہ قطعی سے نکل آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

حادی کیسٹین میں پہنچی تھی جب اسے اپنے پیچھے ”عدی“ نام کی پارستانی دی تو اس نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ قریب ہی ٹھیکر پر دو لڑکے بیٹھے تھے، آواز انہیں سے ایک نے دی تھی، چونکہ بھائی نے بتایا تھا کہ عدی اس کی بے خبری میں ہی پڑتا ہے تو وہ سوچتی تھی شاید یہی ملاقات ہو جائے، وہ سوچی ہو کر ٹھیکر کی کان پیچھے ان دونوں کی طرف ہی گئے تھے تاکہ ان کی باتوں سے دیکھا آغاز ہو سکے کہ کون عدی ہے مگر بے سوچ... وہ دونوں چائیں کون سی اور اور کون سی باتیں کر رہے تھے۔

”یہ ہے عدی! آج میرا بے خبری آنے کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا۔“ وہ بے دلی و مافی سے اٹھنے لگی تھی کہ ایک اس جملے نے اسے رکے پر مجبور کر دیا، اس نے اٹھنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے کان پیچھے کی طرف پھر لگا ہے۔ کیونکہ اس آواز کا خطاب کوئی ”عدی“ تھا۔

”یار عدی! آج کل میرا بھی آنے کا دل نہیں چاہتا، عجیب بے زار سا مونڈا ہو جاتا ہے، صبح کے وقت۔“ اس آواز کا خطاب بھی عدی تھا، حادی تو پریشان ہی ہو گئی کہ دو الگ الگ مگر نام ایک ہی۔

”عجیب مصیبت ہے، اب مجھے پتا چلے گا کہ ان میں سے ”وہ“ عدی کون ہے؟“ حادی سخت کوفت زدہ ہوئی۔
 ”کاش... میں نے اسی وقت تصویر سنہال لی ہوئی۔“ اسے اب پچھتاوا ہونے لگا اپنی مصافحت پر، مگر اب پچھتاوے کیا ہوتے ہیں؟ جب پتا چلا کہ کس کس حیت (روئی لے اڑی تصویر کو)۔ وہ بے دلی سے اٹھ کے اپنے فوٹو مارٹ کی جانب بڑھ گئی۔

لاسٹ کلاس اسٹینڈ کرنے کے لیے وہ چڑھیاں اترتی ہی آ رہی تھی، جب اوپر چڑھتے عدی سے ٹکرائی اور دونوں کی کس بھی کر نہیں۔

”اوہ... سوہی!“ اس نے فوراً معذرت کی۔

”اس اے!“ عدی نے مسکرا کر جواب دیا، ”مگر اس کی کالی آنکھیں چمک اٹھیں، وہ دونوں بکس اٹھانے لگے، حادی کی بکس میں کچھ فوش بھی تھے جو کہ اور کچھ مسکرائے تھے، عدی نے فوراً انھیں اکٹھا کیا اور لا کر حادی کو تھا یا اس دوران ایک نظر اس کی من مانی صورت پر بھی ڈالی، جیسا کہ دل چاہتا تھا لے اڑی تھی۔
 ”آپ کی کوئی فریڈ نہیں ہے؟“ اس کے ہاتھ سے اپنی آنکھ سے ہونے والے عدی سے بے اختیار سوال کیا، جس پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

”کیوں؟“ اس نے حیرانگی سے اس کے سوال کا مقصد پوچھا۔

”وہ دراصل جب بھی آپ کو دیکھا، آپ کی سی ہی ہوتی ہیں، ناں اس لیے۔“ اس نے اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وضاحت دی۔

”دراصل ہماری کلاسز الگ الگ ہیں، اس لیے جب میں فری ہوں تو وہ بڑی ہوتی ہیں۔“ حادی نے جواب دیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، اس کی پر شوق نگاہیں مسلسل اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، حادی نے کھائی پر بندھی گھڑی دیکھی وہ نکاس کے لیے لیٹ ہو رہی تھی۔

”ایکسکس زی!“ وہ بلائے ہوئے سیرجی کا ایک اسٹیپ اتری۔

”اوہ... سوہی!“ اس کے ایکسکس زی کہنے پر اسے احساس ہوا کہ وہ اس کے راسخے میں کھڑا ہے، سیرجیاں چونکہ تنگ تھیں اس لیے ان پر سے ایک وقت میں ایک ہی بندہ با آسانی اتر سکتا تھا، وہ بے چارہ شرمندہ ہوتے ہوئے سائینڈ پر ہوا تو وہ جلدی سے آگے بڑھی۔

”آئیے آئیے“ دو دو بی بی چلیاں اتاری تھی، جب حدی نے اسے پکارا۔

”بی بی؟“ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

”آپ فخر و مل بارانی میں آئیں گی ناں؟“ وہ آنکھیں پھیلا کر بے چہتا گویا اس کے آنے کی تصدیق چاہ رہا تھا، جسے دو دونوں بچپن کے گھر سے دوست ہوں، بھٹکر نکلیں اس کے چہرے پر ہی تکی تھیں۔

”بی بی۔۔۔ مگر آپ کیوں بے چہرے ہیں؟“ حادیہ کے جواب پر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، وہ اپنی خوشی پر قابو پاتا ہوا شکل بولا۔

”آئیے بس۔۔۔ ایسے ہی۔۔۔ جڑی بے چہرہ ہوا تھا، لو کے کسی نے سون!“ وہ مسکرا کر بول پلٹ گیا، اور وہ اس عجیب

وغریب لڑکے کو دیکھتی ہی رہ گئی۔

”عجب انسان ہے، بات بات پر مسکراتا ہے۔“ وہ اس کو جاتا دیکھ کر سوچتے ہوئے خود ہی مسکرائی، بھرتا گئے بڑھ گئی۔

☆.....☆.....☆

پھر دو دن بعد ہی وہ اسے بار بار پکارا آیا، وہ کینٹین میں بیٹھی اپنی فریڈ زکاویٹ کرتے ہوئے جاٹ کھا رہی تھی، جب وہ اپنے دوست کے ساتھ باغیچہ میں کھڑے ہوئے آ کر قریبی بجلی پر بیٹھا، اس کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔

”آج وہ نہیں آیا، یعنی آج ہمارے کال اس کا یہ حسرت بھرا جملہ سننے سے بچ گئے ہیں۔“ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے آ کے کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

”کاش۔۔۔ میری بھی تم لوگوں کی طرح ایک مختصر جوتی، جس نے نہ مجھے اور نہ میں نے اسے دیکھا ہوتا، اور علیحدہ ہمارا نکاح نہیں ہوتا، کتنا مزہ آتا پارا مجھے تو سوچنے سے ہی انکی ایکسٹنٹ ہو رہی ہے، اور تم دونوں ایسے ہی بونگی

شکلیں بنائے رکھتے ہو۔“ حادی نے ہمارے انداز و خیال کی مکمل استاری تو حادیہ نے اس کے حسرت بھرے اعجاز پر چمک کے اسے دیکھا، ان دونوں کا رخ سامنے کی طرف تھا۔

”مطلب یہ بھی سنگل ہے، اصلی حادی شاید باقی دونوں میں سے کوئی ہے، مگر کون؟“ حادیہ پریشان ہو گئی۔

”اسی لیے تو کہتے ہیں کہ شادی موتی چور کا لہو ہے، کھانے والا بھی کھیتا ہے اچھا کھانے والا بھی۔“ حید نے

مسکراتے ہوئے اس حسرت بھرے پہلو پر چوٹ کی۔

اس لمحے حادیہ کو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا، یہ جان کر کہ اس سے ٹکرانے والا کوئی اور ہے، پھر اس کا مختصر حادی کوئی اور ہے، کچھ مایوسی ہی ہوئی، پھر بڑی بے دلی سے باقی جاٹ کھا کر وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

☆.....☆.....☆

ان کی فخر و مل بارانی میں صرف ایک ہفتہ ہی رہ گیا تھا، اور اس ایک ہفتے میں تین چار بار ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا، اور ہر بار اس کی آنکھوں میں سٹ آنے والی حسرت بھری چمک اور ہونٹوں پر ٹھہرنے والی مسکراہٹ اسے عجیب سی کیفیت سے دو چار کر دیتی تھی، وہ تا کچھ تو سچی نہیں کہ ان آنکھوں کا بیڑا نہ کچھ پانی، وہ پوری کوشش کرتی کہ وہ بارہا اس سے سامنا نہ ہو کیونکہ وہ کسی لاکھ حاصل سفر کا حصہ بننا نہیں چاہتی تھی، اور اسی ارادے کے زیر اثر اس نے فخر و مل میں آنے کا ارادہ بھی منسوخ کر دیا، اس کی فریڈ زینش اور تاہم تو اس کا انتظار سنتے ہی قہقہے پانا ہو گیا اور اسے خوب کھری کھری مٹا کے اسے منائے بغیر کلچر نکام کر گئیں، اس سے پہلے ہمیشہ وہ اس کو اصرار کر کے ہر بات منوالی تھیں مگر اس بار انھوں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، انھیں خفا آ کر بھلا فخر و مل بھی کوئی چھوڑنے کا فکشن ہے؟

اب صبح فجر، میل تھا مگر عامہ یا پیش میں سے نہ کسی نے کوئی ایسا ایم ایس کیا نہ ہی کوئی کال، یعنی اس بار سخت بانجھا تھا اس کے اٹھار پر، مگر جب اس کی بھالی کو پتا چلا کہ وہ تنگ جا رہی تو وہ بہت حیران ہو گیا اور کچھ پریشان بھی۔

”حادی یہ اتم تو اتنی ایکساٹڈ تھی، اس دن کے لیے پھر اب کیا ہوا؟“ وہ حیران تھی کہ حادی نے تو اسٹیشن گیا اور بس، ہوا تھا وہ ساری چارہ عمل کی بھی پھر اب وہ کیوں نہیں جا رہی؟

”پتا نہیں بھالی اول نہیں کر رہا۔“ اس سے کوئی جواب نہ دینا پڑا اب انھیں کیا بتانی کہ وہ اس کی وجہ سے نہیں جا رہی۔

”نہیں حادی! آؤ آؤ رنگ رنگ، ابھی تو لاک کا گولڈن ہیڈ ہوتا ہے، بے فکری اور آزادی کا عالم اور فخر و میل ایک یادگار دن، یہ دن ہمیشہ اپنی یادوں کے ساتھ تم سب کے دل میں سیٹھ رہے گا، کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے بعد تم فریڈ زوہ بارہ کب ملو گی؟ کبھی مل پاؤ گی یا نہیں، وہ کھوڑے کے تڑاوی کے بعد کبھی دوستوں سے مل لیتے ہیں، ان کے ساتھ انجوائے کر لیتے ہیں مگر کیاں وہ تو صرف اپنی دوستوں کے ساتھ گزارے اچھے وقت کو یاد ہی کر سکتی ہیں، ان کے لیے تڑاوی کے بعد پھر پہلے کی طرح انجوائے کرنا امیساں ہوتا ہے، وہ کانت امیساں جس کے کتنی ڈفرنٹ لائف ہو جاتی ہے پھر کر سکتی، جس میں ہماری دوستیاں بہت پیچھے گئیں رہ جاتی ہیں۔“ بھالی بول رہی تھی اور وہ چپ چاپ سر جھکا کر انھیں سن رہی تھی۔

”مید پر تمہارا نکاس ہے پھر اس کے بعد کب وہ لوگ رخصتی کی ڈیٹ مانگ لیں، کوئی پتا نہیں، سو پلیز انجوائے ٹو ریٹھ یا را“ بھالی نے کہا اسے سمجھا یا، وہ جانتی تھی کہ حادی اپنا فخر و میل مس نہ کرے اور یہ یادگار دن ضرور اپنی فریڈ ز کے ساتھ گزارے۔

”پلوٹا پاش، اھو اور سب فریڈ ز کو اتنا فخر و میل نہ کر، تم کی آہی ہو۔“ بھالی نے اس کا کندھا جھٹکتے ہوئے مسکرا کر کہا اور پیار سے اس کے بال ستوار کے باہر مٹی لگیں۔ بھالی کی باتوں نے اسے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ ایک انجوائے کی وجہ سے اپنا پروگرام خراب کر رہی ہے اور اپنی اتنی اپنی فریڈ ز کو ناراض کر رہی ہے، اس شخص کی وجہ سے جس کے بارے میں وہ صرف اتنا جانتی ہے کہ وہ اس کا یہ غور و خیال اور اپنی اس کا سٹوڈنٹ ہے۔

”وہ کیوں اس سے ڈر رہی ہے، کیا بگاڑے گا وہ اس کا آکس؟ صرف وہ کتنی ہی ہے، ہاں، کچھ کہتا تو نہیں ہے پھر میں کیوں ایسا کر رہی ہوں؟“

مگر اس کی آنکھیں؟ ان آنکھوں میں اسے دیکھ کر جو مسرت بکھر جاتی ہے، اور اس کی بھی جسم نکالیں اور اب اسے نظر ہی چرانے اور کھڑے پر مجبور کر دیتے تھے۔

”دیکھتا ہے..... مجھے کیا، میں جاؤں گی ضرور۔“ آخر حادی نے مضبوط دل کے ساتھ تجزیہ کیا اور اپنی وارڈ روبر سے کپڑے نکالنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے سوچا کہ عامہ اور پیش کو نہیں بتائے گی اور اپنا تنگ ان کے سامنے جا کر انھیں سر پر اندر سے گی۔

”کتنا خوش ہوں گی میں وہ، ضرور بھی کریں گی، مگر خیر ہے ان کا ضرور بھی قبول ہے، آفر کو ہیں تو میری سہیلیاں، جن کے ساتھ میں نے اپنے اسکول، کالج یا پھر یونیورسٹی کے سبھی سنہری میل گزارے ہیں، ان کا دل تو نہیں توڑ سکتی ہوں۔“ وہ دل ہی دل میں سوچتی مسکراتے ہوئے اپنی چیزیں نکالنے لگی۔

☆.....☆.....☆

جی کرین ڈریس میں بالوں کا ٹیس سا جوڑا ہائے، کچھ جھکے سے سبک اپ میں وہ بے حد خوشصورت لگ رہی تھی اسے سامنے پا کے جیسے اس کی سوسیلیا خوشی سے اس کی طرف لگیں اور ان کے چروں پر روشنی در آئی، حاد یہ نے بھارتیہار سوچا کہ وہ آج نہ صرف کراں کو کسی قدر ہٹ کرنے والی تھی، اس کی یہ پیاری سوسیلیاں جو اسے دیکھ کر خوشی سے کھڑی تھیں اور اس کے انکار کے باوجود بھی شدت سے اس کی حشر کھیں۔

حشر تو کوئی اور بھی تھا، بڑی شدت سے بچتی ہے، باوجود اپنے دل و دماغ کے مائیں چھری جنگ کے، وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا صرف ایک بار، شاید آخری بار اس کے بعد نہ جانے کبھی ملاقات ہو نہ ہو، وہ آج اسے جی بھر کے دیکھنا چاہتا تھا، وہ جو سوچ رہا تھا کہ اس کی سادگی میں اتنا حسن ہے مگر وہ تیار ہو تو کسی لگے گی، اور اب اسے دیکھ کر اس کی نظر تو کو کا اس پر ہے بڑا بھول گئیں اور وہ لگیں، جھپکنا ہی بھول گیا، وہ اپنی سوسیلیوں کے ساتھ کھڑی کسی بات پر مسکرائی تو وہ اسے مسکراتا دیکھ کر مسکرایا۔

نکل گئے آؤ بڑوں سے اس کا خوشصورت چہرہ دک رہا تھا، وہ تو شاید یک کب اسے ہی دیکھتا رہتا، اگر وہ وہاں سے ہٹ نہ جاتی، اپنا یک جیسے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر پٹا جمید اور حاد کھڑے مسکرا رہے تھے۔

”اچھی ہے، بہت سوت لگی کرے گی تمہارے ساتھ، ہٹ صرف خوابوں میں ہی رہنے آرا لگیں پارا اس ریٹینی کو مت بھولو۔“ عید کی بات پر حادی مسکرایا مگر اس کی بات عمل ہوتے ہی اس کی شکل ایسی بن گئی جیسے منہ میں کڑوا پادام آ گیا ہو۔

”حقیقت کمزوری ہی ہوتی ہے، دنیا بھر اسے قبول کرنا ہی محنتی ہے۔“ عید نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا تو وہ خاموشی سے ارہ کر دے کھینچے گا وہ لگیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

”جیل پار حادی ایسا کر، آج جتنا دیکھنا ہے رات کے بعد بھر بھول جانا۔“ حاد نے مشورہ دیا تو اس کے چہرے پر جھپکی ہی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆.....☆

”وہیے ایک بات ہے، تم ہو بڑی سبکی۔“ حادیہ مشکل دلوں کو مٹا کے آرا سے زنجی ہی تھی کہ حادہ بولی، ساتھ ہی پیش نے بھی سر ہلا کر اس کی تائید کی، وہ دونوں اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھیں، کچھ ملنے کے بعد منہ ہٹا کے ناراض ہو کے آ کے جیل پڑیں اور وہ جیسے پیچھا بھی، ابھی ابھی منہ کے زنجی ہی کہ حادہ کی بات سے بھراں ہوئی۔

”کیوں، میں نے کیا کیا ہے؟“

”ابھی تک ہمیں ہمارے دو لہیا بھائی کا نام تک نہیں بتایا تم نے ایڈیٹ ایڈیٹ ہی مان جاتی ہو۔“

”شرم آتی ہے ہاں بے بی کو۔“ حادہ ہنسی۔

”اب بھلا نام بتانے میں کسی شرم؟“ پیش نے طعنے کیا۔

”ارے نہیں، بھئی! ایسی کوئی بات نہیں ہے پارادہ اچھے نکل جب معنی ہوئی تھی تو مجھے بہت غصہ تھا، یہ اسی غصے میں، میں نے اس کا نام بھی دھیان سے نہیں سنا، اور نہ ہی دوبارہ ای یا بھائی سے پوچھا، تو مجھے نہیں پتا اس کا نام۔“ اس نے بے جا رکھی سے اپنی داستان تم سنائی تو دونوں کا منہ جرت سے کھلا رہ گیا۔

”اور مائی گاؤ جس کے ساتھ تم لگیں ہو اور کچھ دنوں تک جو نام تمہارے نام کے ساتھ لگنے والا ہے، جس میں وہ نام ہی معلوم نہیں، ہاؤ ایڈیٹ آرا حادی!“ پیش کو اس پر بے تحاشا غصہ آیا۔

”پلیز درنگ فرمائیں، کچھ دن نہیں پورا رمضان ابھی بڑا ہوا ہے۔“ نامہ نے اس کی درنگی کی تو وہ ہنسی۔
 ”تو رمضان کون سا ماہ ہے، پختہ پختہ شروع ہو جائے گا اور مہر دن جیسے پرگا کر اڑیں گے رمضان ختم۔“ میری بھی آجائے گی اور پتہ بھی نہیں چلنا جب اب؟“ بینش نے ہنسی سے کہا اور پھر حادیہ کو گھور کر
 ”مجھے اتنا پتہ ہے کہ اس کا تک شیم“ حادیہ ہے اور وہ اسی بے خبر سی میں ایم ای اے کا اسٹوڈنٹ ہے۔“ نامہ یہ جو
 بینش کے گھورنے پر سر جھٹکا ہی تھا، اچانک یاد آئے پر جلدی سے بولی۔
 ”حادیہ... سننا ہوا کہ ہے یہ نام۔“ بینش نے ڈاکٹرن پر زور دیا۔
 ”وہ حادیہ ٹرائی ان گارو پ ہے MBA پارٹنٹ میں۔“ نامہ نے بتایا۔
 ”اوہ... یعنی ان میں سے کوئی ہے تمہارا فانی؟“ بینش پر جوش ہوئی۔
 ”مجھے کیا پتا؟“ حادیہ نے بے چارگی ہی شکل دکھائی۔

”ان میں سے ایک نام حادیہ ہے اور باقی دو الٹیجھ ہیں۔“ نامہ نے مفید معلومات فراہم کیں۔
 ”ہاں تو چلو... چل کے ابھی پوچھ لیتے ہیں ناں ماں سے کہ تمہارا وہ حادیہ کون ہے؟“ بینش فوراً کھڑی ہو گئی۔
 ”ارے نہیں نہیں، میں ابھی نہیں لگا، کیا سوچیں گے وہ ہمارے بارے میں۔“ نامہ اور حادیہ نے ہنسنے سے روکا اور وہاں پہنچا پہنچا کر جانے لے گئیں تصویر والا قصہ بھی سنایا، جسے سن کر بینش نے سر جھکا لیا۔
 ”اف... اللہ کیا کڑی ہو تم، پہلے نام نہیں سنا اب تصویر بھی دکھاؤ، کیا ہے گا تمہارا حادیہ؟“
 ”وہیے بار! ایک بات ہے۔“ نامہ نے سنجیدہ انداز میں سب کشتی کی تو وہ دونوں بھی متوجہ ہو گئیں۔
 ”کیا بات؟“

”اگر اس کی آبی حادیہ کی تصویر لے کر گئی تھیں تو اسے دی تو ہوگی اور اس نے دیکھی بھی ضرور ہوگی، اور اگر ان تینوں میں سے کوئی اس کا حادیہ ہے، تو اس نے تمہاری بات کیوں نہیں کی؟“ نامہ کی بات پر وہ دونوں بھی سوچنے لگیں۔

”کیا پتہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہو، اور یہ معنی اس کی مرضی کے بغیر ہی ہو، یہ ہی اسے کوئی فرق نہیں پڑا، میرے یہاں ہونے سے۔“ حادیہ نے اداس لہجے میں اپنا قصہ سنایا اور کہا تو بینش نے اسے کمرہ بھوکا لگا دیا۔
 ”تم بھی نمونہ ہی ہو، جب بھی سوچنا اٹھائی سوچنا، بار بار پندرہ Positive بھی تو سوچی سکتے ہو ناں، جیسے کہ اس نے تصویر دیکھی ہی نہ ہو، جیسے اس کی تصویر تمہارے پاس آئی مگر تم نے نہیں دیکھی، اسے ہی اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہو۔“ بینش نے تصویر کا دوسرا رخ دکھاتا چاہا تو نامہ نے بھی تائید میں سر ہلایا۔
 ”ہاں ہو بھی سکتا ہے، اور نہیں بھی۔“

”آج کیا باتوں سے ہی ہوتے بھرنے کا ارادہ ہے؟ چلو ناں چل کر کچھ کھا لیں۔“ نامہ نے مصمم شکل بنا کر پوچھا تو وہ دونوں ہنستی ہوئیں کینٹین جانے کے لیے اٹھیں۔
 ”تم چل کے بیٹھو، ہم دونوں کچھ کھانے کو لاتے ہیں۔“ وہ دونوں ہلٹی ہوئیں اندر کینٹین کی طرف بڑھیں اور حادیہ کرسیوں کی سمت آئی مائینے دھیمان میں دھرا دھرا خالی کرسیوں کی تلاش میں وہ اچانک کسی سے ٹکرائی۔
 ”تمہاری طاقتات ہمیشہ شاید مگروں میں ہی لٹھی ہے۔“ مقابل نے مسکراتے ہوئے لب کشائی کی تو حادیہ نے اس کی طرف دیکھا۔

”سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔“ حادیہ نے ایک سیکڑ دیکھا تو وہ مسکرایا۔

”چاند رات مبارک ہو حاوی جان!“ اچانک دروازے سے بھابی کی پر جوش آواز آئی تو وہ چونک کر اپنے خیالات سے باہر آئی۔

”آپ کو کبھی مبارک ہو بھابی جان!“ وہ مسکراتے ہوئے جہاں تک ہی کے انداز میں بولی تو بھابی ہنسیں۔

”اچھا تو پھر یہ چاند رات ہم سب کے ساتھ اور اس گھر میں تمہاری آخری چاند رات ہے۔“ ہنستے ہنستے بھابی ایک دم عجیبہ ہو گئیں۔

”کیا مطلب؟“ وہ پریشان نظروں سے بھابی کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”مطلب یہ کہ اس کے بعد اگلے خیر کرے تمہاری اگلی چاند رات تو تمہارے سرہال میں ہوگی تاں تمہارے اپنے گھر میں میری گزیا“ بھابی نے شرارت سے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پالے میں لپیٹتے ہوئے وضاحت دی تو وہ شرمائی۔

”اس چاند رات کو تو کچھ مشکل ہو نا چاہیے ناں، کچھ یادگار سا ہے ناں؟“ بھابی کی بات پر وہ مسکرا دی۔

”تم تو شرماتی ہی رہو گی، ایسا کرتے ہیں کہ باہر چلتے ہیں، تم غمگین ہو جاتے ہو، یہ بات اچھی بات کرتی ہوں۔“

بھابی نے فوراً اپنے دل اور جان کو اسے کھلی جامہ پہنانے کے لیے نکل پڑیں۔

اس سے پہلے وہ ہمیشہ گھر پر ہی چاند رات مناتی تھی، اس بار وہ چھٹی مرتبہ بھابی کے ساتھ چاند رات منانے گھر سے باہر جا رہی تھی، رات کی آواز پر ہی رہے اور وہ تینوں باہر آ گئے۔ بھیا نے پہلے انھیں پاٹ کھائی پھر ان دونوں کو چڑیاں لے کر دیں۔

شادی کے بعد پاکستان میں یہ بھابی کی پہلی چاند رات تھی، سو وہ تو بہت خوش تھیں اور خوب انجوائے بھی کر رہی تھیں، مگر حاوی کی یہ آخری چاند رات تھی ان لوگوں کے ساتھ، سو وہ کچھ نا افسانہ بھی تھی مگر چہرے پر مسکراہٹ ہمارے اسی کو چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

بھابی نے مہندی کے انشال سے مہندی لگوائی اور اسے بھی آخری گھوڑا ان کی خوشی کی خاطر خاموشی سے چھپ گئی، بھابی نے اس کے دونوں ہاتھوں کی دوڑوں ساتھ وہیں مہندی لگوائی اور وہ نہ کہ غمگین تھی، حاوی نے اس سے پہلے بھی اتنی غل مہندی نہیں لگوائی تھی، سو اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

یہاں سے فارغ ہو کر انھوں نے کافی دیر وہ ڈھٹا چمک کی، عید کی شاپنگ تو پہلے ہی مکمل ہو چکی تھی، بھابی اسے مشورہ دیتی، جیس کہ وہ شادی کے لیے ایسا ڈریس بنوائے اور وہ ایسے کے لیے وہی لکڑی کا خاموشی سے مسکراتی رہی، بھیا کو ایک چھوٹی شاپ پر ایک لمبے گھس بہت پسند آیا، انھوں نے فوراً اسی ڈیزائن کا ایک اور منگوایا اور دونوں خرید لیے۔

”یہ میری طرف سے تم دونوں کے لیے۔“ بھیا نے چھوٹی ہاکس ان دونوں کی طرف بڑھائے، وہ ان دونوں کو گاڑی میں بٹھا کر خود اندر گئے تھے، اس لیے وہ نہیں جانتی تھیں کہ یہ کیا ہے، ہاکس کھولا تو وہ دونوں حیران رہ گئیں۔ چارک سی طور پہنچن پر جھلک کرتے؟ انہیں لگے ہوئے تھے۔

”اس کی کیا ضرورت تھی بھیا؟“ حاوی نے سیٹ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اے کہے کیوں ضرورت نہیں تھی، مجھے اچھے لگے میں نے لے لیے۔“ بھیا نے چھوٹی ہاکس بند کر کے شاپنگ بیگ میں ڈالے اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

”بٹ یہ تو بہت Expensive ہیں، اتنی فضول خرچی کی بھلا کیا ضرورت تھی؟“ بھابی نے بھی پوچھا تو بھیا

ایک دم پہلے۔
 ”جہ سے بھی اُمس نے گفت کیا، بجائے شکر یہ کے تم دونوں اعتراض کر رہی ہو، میرے لیے تم لوگوں سے بڑھ کر کچھ Expensive نہیں ہے۔“ ہمایا خفا خفا سے بولے اور گاڑی آگے بڑھائی، حادیہ اور بھائی نے بے چارگی سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ایک ساتھ بولیں۔

”سوری پلیز!“ ہمایا نے کوئی جواب نہیں دیا اور گاڑی کی اسپیلڈ تیز کر دی اور پھر آئس کریم مار کے سامنے ہی روکی۔ وہ دونوں اتر کر اندر چلی گئیں کی طرف بڑھیں، کچھ دیر بعد بھائی نے میں جیکو آئس کریم کے 3 کپ رکھے آگئے، خاموشی سے ان دونوں کے سامنے کپ رکھے اور خود سامنے کی کرسی پر بیٹھ گئے۔ جیکو آئس کریم حادیہ کی ٹیورینٹ جی مادی لیے ہمایا کی لائے تھے۔

”ہمایا! ہم کھا میں گے کیسے؟“ حادیہ نے دونوں ہاتھ ہمایا کے سامنے کرتے ہوئے معصومیت سے پوچھا تو فوراً ہی بھائی نے بھی اپنے ہاتھ سامنے کرتے ہوئے معصوم صورت بنائی، ہمایا نے دونوں کی مہندی دیکھ کر مسکراتے ہوئے سر ہٹا دیا اور پھر آگے بڑھ کر ہمایا کے آئس کریم کھانا شروع کی۔

سین کچھ یوں ہوا کہ پہلے وہ ایک بیچ حادیہ کو کھلاتے پھر دوسری بھائی کو، آخر میں سامنے میں ڈالتے، ہمایا کا غصہ اڑ چکا تھا، ان دونوں نے پھر دوسری کیا ساتھ میں بیکس اور آئس کریم کے لیے بیکس بھی، یوں تینوں نے بیٹے بیٹے آئس کریم قسم کی اور کھرا لیں آگئے۔

کمر بیچ کر بھائی نے تو ہاتھ دوسرے کی مٹھی اسی کے ساتھ صبح کے لیے کچھ کام کروانے تھے مگر حادیہ کی انھوں نے منع کر دیا کہ وہ ابھی مہندی لگی رہتے ہیں، صبح تک ابھی تک آئے گا۔

وہ خاموشی سے کمرے میں آئی، ابھی مہندی لگی تھی، وہ کچھ دیر اور ادھر چلی رہی، پھر تھک کر بیڈ پر دراز ہو گئی، مگر کھینس سو نہ تھی ابھی چرو سامنے آ گیا، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

”بالہ! یہ کیوں میرے پیچھے نہ گیا ہے۔“ وہ مٹھی سے پتہ چلائے ہوئے اتھو بھی، ایک عجیب سی کیفیت اسے گھیرے ہوئے تھی، جسے وہ کوئی نام نہ دے پا رہی تھی، مگر جس کے ساتھ مگر کھینس جڑنے والا تھا، وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی، نہ جانے وہ کیسا تھا، کیسے حراج اسے لائے گا۔

”پتا نہیں میں اسے کیسی لگی ہوں گی۔“ وغیرہ جیسے سوالات اس کے دل میں لپکن پھا رہے تھے، جو اس کا سب کچھ بننے والا تھا، اس کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی، حتیٰ عجیب بات تھی، اس نے اس کی طاقت پر ہنسی آئی۔

ان ہی سوچوں میں ڈوبے جانے کب آنسو آنکھوں سے بہہ کر گالوں پر پہنچے، حادیہ کو پتا نہ چلا، اس نے دائیں کندھے سے آنسو پچھے، ہاتھوں پر مہندی جو تھی، پھر بیڈ سے اٹھ کر کرسی پر جا بیٹھی، نیند آنکھوں سے کھول دی۔

دوسرے صبح کراچی اور فراغت سے چھکارے کے لیے کب ریک کی طرف بڑھی، اب نکالنے سے پہلے اس نے ایک نظر ہاتھوں کی مہندی پر ڈالی، انگلیوں کی جگہ سے سوکھ چکی تھی، جبکہ پچھلی پر کہیں کہیں ابھی مٹی تھی، اسی نور و خورش میں حادیہ کی نظر مہندی کے کنارے آنکھ میں بنے دل پر پڑی جس میں غناست سے ”H“ بنے ہوئے تھے وہ مسکرائی، یہ بھائی کی شرارت تھی، انھوں نے اس کی عدم دلچسپی سے فائدہ اٹھا کر مہندی لگانے والی لڑکی کو یہ چاہت دی تھی۔ کب ریک میں پڑی جس کو آگے پیچھے کر کے ایک بک نکالنے ہوئے اپنا کب ایک خاکی کھانچہ لپچے کر اوپر اٹھانے کے لیے لپچی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے بغور لٹکانے کو الٹ پلٹ کے دیکھا، پتہ لکھا بھی نہیں تھا لٹکانے کے باہر اس نے لٹکانے کے اندر جھانکا تو وہ کوئی تصویر تھی، اس نے تصویر باہر نکالی تو سامنے کی طرف اس کی پشت تھی جس پر "حدید" لکھا ہوا تھا، حادیہ کا دل بے در سے دھڑکا۔

"یہ یہاں تھی میں سمجھ رہی تھی کہ دہلی میں چلی گئی ہے۔" حادیہ نے دل ہی دل میں سوچا اور دھڑکتے دل کے ساتھ تصویر مٹاتی تو گویا آنکھیں جھپکنا ہی بھول گئی، تصویر میں وہی چہرہ تھا جو بے غورشی میں اسے دیکھ کر مسکرا اٹھتا تھا، وہ حیران ہوئی، مگر فوراً سر جھٹکتے ہوئے خود کو سر ڈالتی۔

"اُف... ایک تو یہ میرے حواسوں پر چھا گیا ہے، اب حدید کی تصویر میں بھی یہ نظر آ رہا ہے۔" حادیہ نے بڑبڑاتے ہوئے تصویر پر دیک پر دیک اور پلٹ کر ٹھیک پر دیکھے جگہ میں سے نگاہ میں پانی کا قطرہ اور وہیں ٹھیک پر بیٹھ کر بچا، مگر کچھ لمحوں بعد پھر ایک دیک کی طرف بڑھی اور تصویر اٹھا کر دیکھی، مگر یہ کیا اس بار بھی وہاں "وہی" تھا، حادیہ کو گھبراہٹ سے یک جگہ سمجھی رہی وہ جو تصویر میں بھی اسی دلکشی سے مسکرا رہا تھا، یہ مگر حادیہ کے لیے ناقابلِ فہم تھا کہ حدید کی تصویر میں "وہ" کیسے اور کہاں نظر آ رہا تھا۔

"تو کیا یہی حدید ہے؟" حادیہ نے گویا خود سے سوال کیا اور پھر اس انکشاف پر مسکرائی، یہ غورشی میں ہونے والے اپنے اور اس کے گہرا ڈانچے۔

"جیسا تو ایسے لگے تھے، مگر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چمک جاتی تھی۔" وہ سوچتے ہوئے دیر لپ مسکرائی اور تصویر کو اپنی نگاہ کی طرف پھینک دینے کا ارادہ تھا مگر فینڈ تو گویا ہاک ٹینی تھی، اسے تو گویا ہفت انگلیم کا ٹھنڈا ایل کیا تھا، ساری بے چینی اور انکھیں خود بخود اسی سمت ہو گئی تھیں۔ وہ بے اختیار اسے سوچنے لگی۔ دل پر سکون ہوا تو فینڈ خود بخود آنکھوں کے کنارے اتر آئی اور حادیہ کو اپنی بے سکون آنکھوں میں لے لیا۔

☆ ☆ ☆

مید کی صبح بہت خوبصورت اور دلکش تھی، ابھی ابھی ہوا میں دھندلی اور بادلوں نے آسمان پر ڈیر ڈالا ہوا تھا۔ کہتے ہیں وہاں کو دل کا موسم اچھا ہوتا ہے، مگر حادیہ نے جھانکنا ہی نہیں کیا، اس لیے اسے ہر چیز اچھی لگتی تھی، موسم پہلے ہی خوشگوار تھا، مگر حادیہ کو تو خاص طور پر خوشگوار لگ رہا تھا، ہر جگہ مسکراتا ہوا اور خوش محسوس ہو رہا تھا۔

ابو اور بھائی میدان کی نماز پڑھ کر آئے تو وہ فوراً ان کی طرف بڑھی، میدان کے سامنے ہتھیلی پھیلا کے میدان کی مٹی کو ابو اور بھائی کے سامنے اس کے پچکاتے انداز پر مسکرائے، ابو نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کی چوٹائی پر بوسہ دیا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

یہ منظر دیکھ کر کمرے سے نکلتی امی کی بھی آنکھیں بھرا آئیں، ان کی لاڈلوں بیٹی جی، اس گھر کی روٹی پرانی ہونے والی تھی، بھائی نے قریب آ کر ای کے کندھے پر بازو پھیلائے تو امی نے فوراً آنسو صاف کیے اور مسکرائیں۔ بگودہ میں وہ لوگ آنے والے تھے، نکاح کے لیے دونوں طرف سے قریبی چند رشتے داروں کو ہی مدعو کیا گیا تھا، کیونکہ بڑا نقشہ تو ان دونوں کے استخوانوں کے بعد ہتھی کا ہونا تھا، جس پر سب رشتے داروں کو مدعو کیا جانا تھا۔ ان کے قریبی رشتے دار بھی آنا شروع ہو گئے، بھمبر کے بعد نکاح ہونا تھا، پیش اور نامہ بھی آ گئیں اور حادیہ کو خوب لگ گیا دونوں نے اس کی کزنز کے ساتھ مل کے اس کے تانے پر کہ حدید کی تصویر اس کی یک میں سے ملی ہے تو نامہ اور پیش نے اسے خوب ستائیں، بھابھو مسکرائی رہی۔

وہ لوگ جب پہنچے تو حامد اور بیٹن اس کی کزنز کے ساتھ پھولوں کی بیٹھیں تھیں ان کے استقبال کے لیے لان میں کھڑی تھیں۔ ہانی سب بھی پہنچے تھے جبکہ حادیہ اوپر کمرے میں گئی اور اس کے پاس اس کی کزن رملہ بھی۔ یہاں خاموشی میں ہانی بیٹی کو سلائے آئی تھی۔

”حادیہ! آؤ ہم ٹیبل سے دیکھتے ہیں۔“ رملہ حادیہ کا ہاتھ تھامے ٹیبل کی طرف بڑھی۔

”نہیں! آئی! اس نے دیکھ لیا تو؟“ حادیہ گھبرائی۔

”کوئی نہیں دیکھتا، نیچے سب بڑی ٹیبل ویسے بھی کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ اوپر سے کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں؟“ رملہ نے اسے مطمئن کیا اور دونوں ٹیبل پر آ گئیں اور ذرا سار بیگ سے نیچے جھانکا۔ سب لڑکیاں پھول پھاڑ کر رہی تھیں، اور ملنے ملانے کا سین جاری تھا۔ وائٹ شلوار پر اسکاٹے بیو کرتا پہنے، گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے حسب معمول دلکش مسکراہٹ لہوں پر تھامے حادیہ سب سے مل رہا تھا، حادیہ اسے دیکھ کر مسکرائی، اسی ٹیبل حادیہ نے سر اٹھا لیا اور اس کی نظر بیگ سے جھانکتے چہرے پر پڑی، حادیہ کی نظر پڑنے سے ہی اس کے مسکراتے لب جس تیزی سے سننے والی تیزی سے حادیہ مسکراتے ہوئے اندر کی طرف ہلکی حادیہ کی اس حرکت پر رملہ غوب نہی۔

”اے اللہ حادیہ! تم تو یوں جیسا میں جیسے کرتی دکھاؤ، وہ تو اخلاقی سے اس نے لو پر دیکھ لیا اور تم ہو کہ۔“ رملہ مسلسل ہنسنے ہوئے بول رہی تھی اور حادیہ اپنے دھڑکنے والے دل کو سنبھالتے ہوئے مسکرا رہی تھی مگر دل تھا کہ چیز تیز دھڑکنے کی بجائے جارہا تھا۔ اس کی ایک جھلک حادیہ کا قوسوں لے گئی، وہ جو بیکھل مسکراہٹ کے اپنے سرسالی رشتے داروں سے مل رہا تھا، اب اسے اڑ کر دیکھنے والوں سے کوئی دھڑکنے والے ہے۔“ حادیہ نے بے بسی سے سوچا۔

”یہاں بھی ہوتا تھا میرے ساتھ، پہلے کیا تم نے اس کا نام لیا؟“ جواب یہی آؤ؟“ وہ سوچا۔ سوچے جا رہا تھا کہ قسمت نے اس کے ساتھ یہ کیا کھیل کھیلایا ہے۔ انہی دنوں اس نے بیکھل اپنے دل پر جبر کر کے خود کو اس کے رشتے کے لیے آباد کر لیا تھا اور اب... وہ لوگ ڈرامہ گروم میں کھیل کر سونے پر بیٹھے، حمید اور حادیہ کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

”حادیہ! آؤ آؤ کے؟“ وہ دونوں مسلسل اس کے ساتھ باقی رکھ رہے تھے مگر اس کی طرف سے کوئی رہائش نہ پا کے حادیہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے تشویش سے پوچھا تو وہ بولا اور سوجھ بوجھ سے باہر آیا۔

”ہاں۔“ حادیہ نے سوالیہ نظروں سے حادیہ کو دیکھا تو اس کے اس اعزاز پر حمید اور حادیہ نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا۔

”کیا بات ہے حادیہ! کوئی پریشانی ہے کیا؟“ اب کے حمید نے پوچھا تو حادیہ نے ہنسی میں سر ہلایا مگر بولا کہ نہیں۔

”نہیں، کوئی تو بات ضرور ہے، کیا ہمیں بھی نہیں بتاؤ گے؟“ حادیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کے اپنا بیٹن مگر اسے اعزاز پر حادیہ نے بے بسی سے ہنسی سانس لی، وہ دونوں اس کے بیٹن کے دوست تھے اور آج تک بھی انہی کوئی بات حادیہ ان سے نہ چھپا سکا تھا، نہ ہی اب چھپا سکتا تھا، اس کا کوئی بھائی نہیں تھا، یہی تو دور از دار و دم گسار تھے اس کے۔

”یاراؤ... وہ یہاں بھی ہے۔“ حادیہ کے اعزاز پر انہیں سمجھنے میں دیر نہ لگی، کہ حادیہ کسی کی بات کر رہا ہے، ان دونوں نے بے چارگی سے ایک نظر اپنے دوست کو پھر ایک دوسرے کو دیکھا، انہیں اس کے دیکھ کا اعزاز تھا کہ وہ کیا کر سکتے تھے۔

”یار! ایک بات کہوں، وہ لوگ ہی ہے ہاں، کوئی اور مخلوق تو نہیں، ہر جگہ پہلے سے موجود ہوتی ہے۔“ عادی نے حدی کا دھیان بنانے اور اس کا موازنہ کرنے کی خاطر شرارت سے پوچھا تو وہ دھمکی پر مسکراہٹ کے ساتھ سامنے بکھٹے لگا دیاں سے پہلے کہ وہ دونوں حریف کچھ کہتے، عادی کے انگوٹے سامنے صاحب اس طرف آگئے، اور عادی سے باتیں کرنے لگے۔ جس سے عادی کا دھیان پکھڑے کے لیے بٹ گیا۔

ظہر کی نماز کے بعد کھانا کی رسم ادا کی گئی، عادی اور حمید، عادی کے ساتھ ہی بیٹھے رہے، عادی نے دل پر پتھر رکھ کے کھانا خورنے پر دستخط کر دیئے مگر دل کچھ بوجھل سا محسوس ہونے لگا، عادی اور حمید مسلسل اس کو دوسرا دھڑکی باتوں میں لگے کہ اس کا دھیان بٹا رہے تھے، انھیں اپنے دوست کی حالت سے تکلیف ہو رہی تھی، مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ کچھ کر سکی نہیں کہتے تھے، اس کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کے لیے۔

کھانا کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا اور کھانے کے بعد آہستہ آہستہ کر کے رشتے دار واپس چلا کر شروع ہو گئے اور ڈرائنگ روم میں صرف دونوں گھروں کے افراد رہ گئے، سب اپنی اپنی دلچسپی کے موضوع پر بات چیت کر رہے تھے، ماں دونوں کے بھانے پر عادی تھوڑا بہت مسکراہٹ پر باقائدہ ان کی باتوں پر، مگر یہ مسکراہٹ کس قدر مشکل سے اس کے لبوں پر آ رہی تھی اس کا اندازہ ان دونوں کو تھا۔

عادی سر جھٹکے فوراً توجہ ہو کر بیٹھا کارپنٹ کو دیکھ رہا تھا، جب عادی کی آنی اور عادیہ کی بھائی عادیہ کو لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے، عادیہ اور حمید عادیہ کو دیکھ کر پہلے تو حیران رہ گئے پھر خوشی سے مسکراتے ہوئے عادیہ نے سر جھٹکے پرانی قصوں کے اداں سے دیکھتے نکل بنائے، عادیہ کو کتنی ماری، عادیہ نے چمک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”سامنے دیکھ یار!“ حمید نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو عادی نے ناگہی میں سامنے دیکھا تو حیرت سے فوراً سیدھا ہوا۔

عادیہ بے نی چمک کھر کے عیس کا کام والے فرار میں لگا ہوا تھا، ایک اب اور بیچنگ چوہاری پہنے اپنی بھائی اور عادی کی آنی کی رسمیت میں سر جھٹکے دھیرے دھیرے پہنچ گئی تھی، عادی نے عادی کی طرف دیکھا جیسے اس سے تصدیق چاہ رہا ہو کہ جو وہ دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے؟

”یہ۔۔۔۔۔۔“ عادیہ کو کچھ نہیں آیا کہ وہ بولے کیا، سامنے کا سفر ہی نا قابل یقین تھا جو کہ اس کے دہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

”یہ ہماری بھائی ہیں یار!“ حمید شرارتی انداز میں بولا تو اس نے پھر سامنے دیکھا، دونوں عادیہ کو ساتھ والے موڑنے پر ہما کے ساتھ مٹھا بچتی تھیں۔

”سمجھو مشورہ مان تو اسے بھول جاؤ، ہماری بھائی کسی سے کم نہیں ہیں۔“ عادی نے اسے پرسکون دیکھ کر شرارتی لہجے میں مشورہ دیا تو وہ مکمل کے مسکرایا، اس کے یوں مسکراتے پر ان دونوں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے دونوں بعد وہ دل کی رضا مندی سے مسکرایا تھا، اس کی مسکراہٹ اس کی خوشی اور سرشاری کی غماز تھی، وہ دونوں بھی خوش ہو گئے، عادیہ مسکراتے ہوئے ڈراما ساز چھا ہو کر یک ٹک سے ہی دیکھ رہا تھا، کہ حمید نے اسے ٹھوکا دیا۔

”بس کر یار! تیرے سرسالی تنکے پیٹتے ہیں، بعد میں دیکھ لینا بھائی کو، ابھی تو صلہ رکھ۔“ حمید کی بات پر وہ بیچنپ مکیا۔

”وہیے ہوئی بڑی زیادتی ہے تیرے ساتھ، مجھے بڑی تھوڑی ہے۔“ عادی نے سنجیدگی سے کہا تو دونوں نے

حیرانگی سے اسے دیکھا۔
 ”ویکھو ناں، بھائی کا نکاح تم سے ہوا ہے، انھیں یہاں بٹھانا چاہیے تھا ناں، لے جا کے وہاں آئی کے ساتھ
 بٹھا دیا، دس ازناٹ لکھ رہے ناں حمید؟“ حادہ کی بات پر وہ دونوں قہقہے مچا دیں گویا دل سے بھاری بوجھ ہٹ
 گیا ہو۔

☆.....☆.....☆
 ہماری غرض بھتیگی کا عالم تو دیکھو
 ہوا دیہ اس کا جسے کھوہے کا یقین ہو چلا تھا

حدی نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا تو وہ دونوں مسکرائے۔
 ”واہ، واہ! کیا بات ہے، عشق نے شاعر بنا دیا۔“ حمید نے پھینچا وہ تینوں ان میں بیٹھے تھے، زمین انھیں یہاں
 بٹھا کے خود کسی کام سے اندر گیا تھا۔
 ”حدی! تم کچھ مس کر رہے ہو آج کے دن کے حوالے سے۔“ وہ تینوں باتیں کر رہے تھے، جب سیما آئی آپا کے
 حدی سے مخاطب ہو گیا۔

”مس۔ کیا چیز؟“ حدی نے سوچتے ہوئے پوچھا۔
 ”کوئی رنگ وغیرہ؟“ آپا نے مسکراتے ہوئے پتھر سا اشارہ دیا تو وہ چمکا۔
 ”اوہ۔ میں تو بھول ہی گیا۔“ حدی کو یاد آیا کہ مٹھی پر اس نے کہا تھا کہ نکاح پر وہ خود حادہ کو رنگ پہنانے کا وہ
 سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

”ہٹ ڈنٹ وری ڈیز۔ میں ہوں“ آپا نے اس کا شان چھپتا ہے ہوئے قہقہے دی، تو حدی نے سوالیہ
 نظروں سے انھیں دیکھا، اسے میں سے حدی بھائی آگئے۔
 ”یہیں بیٹھو آپ کا کام ہو گیا۔“ حدی بھائی نے ایک بھولی بھولی ڈیبا پائٹ سے نکال کر آپا کو دکھائی۔
 ”فینک نے ڈیز آیا تو حدی! سنہا لو اسے۔“ آپا نے مسکراتے ہوئے ڈیبا حدی کو دی، تو وہ
 مسکرایا۔

”اوہ آپا! آؤ سو سو بیٹ، لونے!“ حدی نے پیار سے آپا کے کندھے پر ہاتھ پھیر کر ان کے سر کے ساتھ سر
 جوڑا۔

”اچھا! اچھا! فینک ہے، اب بند کر دیہ بٹرنگ، مجھے ایک ہزار ضروری کام ہیں! آئی مسکرا کر اس کے بال
 کبھی جڑے ہوئے اندر کی طرف بڑھیں۔“

حادہ کے بابا نے حادہ کے سر پر والوں کو رات کے کھانے کے لیے روک لیا، حادہ اور حمید کو بھی کہا مگر وہ
 معذرت کر کے چلے گئے، حمید کے گھر سے کال آ گئی تھی، اور حادہ بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ کرن بھائی مکن میں تھیں،
 سیما آپا نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اندر کمرے میں گئیں اور حادہ کو ساتھ لے آئیں۔
 ”حادہ! آؤ لان میں چلے ہیں۔“ سیما آپا نے حادہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر گھر کے پچھلے لان میں چلی

آئیں۔
 ”آج موسم بہت ٹاؤس ہے ناں؟“ آپا نے آسمان پر جا بجا پھیلے بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو حادہ نے
 بھی ان کی تائیدی کی۔

”تم یہاں غمزدہ، میں ایک صفت میں آتی ہوں۔“ آپی مسکرا کر بولتی اندر چلی گئیں۔ غصہ ہی ہوتا تو ہو گئی تھی، پس لگہ بہ لگہ کہ جیسے ہاتھ پر سے کوئے تاب میں، بڑے زور و شور سے گرج رہے تھے، عادیہ کچھ دیر ہاتھوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھتی رہی پھر اچانک چلی تو کسی سے گھرا گئی۔

”میں ہی گھمرا گئی تھی، بلا اثر ہم یہاں تک پہنچی آئے۔“ مقابل نے حسب معمول مسکرا کے کہتے ہوئے گہری نظر عادیہ کی جانب دو گھنٹہ کی صورت پر ڈالی، وہ اس کی تھی یہ احساس ہی نظر بہ تھا۔
”سو، سو ہی!“ عادیہ نے اس گھمراؤ پر شرمندگی سے معذرت کی۔
”سو ہی نہیں جھجک ہے!“

”جی۔“ عادیہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا جواب نے انداز سے ہمیشہ ہی اسے حیران کرتا تھا۔
”جی، آپ نے گھمرا گھرا کے اپنا آقا باند کر دیا ہے کہ آپ کے علاوہ غمزدہ نہیں اور غمزدہ ہی نہیں۔“ عادیہ کے چہرے کو غمزدوں کے حصار میں لیے حدید پھیر لے گئے میں بولا تو عادیہ نے بے اختیار غمزدہ چہرے میں ہاتھوں پر شوق کی لالی عیاں کی کے ساتھ آتی تو حدید کے کب کھل اٹھے۔

”ایک بات پوچھوں عادیہ!“ حدید نے دھتے لے گئے میں اسے مخاطب کیا۔
”جی پوچھیں۔“ عادیہ نے آہستگی سے کہا۔

”کون غمزدہ میں میرے ساتھ آپ کا اپنی ٹیڈ پکچر مجھ نہیں آیا، کبھی ٹھیک سے بات نہیں کی آپ نے؟“ حدید نے اس ابھی بھی کو سلجھانے کا ارادہ کیا جا رہے تھے جی گھمرا گئی تھی۔
”میں Unknown لوگوں کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی۔“ عادیہ نے سادگی سے جواب دیا اور قہر جی کر ہی پر بیٹھ گئی۔

”Unknown....؟“ مگر ہماری انکیت ہو چکی تھی، عادیہ بھی بولن ہو سانس کی کر ہی بیٹھ گیا۔
”اور آپی نے تصویر بھی دی تھی میری۔“ اس نے جواب دے کر غمزدہ سے عادیہ کو دیکھا۔

”وہ تصویر تو مجھ سے گھوٹی گئی، مکمل رات کوئی ہے۔“ عادیہ نے سر ہونچا کے آہستہ سے بتایا تو وہ ہنسا، عادیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

”یعنی یہ عید ہم دونوں کے لیے سر پر اتر لائی ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے غمزدہ سے بولا تو عادیہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”اچانک ٹھیک، میں نے تصویر نہیں دیکھی، مجھے طے تھا کہ میری مرضی کے بغیر، بنا کر ہی دکھائے منگنی کر دی، سو میں نے بھی بائیکاٹ کر لیا تھا، آپ کی تصویر تو ابھی بھی میری دراز میں پڑی ہے۔“ حدید نے اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں خودی وضاحت کی۔

”تو پھر آپ مجھ کو کچھ کر سکتے کیوں تھے؟“ عادیہ نے حیرانگی سے پوچھا، وہ تو کبھی تھی کہ وہ جانتا ہے اسی لیے مسکراتا ہے۔

”ولی مراد پوری ہو تو دل خوش ہو جاتا ہے اور دل کے خوش ہونے سے مسکراہٹ اپنے آپ ہی لبوں پر میرا کر لیتی ہے۔“ حدید کے جواب پر اس نے شرمائے پائیں جھکا لیں۔

”اف...!“ اچانک حدید نے اپنی بیٹھائی پر ہاتھ مارا تو وہ چہرہ کی۔
”کیا ہوا؟“ اس نے پریشانی سے پوچھا۔

”مید مبارک!“ حدیہ مسکراتے ہوئے گھیر لکچے میں بولا تو حادیہ بھی مسکرائی، باتوں کے دوران انھیں میدوش کرنا تو بھول ہی گیا تھا۔

”خیر مبارک! آپ کو بھی مید مبارک!“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تو حدیہ ہنسا۔
 ”واقعی یہ مید تو بہت ہی مبارک ہے، میری دلی مراد یہ آئی، اور یہ کل تک تو میں بہت سیذ تھا، جھک گاؤں میں نے مراد پاپا کے فیصلے سے انکار نہیں کیا، مجھے کیا پتا تھا کہ میری غرضیوں کی Key سما کی فرمانبرداری میں Save ہے۔“
 حدیہ نے غصی سے بولتے ہوئے کرتے کی جیب سے سرخ نقلی ڈیبا نکالی کہ کوئی تو اس کے لیوں پر مسکراہٹ آگئی۔
 ڈیبا میں گولڈ کی رنگ میں ہارٹ شپ ڈائمنڈ جھلکا رہا تھا، یہ وہی رنگ مگی جو چند دن پہلے آپنی کے ساتھ جیواری کی شاپ پر حدیہ نے دیکھی تھی اور اسے اچھی لگی تھی۔

”یہ تمہارے لیے میری طرف سے، نکاح مبارک ہو!“ حدیہ نے حادیہ کا ہاتھ تھام کر گولڈ کی رنگ اس کی عزریلی انگلی میں پہنا دیا۔
 ”یہ تمہارے لیے مسکرا کر کہا تو حادیہ نے نظریں جھکا لیں۔

”ایک ٹیکسی لڑی، ملاقات کا نام نہ ہو، پیار بھرا اور عشق ذرا منحصر کریں، کیونکہ لائٹ چلی گئی ہے اور سب باہر آ رہے ہیں۔“ حادیہ کا ہاتھ حادیہ کی نظریں اس کے شرم سے جھکے چہرے پر تھیں جب اچانک پیچھے سے سما آپنی اور کران بھائی کی شرارت جبری آواز ابھری تو وہ دونوں جھینپ گئے، پہلی پہلی بار شرم شروع ہو چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

”حدیہ بیٹا! آپ کو سبزی بھی کھانے سے؟“ صاحب ذرا رہے تھے، جب سیکڑ بیگم نے بانی پیتے حدیہ سے سوال کیا تو جہاں حدیہ کا پانی پیتا ہوا تھا، وہیں پیتا آپنی کی مٹی جھوٹ گئی، سب نے حیرانگی سے انھیں دیکھا۔

”آئی آئی! یہ کیا ہو چلا آپ نے، ہمارے حدیہ صاحبہ کو کدو “سبزی“ سے اتنی چڑ ہے کہ اس کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے اور آپ کھانے کا پوچھ رہی ہیں۔“ حدیہ کے ساتھ بیٹھے سعد بھائی نے ہنسنے ہوئے بتایا تو سب ہنسنے لگے جبکہ حدیہ جھینپ گیا۔

”یعنی خوب کڑے گی جوئی بیٹیس کے دیوانے دو۔“ کران بھائی نے سعد بھائی کی بات پر شرارت سے حادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا۔

”ابھی تو اس کا مطلب ہے کراب میں قسلی سے جب دل چاہے کوئی بھی سبزی بنا سکتی ہوں، پہلے تو یہ سوچ کے کبھی کبھی سبزی پکاتی تھی کہ حدیہ نہیں کھائے گا اور اس کے لیے الگ کچھ بنانا چاہیے گا، کراب حادیہ بنی جانے اور حدیہ صاحب جانیں، میرا تو ذمہ تو ش پوش ہے۔“ قاطر بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو حدیہ نے مسکرا کے حادیہ کے مسکراتے چہرے کی طرف دیکھا، اس کی مسکراہٹ نے اسے سرت و طمانیت کے احساس سے سرشار کر دیا۔

حدیہ ممالور حادیہ کو مسکراتے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو والدین کی فرمانبرداری کے صلے میں حادیہ کی صورت میں ایسا انعام عطا کیا ہے، جو اس کی زندگی میں بہار کے خوشگوار جھونکے کی طرح آئی اور اس کے مشام جان سنیکے گئے ہیں، اس نے دل ہی دل میں اس نعمت کے شکرانے کے لیے شکرانے کے لواحق چننے کا ارادہ کیا جس نے اس کی زندگی کو گل بگڑا اور اس کی مید کو خوشیوں کی نوید بھاریا تھا۔

☆.....☆.....☆

قمر و شہک کی سحری شہر

"سوری ڈالے بیٹا" سر کو جھکائے کان کو اس طرح پکڑے منہ کو لٹکائے وہ اس طرح کھڑا تھا کہ ڈالے
روتے روتے مسکرا دی تھی۔ سبز آنکھوں میں آنسو لیے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے یہ لڑکی ازریل کے دل



میں اترتی چلی گئی تھی۔ دل شدت سے جا بکا کر اسے اپنے دل میں بٹھائے سب کی نظروں سے چھپائے دور کہیں بہت دور لے جائے۔ دل تو شدت سے یہ بھی چاہتا کہ زور سے عارفین کے گال پر ایک ہاتھ جڑ دے، مگر ہشکل خود کو قابو کیے داستانوں کو اتنی زور سے، جھینچا کہ ماسخ کی ساری رنگیں غصے سے ابھری تھیں۔ عارفین کو ایک غصے کی نظر سے دیکھتا وہ دکان میں وہاں سے لٹکا ہی چلا گیا تھا۔

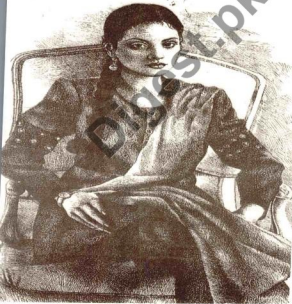
”لوہ... شہت پارا زرمیل ناراض ہو گیا، اب اس کو بھی مٹانا پڑے گا۔“ عارفین نے بڑی بے جا مگر سے کہا تھا۔

”مگر وہ کیوں؟“ آپ نے مصوویت سے عارفین سے سوال کیا تھا۔

”اے بڑی مافی اڑا لے کو جھڑ لایا ہے۔“

”پھر تو وہ اپنی جگہ بالکل راضی ہیں، بلکہ میں تو کہتی ہوں زرمیل کو ایک ہاتھ تھہارے جڑنا ہی چاہیے۔“

راجہ نے بھی ناراضی سے کہا تھا۔



”تو بھر ٹھیک ہے یہ سزا میں بھگت کے آتا ہوں، ورنہ آپ کے لاڈلے بچے صاحب ڈنر کا سارا حشر بد مزہ کر دیں گے۔“ وہ ڈالے کے سر پر ہاتھ رکھتا وہاں سے چلا گیا تھا تا کہ ڈرمیل کو مٹا سکے۔

”اب یہ سب کچھ چھوڑ دو یہ ملازم صاف کر لیں گے، تم چلو یہاں سے۔“ آسیہ نے اس کا ہاتھ تھامنا جو کالج صاف کرنے کے لیے جھکی جا رہی تھی، اور پھر سب ڈانٹنگ ٹھیل پر آ گئے تھے، عارفین نے بڑی مشکل سے ڈرمیل کو سنا لیا تھا۔

ماحول پہلے جیسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا، فہیم احمر بھی آفس سے آ گئے تھے، ڈانٹنگ ٹھیل پر سب کو اٹھنے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے اور ڈالے کی موجودگی پر تو نہایت خوشگوار حیرت بھی ہوئی تھی، ڈانٹنگ ٹھیل ماحول میں کھایا گیا تھا، ساری ڈشز ہی بہت لذیذ و مزیدار بنی گئیں، آسیہ نے آج خاص طور پر بہت اہتمام کیا تھا، کافی دیر تک شپ لگانے کے بعد سب اپنے اپنے پورشن میں اپنے بیڈروم میں چلے گئے تھے۔

”آج کھانا بہت مزیدار بنایا ہے آپ نے، اور سب کو اٹھنے دیکھ کر تو اور خوشی ہوئی تھی۔“ فہیم احمر بہت کم کھانے کی تعریف کرتے تھے مگر کبھی بخول جاتا چپ چاپ کھا لیتے تھے۔

”جی آپ بہت کدے ہیں اور ڈالے آئی تھے تو اور زیادہ خوشی ہوئی ہے، اس کا مطلب ہے آگے کے حالات بہتر نظر آ رہے ہیں۔“ آسیہ نے بڑے ٹھیک ٹھیک کے آگے ٹیبل اپنی کاپی پہنکی جیڈلری اتار دی تھیں، اور وہ جن حالات کا ذکر کر رہی تھیں فہیم احمر بخول جاتی سمجھ بھی گئے تھے۔

”الٹا مالٹا، اور آپ کے صاحبے زادے کی راہ درست پر آ گئے ہیں، مگر ایک بات ذہن میں اور بھی رکھیے گا، حالات جیسے بھی دیکھیں بہر حال آخری فیصلہ تو ارشد کا ہی ہوگا، کیونکہ ہم نے اسے زبان دے دی ہے۔“ فہیم احمر بیک کر اُن سے لگ لگائے لیپ ٹاپ پر اپنے آفس کا کوئی کام کر رہے تھے۔

”نہیں فہیم صاحبہ! یہ تو سراسر نا انصافی بھی ہے اور ڈرمیل کے ساتھ زیادتی بھی، اور پھر آخری فیصلے کا اختیار تو ڈالے کو ہی ملنا چاہیے نا! آخر وہ ڈرمیل کی بیوی ہے، آسیہ جی تو جیسا بیٹے پر فہیم احمر کے سامنے آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

”بیوی دہی بیوی جسے ڈرمیل خود ڈالے کی دوسرے دن کی شادی کر چکے تھے اور یہی سب مت بھولے گا اگر ڈرمیل ڈالے کا شوہر ہے تو ارشد ڈالے کا بھائی ہے، جو ارشد کے گاؤں میں کھانا پڑا ہے گا، کیونکہ ہم نے ارشد کو زبان دی ہے۔“ انھوں نے لیپ ٹاپ پر تھکریں ہٹا کے رو لکھنے میں آسیہ سے کہا تھا۔

”مگر مجھے لگا ہے ڈرمیل اور ڈالے کے درمیان سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔“ ان کے چہرے پر پریشانی موری جا تھی۔

”بے شک ٹھیک ہو گیا ہو مگر ارشد آ جائے پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، دو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا ہے آسیہ فہیم ان دو سالوں میں ڈالے نے جس قدر تکلیف اٹھائی ہے، اس سے سب ہی واقف ہیں ارشد ٹھرنے نے کس طرح اس مصدم ہی بچی کو سنبھالا ہے سب جانتے ہیں، ڈالے کے دکھ درد اس کی بگڑتی حالت کا ذمے دار صرف اور صرف ڈرمیل ہے، جسے ارشد نظر انداز نہ کر سکے۔“

”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ارشد کو کس سے سمجھا نہیں؟“

”نہیں۔۔۔“

”مگر کیوں فہیم صاحبہ! آخر وہ ہمارے اکلوتے بیٹے ڈرمیل کی زندگی کا سوال ہے۔“

”آج یہ ارشاد اس وقت اس قدر طبعی اور جذبات میں ہے کہ اگر انہیں سمجھائیں گے تو وہ مزید بکھرے گا، اس لیے سب کچھ حالات کے حصار کے پر چھوڑ دو۔“

”آجک بات بچوں کی۔“

Wang et al.

”کیا آپ بھی چاہتے ہیں کہ زرمیل کا بایا بایا گھر ٹوٹ جائے؟“
 ”جی ہاں تو میں نے یہی تمہاری تھاکہ زرمیل اور اے کی شادی ہو جائے، مگر وہ کیوں اس زبردستی شادی کا ارادہ آج کے سامنے ہے؟“

سب کے سامنے ہے۔“
 ”مگر جو گزرا وہاں کل تھا، آج ذریعہ اپنے کیے ہر مشرعوہ ہیں، پچھتا رہے ہیں اپنی غلطی کو سہارا بنا رہے ہیں، ابور آپ نے آج دیکھا نہیں کہ وہ کس قدر خوش تھے ان کی آنکھوں میں ڈالے کے لیے مٹی چمک تھی۔“
 ”مجھے سب نظر آ رہا ہے مگر یہ پکھڑو بھی تو ہو سکتا ہے، آپ کہیے کہ سکتی ہیں کہ ڈالے مان جائے گی؟“
 ”میرا دل کہتا ہے وہ کئی ذریعہ کو معاف کر چکی ہے۔“ انھیں ڈالے کی آنکھوں میں ذریعہ کے لیے نرمی نظر آتی تھی۔

”میرا دل کہتا ہے کہ وہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ آپ کہیں کہہ سکتی ہیں کہ ڈالے جانے کی آواز“

”میرا دل کہتا ہے کہ وہ بھی تو ہو سکتا ہے۔“ انھیں ڈالنے کی آغوشوں میں درمیل کے لیے نرمی نظر آتی تھی۔

آئی جی۔

آئی تھی۔
 ”یہ سب مفروضے ہیں قیاس آرائیاں ہیں اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ارشد جو فیصلہ کریں گے وہ سب کو ماننا پڑے گا، اب آپ جا کر سوچا جائے گا کہ یہ سب کام کتنا ہے۔“ فہیم امر نے ان کی آنکھوں میں آنی کی کو انور کے اچنی نظر میں دو بار سے یہ ٹاپ نہ نکال سکی۔ اس نے خاموشی سے کچھ لمحے انھیں دیکھا پھر اپنی ٹی کو اپنے اندر دھن کر لی ہوئی اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئیں۔
 ”اس کا مطلب ہے ابھی سب سے بڑا امتحان ہونا باقی ہے۔“ آنکھوں کو بند کیے اس نے دیکھ سے سوچا تھا۔ فہیم امر نے ایک انھیں بھری نظر اس ماں پر ڈالی، جو صرف اپنے بیٹے کی خوشی چاہتی تھی، محروم بھی کیا کریں، اس بار خود غرضانہ ہو کر نہیں سوچ سکتے تھے۔

اعمدیوں کو ملنے والی پانچ جلد پر کریٹ کیا۔
 ”اس کا مطلب ہے انہی سب سے بڑا حکمانہ ہو جاتا ہے۔“ آنکھوں کو بند کر کے اس نے دیکھ سے سوچا
 تھا۔ فہیم ہمر نے ایک لمبوس بھری نظر اس ماں پر ڈالی، جو صرف اپنے بیٹے کی خوشیاں جانتی تھی، جبروہ بھی کیا کر رہا،
 اس بار غور و خوض نہ ہو کر نہیں سوچ سکتے تھے۔

مقوم نے جیسے ہی اپنے بیڈروم میں قدم رکھا، ٹی وی پر چلتے ہوئے ٹرک کی سبز جلیبوں نے اس کا سواگت کیا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہی نظر فی وی پر ڈال کر سامنے بیٹھ کر سیم ورائز عارضین پر ڈال دی اور کمرے میں نصرت فتح علی خان کی یہ قیامی اس کمرے کی کھیر خاموشی کو توڑ دی گئی۔

میری آنکھوں کو آنکھوں کا کنارہ کون دے گا

میری آنکھوں کو آنکھوں کا کنارہ دکھائے گا

مختار احمد علی سہارا کو ایف بی آئی نے

سندھ کو سندھ میں سہارا کون دے گا
 شاید آج اس کا مؤذ سونے کا قطعی نہیں تھا، جب ہی اس قدر غل و الباس میں یہ غزل سن رہا تھا، وہ بھی فی
 الحال خند کا ارادہ ترک کیے صوفے پر جا کر تنگ کئی، بیٹہ کراؤن سے ٹپک لگاے عارمین نے ایک سرسری سی نگاہ
 فطرت اس پر ڈالی پھر وہ بارہ لگا ہیں فی وی پر مرکوز کر دیں، اس وقت جانے کیوں یہ غزل اس کے دل کی دھڑکی کی
 دے لگی۔

دعیٰ ہو گئی۔
معلوم ہے بے ساختہ ہی مڑ کے پیچھے مار فین کو دیکھا تھا، جو جا نے کب سے بخورا ہے ہی تک رہا تھا، انا
تک ہوں میں اس قدر سوالات تھے کہ وہ ایک لمبے کے لیے جھینپ سی گئی، وہ جانتی تھی کہ وہ سوالات کیا ہیں، مگر وہ
جان کر ان سوالات سے بچا، چراغ بجی تھی، مار فین اس کی نظریں چا نے ہو لے سے سکرا رہا تھا۔

کچھ ہی غم لگا ہو گا کہ اس کا موبائل بجنے لگا تھا، مقصوم نے اپنا موبائل دیکھا جہاں اسکرین پر "سوی کالنگ" جبراً رہا تھا مقصوم کا دل خوشوار حالت میں دھڑکنے لگا، اس نے فوراً سے خوشتر موبائل کا ٹین پر ٹک کر کے کان سے لگا لیا تھا۔

"ہیلو..." وہ ایک کان پر ہاتھ رکھے دوسرے پر موبائل لگائے چیخ کر بولی تھی۔

"ہیلو... ہیلو سوی... سوی ایڈو..." عارفین کے تو چونک دھیان کے دھاگے اس وقت اسی سے جڑے تھے، اس کے لبوں سے "سوی" کا نام سن کر ٹی وی کا وائیم بند کر چکا تھا۔

"سوی ا" صدائیں کے لائن کٹ چکی تھی، وہ موبائل پر لے خوشی خوشی عارفین کے پاس بھاگی چلی آئی اور بے ساختہ ہی کچھ بھی سوچے بغیر اس کے پاس بیٹھ پر چمکی گئی۔

"عارفین! دیکھیں سوی کا فون آیا ہے۔" مگر عارفین اسے سن کہاں رہا تھا وہ تو اس کے یوں اچانک نزدیک آ کر بیٹھنے پر دلکشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن کوئی بات ہی نہیں ہے کل میں ٹرائی کرتی ہوں۔" وہ پھر سے کال بیک کرنے لگی تھی مگر اسوں کے باور آف ہونے کا کچھ دیا نہ رہا تھا، اس کا چہرہ سر بھاکے رہ گیا۔

"اس کا مطلب ہے وہی نہیں جانتی میں ہے۔" وہ اپنی سے موبائل نیچے لگی تھی کہ کوئی بات نہیں ہو سکی تھی اس نے عارفین کو دیکھا جیسے ہی انور تک رہا تھا۔

"کیا ہوا آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ آپ کو بھی اسوں ہے نا کہ سوی سے بات نہیں ہو سکی، مگر آپ ہر گز مت کریں میں بھی ٹرائی کروں گی، بلکہ ہاں بار بار کرتی ہوں۔" اس نے جیسے ہی کال بیک کرنی چاہی عارفین بول پڑا۔

"تھیں گتا ہے مجھے تمہاری سوی کی فکر کرنی چاہیے؟" اس سوال داغ کر اسے کنفیوڈ کر گیا تھا، مگر بہت جلد اس نے خود کو سنہال بھی لیا تھا۔

"بھرا تو خیال ہے آپ کو بالکل کرنی چاہیے۔"

"اچھا۔۔۔ مگر کیوں؟" سوال پھر کیا گیا تھا، اور مقصوم اس سے پہلے ہی کہہ چکی تھی عارفین پھر فوک گیا تھا۔

"لیکن اس" کیوں؟" کا بہت سوچ بچھ کر جواب دینا۔ "مقصوم اس کے سوال پر الجھ کر اسے دیکھنے لگی اور اس کے سوال پر فوراً بھی کرنے لگی تھی۔

"کیا ہوا؟" عارفین نے اس کے پر سوچ چہرے کے آگے ہاتھ پڑا تھا۔

"عارفین! آپ نے تو مجھے بالکل ہی الجھا کے رکھا دیا ہے۔" عارفین دیر سے سے فس دیا تھا اور ہاتھ بڑھا کے اس کا رخسار چھتا ہوا تھا۔

"گڈ ٹائم!" پھر عارفین نے ریوٹ سے ٹی وی آف کر دیا اور پلیٹف اوڈھے کر وٹ بدل گیا، مقصوم اس کو الجھن بھری نظروں سے دیکھتی ہی رہ گئی تھی اور پھر خاموشی سے اٹھی اور لائٹ آف کر کے بیڈ کے دوسری سائیڈ پر آ کر لیٹ گئی تھی، مگر غیب جانے کیوں ان سیاہ آنکھوں سے روٹھ گئی تھی، اندر اس قدر سنا کیوں تھا وہ دیکھنے سے قاصر تھی جانے کس بہرہ جو جھل پلٹیں رخسار پر گریں اور غیندی داہروں میں کھوئی چلی گئیں۔

☆.....☆.....☆

اس کی ابھی آنکھ ہی لگی تھی محسوس ہوا جیسے کوئی وزنی شے اس کے اوپر ہوا، دیر سے دیر سے اس کے چہرے

پر کسی کی پریشانی کی حدت اس قدر زور آور تھی کہ اس کی آنکھ کھل گئی تھی، نائٹ بلب کی روشنی میں ڈرامیل کا چہرہ بہت واضح ہوا تھا، ان خوفزدہ سہرا گھسوں میں ڈرامیل نے اپنے سرمئی کانچ کا ڈھبے تھے۔

”اس واقعہ مجھے یقینی چاہیے جو بالکل تمہارے بھی ہو۔“ اس لمبوں بھری خاموشی میں نہایت دھیرے سے سرکشی ہوئی تھی، ڈوالے کی تو جیسے جان مشکل میں پڑ گئی تھی، اس کا ایک ایک مضبوط کاہ رہا تھا، اس شخص کو اس کی بے حد زور کی قربت سے اور اس پر اس کی بے باک مٹھکوں سے ڈوالے نے تھوڑی بہت کر کے اپنی عقل

اس کے چوڑے سینے پر رکھ کر اسے ہٹانا چاہا، مگر ڈرامیل نے اپنی مضبوط پھٹلی میں اس کا ناکہ با تھو قید کر لیا تھا۔

”اوں... ہوں... اب یہ ممکن ہے کہ تم سے ایک لمبے کے لیے بھی دور رہوں، مجھ جیسے نائیکوں سخت جان کو تم نے محبت کی اپنی مضبوط ڈانچہ میں قید کر لیا ہے کہ نہ تو تم اس محبت سے چھڑا رہا ہو اور نہ ہی میں یہ ڈانچہ توڑنا چاہوں گا۔“ اس نے ہولے سے اپنے اب اس کے ہاتھ کی پشت پر رکھ دیے تھے، ڈوالے کی تو سخی کم ہو گئی اس نے تو تصور ہی نہیں کیا تھا کہ ڈرامیل اس کے پیڑروم میں اس کے بیڈ پر اس کے اتنے بھی قریب آ سکتا ہے، اسی بل دروازے پر دھک دی جائے گی، وہ جیسے ہوش کی دنیا میں آئی تھی ڈرامیل سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کرنے لگی تھی۔

”دروازے پر کوئی ہے ڈرامیل! چلو چھوڑیں مجھے۔“ اس نے اس کے پہاڑ جیسے وجود کو ہٹانا چاہا مگر اس میں تو معمولی سی بھی جھٹکا نہیں ہوئی تھی۔

”آف ہو پار اس وقت کیوں ڈسٹرکٹ کو جا۔“ ڈرامیل کے چہرے پر ابھی سی بے زاری سی آئی تھی، وہ اس کے دوسرے سامنے پڑ لیا تھا، ڈوالے نے تھوڑی سی جھڑکی سے ڈرامیل نے اس کی گواہی تمام لی تھی، ڈوالے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

”جو بھی ہے جلدی فارغ کر داسے۔“ ڈوالے کچھ نہیں بولی اور اپنی کھائی اس کے ہاتھ سے چھڑائی، کیونکہ اس دوران وہ تنگ زور زور سے دی جانے لگی تھی، وہ اس کے بڑی دروازہ کا قہقہہ ہاں ٹھنک گئی۔

”جی... ٹھنک... بھائی! کیسے؟“ وہ اس قدر غصہ میں لگی بیٹھ رہی تھی، پیڑروم میں ڈرامیل کی موجودگی نے اسے اندر تک سہاوا تھا۔

”اے ڈوالے! تم اس قدر کاہ کیوں رہی ہو، سب خیریت تو ہے ناں؟“ ٹھنک اس کی حالت پر گھبرا گئی تھی، اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بالکل سرد ہو رہا تھا۔

”ڈوالے! کیا ہوا تمہیں، تم ٹھیک ہونا، مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔“

”اے... نہیں ٹھنک بھائی! اصل میں غصہ بھی تو بہت ہے ناں۔“ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، یہ ڈرامیل تھا کہ ڈرامیل کی موجودگی کا یہ نہ بھل جائے۔

”آرے شیور! تم ٹھیک ہو؟“ ٹھنک کو سلی نہیں ہو رہی تھی۔

”جی... میں بالکل ٹھیک ہوں، مگر آپ اس وقت کیوں... خیریت ہے ناں سب؟“ وہ جلد از جلد ٹھنک کو

فارغ کر کے ڈرامیل کو یہاں سے نکالنا چاہتی تھی، خدا نخواستہ ارشد کو چہ چل جاتا تو جانے کون سا طوفان آ جاتا۔

”ہاں دیکھو رامیر سے ذہن سے بالکل ہی نکل گیا، میں یہاں رضا کی فیڈر لینے آئی تھی، وہ فیڈر کے لیے رو رہا ہے۔“

”وہ تو میں نے ما کے پیڑروم میں رکھ دی تھی۔“

”او کے منہ سے لیتی ہوں، اب تم سو جاؤ۔“ وہ مسکراتی ہوئی اس کا کمال صحیحہ کے چلی گئیں، ڈالنے نے چل دی سے دروازہ بند کر کے لاکھڑا کیا اور دروازے سے ٹپک لگائے اپنے تیز دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھے انھوں کو سختی سے پیچھے اپنی غیر ہوتی حالت پر قابو پانے کی سعی کرنے لگی تھی، تھوڑی دیر بعد انھیں گھولیں تو سانسوں کی رفتار ختم ہو گئی، ذر میل جو اسے ہی بغور تک رہا تھا بند سے بچے اترا اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا بالکل اس کے نزدیک آ کر غصہ کیا تھا، دونوں ہاتھ اس کے دائیں بائیں ٹکا کر اس کے چہرے پر جھٹکا چا گیا تھا، ڈالنے کی ٹانگیں بری طرح کھپکانے لگی تھیں، سبز آنکھوں میں بھی سی آنکھری تھی، حد درجہ کوری رگت میں سرخی پھیلنے لگی تھی، لگائی ہونٹ الگ اس کے کس سے تھر تھرا رہے تھے، سیاہ چکوں کی جھلک لڑنے لگی تھی، ذر میل نے دل لوت لینے والا یہ منظر نہایت دلکشی سے دیکھا تھا اور پھر اس کی صاف شفاف گردن پر جب کراہنے دیکھتے بدکھوئے، ڈالنے نے جھکی ہڈی تک سنسنائی تھی، ذر میل نے جب کراہنے کے بازو کو جو بندہ کسی کاچ کی کڑیا کی طرح اسے بازو دس میں بھر لیا تھا، اور چلتا ہوا اسے بند تک لاکر آرام سے لٹا دیا، وہ جو بندہ دم میں معمولی سی بھی پس لپٹی روشنی تھی، وہ بھی ہاتھ جو اسے کھس کر دی تھی، ڈالنے کی ہر حرکت اس کی مضبوط پتاہوں میں دم توڑتی چلی گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

نمبر نمبر کی نماز پڑھنے لگی تھیں، ان کے سر میں شدید درد ہوا تھا، سوچا پہلے چائے کا پانی رکھ دیں، نماز میں ابھی قائم پانی ہے جب تک وہ فجر کی نماز ادا کر لیں گی، انجی دیر میں چائے بھی تیار ہو جائے گی، وہ اپنے بندہ دم سے باہر نکلیں، سامنے نظر اٹھی، ذر میل نے چار ہاتھ وہ اپنے واکٹ مکمل کے کرتے کے منہ لگائے تھوڑی سے بیڑ صاف صاف کر گیا تھا، انھیں ڈالنے کا خیال آیا تھا، وہ بیڑا اسی کے بندہ دم سے لٹکا تھا، وہ تھوڑی سے ڈالنے کے بندہ دم کی سمت بڑھی تھیں، دروازے پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ پانی کا تھا، منظر سیدھی بیڑ پر پڑی تھی پلیٹنگ آدھا اور آدھا نیچے کھار پلٹ پر پڑا تھا، بیڑ کی چادر پر لاقعدا تھیں پڑی ہوئی تھیں، انھوں نے اوپر اوپر دیکھا ڈالنے انھیں نہیں دیکھی، اوپر اس دم میں بھی غصہ کے بہت سے سونچوں کے در مکمل گئے تھے، وہ کچھ کی تھیں، ڈالنے کی بدلتی رگت تو انھوں نے دروازے پر کھڑے آئے کے بعد ہی نوٹ کر لی تھی، مگر جب یہ ہوئی ان کے تو وہ ہم و گمان میں بھی نہیں تھا، مگر بہر حال جو بھی تھا حالات سدھرنے کی نوبت تھی، ان کے اندر ایک سکون سا تھا، ایک خوشگوار سا احساس پیدا ہوا تھا، وہ ہولے سے مسکراتی ہوئی دروازہ بند کیے کچن میں چلی آئی تھیں۔

☆.....☆.....☆

گامڑی ایئر پورٹ کے لیے نکل گئی تھی، مدیحان شیخ گامڑی ڈراما کرنے کے ساتھ ساتھ وائس سے ہاتھ بھی کر رہے تھے۔

”بابا! میں اب کبھی بھی پاکستان نہیں آؤں گی۔“ وہ ابھی تک خوفزدہ اور سبکی ہوئی تھی۔

”ہاں بیٹا! وائی! میرا بھی یہی خیال اور ارادہ ہے۔“ انھوں نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا تھا، راستے میں ہی ٹیکری پڑی تھی، مدیحان شیخ نے گامڑی روک دی تھی۔

”میں ڈراما کچھ سسٹیکس اور کونفرنک لے کر آتا ہوں آپ نے صبح سے کچھ نہیں کہا اور اپنے جگر میں مجھے بھی بھوکا رکھا ہوا ہے، دھاکٹ میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں جب تک ہم کچھ کھا پی لیتے ہیں۔“

”او کے بابا! اب تو واقعی مجھے بھی بھوک ستا رہی ہے آپ لے کر آ جائے۔“ اس نے چہرے پر صرف اپنے

مزاح از جان بابا کی خاطر زبردستی کی مسکراہٹ سہائی تھی، ورنہ دل اندر سے بہت گھبرا رہا تھا، عجیب عجیب سے
 واہیات اسے ڈرا رہے تھے جنہیں وہ ظاہر کر کے مزید ریمان شیخ کو اور پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، ریمان شیخ
 گاڑی سے اتر کر اندر بیکری میں جا چکے تھے۔

”کم آن پری آپ...“ اس کی طرف کا دروازہ کھلی نے زوردار جھکے سے کھولا تھا، وہ بری طرح ڈار کے
 سامنے دیکھنے لگی تھی اور پھر جس آ سیب سے وہ پھٹکارا پا کر بہت دور جا رہی تھی، وہی آ سیب اس کے سامنے اپنے
 ہتھکڑی کو لے کر آتا تھا، کہو کھڑی نہ لگے اور وہ اپنے مضبوط ہتھکڑے میں جکڑ لے گا۔ سامنے آ فریدی کھڑا نہایت مضے
 سے اسے دیکھ رہا تھا، دانہ نے کچھ دیر بیٹھی ہے یعنی انکھروں سے اسے دیکھا تھا، زبان تو ویسے ہی تالو سے جا چکی
 تھی، اس نے رخ موڑ کے بیکری کی طرف دیکھا تھا کہ ریمان شیخ آ جا میں اور اسے آ سیب سے بھاگیں۔
 ”جلدی کرو...“ آہستہ سے دھاڑا تھا۔ لمبے چوڑے آ فریدی کے آگے بھلا اس کا تازک وجود کیا معنی رکھتا
 تھا وہ اپنا بیاد کیسے کر سکتی تھی۔

”اوہیں... سوری میں آج بھول گیا کہ تم ایک...“ آ فریدی نے جو اشارہ کیا تھا وہ اچھی طرح کچھ کی تھی،
 آ فریدی نے جس طرح اس کی کھوئی کا مذاق اڑایا تھا، اس سے شدید ترین نفرت محسوس ہوتی تھی اور اس سے
 پہلے کہ دانہ کوئی کارروائی کرنی آ فریدی نے ہاتھ بڑھا کر اسے ایک جھٹکے سے کھینچا اور کسی موم کی گڑیا کی طرح وہ
 اس کے بازوؤں میں سونگتی تھی۔

”چھوڑو مجھے... چھوڑو مجھے...“ وہ خوب اس کو کھوں سے مار مار کے اس کو گالیوں سے نواز
 رہی تھی، آ فریدی جس کے پیچھے سے پھانکوں میں لپکتی تھی، وہاں معمولی سی مسکراہٹ ہوا تھی۔

”آج تمہیں اس جھنگی موٹی جانور کا ثبوت دینی ہے... اسے اسے اپنی گاڑی میں شیخ کے اس کی طرف کا دروازہ
 لاکھ کیے تیزی سے ڈرائیو تک سیٹ پر برا بھلا ہوا اور وہی سے گاڑی بھاگے لے گیا تھا۔ ریمان شیخ کچھ شایر ہاتھ
 میں لیے واپس آئے دیکھا گاڑی خالی تھی، بیکری سیٹ پر دانہ کی بیٹا کھڑی تھی، ہوتی تھی، مگر دانہ کی گاڑی میں نہیں تھی
 شایر ان کے ہاتھ سے گر گئے تھے، وہ کچھ معنوں میں پریشان ہو گئے تھے۔

”وانی... وانی بچی!“ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، کی آتے جاتے لوگوں سے پوچھا بھی مگر سب نے غلطی کا
 اظہار کر دیا تھا، ہلا خراب ایک شخص نے بتایا۔

”کوئی آدی آتیا تھا سہا چڑا، گورا چٹا سا وہ آپ کی بچی کو زبردستی گاڑی سے اٹھ کر لے گیا ہے۔“ ریمان شیخ
 سیکڑ میں کچھ گنے کہہ رہا تھا وہ آ فریدی ہی ہو گا، ان کے جسم میں بولا وادین کر دوڑنے لگا تھا، بس نہیں چل رہا تھا
 کہ اس وقت آ فریدی سامنے ہوا اور وہ اس کا ریشہ ریشہ الگ کر دیں، اس کے جسم کے اترے ٹکڑے کریں کے کئی
 جنم لگ جائیں مگر وہ اپنے جسم کے ٹکڑے ہی نہ گن سکے، وہ بہت کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے گاڑی میں بیٹھے
 گاڑی اشارت کی اور تیزی سے وہاں سے نکلے تھے۔

دانہ کی آنکھ کھلی تو خود کو کسی نرم گرم بستر میں پایا تھا، ملائم سافلیٹ اس کے اوپر تھا، اس نے اپنے اطراف کا
 جائزہ لیا تو کمرے میں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا، گزرا کہ اس کی کنوڑا آنکھوں میں کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا،
 آخری صفر یاد آ جا جب آ فریدی نے اسے گاڑی میں ڈالا تھا وہ لاکھ کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی آ فریدی نے
 اسے اپنی جاب سمجھا تو اس کا سر اس کے چہن چہیے مضبوط شائے سے لگا تھا، وہ تو پہلے ہی بھوکھی تھی اوپر سے
 آ فریدی نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ وہ خود کو سنبھال ہی نہیں سکتی تھی، اور محض دھڑکنوئی چلی گئی تھی، بہت جلد

چرا احساس بھی ہو گیا کہ آفریدی نے اسے اغواء کر لیا ہے۔ اس نے تیزی سے ہینکٹ کو خود سے دور پھینکا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو ہی نہ ہو۔ مشکل سے وہ بیڈ سے اٹھ اتری تھی۔ آج اس کے پاس اس کی بے سارنگی نہیں تھی، جس کا اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا، بیڈ کے سہارے سے کھڑی ہوئی اور ایک ہی کے سہارے سے کھڑی ہوئی وہ کمرے سے باہر نکلی تھی جس کی سانسے ہی کی وی لاؤنگ تھا، اہل اسکرین کا ٹی وی آف تھا وہاں بھی کوئی نہیں تھا، اس نے ادھر ادھر گردن گھما کر نظریں دوڑائی تھیں، برابر میں ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔

”کیا آفریدی وہاں ہو گا؟“ سب نے پہلا خیال یکی ذہن میں کوئٹا تھا اور اس خیال سے اس کے خون اس کی رگوں میں غصت کی شدید لہر دوڑی تھی، دل نے شدت سے گواہی دی کہ آج اسے اس جہاں سے تفریحی کر دے، وہ اب بھی سے چلتی ہوئی دیوار کا سہارا لیے ڈر و خوف کے زیر اثر اس کمرے تک پہنچی، ایک جھٹکے بھی اس کے آخروہ اس کمرے میں کر گیا رہا ہے، اس کی نظر سائیڈ میں رکھے آئین مر پر پڑی جہاں ایک بھاری سا شوٹیں دکھایا ہوا تھا، وہ اس نے اٹھایا تھا کہ اپنے بھانجے کے لیے کھنڈ کر سکے وہ سہارے سے چلتی ہوئی کمرے کے اندر آگئی تھی، کمرے میں بھی اس کی روشنی تھی کمرہ خالی تھا مگر نہیں وہاں کوئی تھا، اور شاید نہیں تھا بیڈ پر کوئی تھا، وہ دیوار پر پڑی بیڈ تک آئی، بیڈ پر کوئی ہینکٹ ڈالے سو رہا تھا، وہاں سے بغور وہ چہرہ دکھا تھا۔ چھوٹا سا ناک سا چہرہ تھا اور کسی زمانے میں بیڈ پر چہرہ ہوش رہا حسن رکھتا ہو گا جیسے آج وقت کی گرد و غبار نے کھار دیا تھا، وہاں سے بہت دور سے یہ چہرہ تک رہی کہ، ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اپنا کل دیکھ رہی ہو، وہ چہرہ اس کے چہرے سے بہت مشابہت رکھتا تھا، اور سب سے عجیب گنتی بات کہ اس کی سرائی وہ گردن اور اس پر ایک کالا اسٹاکل ایسی چک رہا تھا جہاں اس کے تھا وہ ابرا کے بڑی بھی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ بیڈ پر پہنچی کسی نے اس کے منہ پر تکی سے اپنی انگلی رکھ دی تھی، اس کا سانس ٹھنکے گا تھا اس کے ہاتھ سے غصہ گز گیا تھا، جس کی آواز کار پٹ کی وجہ سے دب گئی تھی، آفریدی، وہاں سے گھٹیں ہوا اس کمرے سے نکال دیا، اس کی کمرے میں لے آیا تھا اور نہایت جارحانہ انداز میں اسے فرش پر بچھے تالین پر پھینک دیا تھا، اسے غصے سے بے اختیار دیکھنے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا تھا، آج ان بلوری آنکھوں میں اس نے پہلی بار انتقام کی ہوس دیکھی تھی، وہ اس سے ملنا تھا اپنے لیے نفرت و دھارت کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا، مگر آج اس کا انداز بالکل ہی الگ تھا، وہ اپنے کا دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا، وہ ہلے بھر میں کبھی بھی کرا فریدی کے کیا ابرا نے ہیں اس کے تین کوڑوں سے بے شمار کی طرح آنسو بہنے لگے تھے، اسے آج اپنی عزت محفوظ نہیں لگ رہی تھی۔

”میں خدا کے لیے مجھے جانے دو، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، جسیں اللہ رسول کا واسطہ دیتی ہوں مجھے جانے دو۔“ وہ گڑگڑا کر فریاد کر رہی تھی، اپنی عزت و سوانحیت کی بھیک مانگ رہی تھی، خود کو بھانے کے لیے وہ ہتھیلیوں کے بل سے پیچھے سر کی جا رہی تھی، مگر آفریدی پر آج بدلہ لینے کا جنوں سوار تھا، جس کو پہلی آگ میں وہ برسوں سے جل رہا تھا، آج اس کی پنکھاریوں سے اس کا وجود بھی خاکستر کر دینے کے در پر تھا، ہونٹوں پر خواہش سے بھر پور مسکراہٹ چہرے پر برسر اسی چمک لیے وہ اس کے قریب بیٹھ رہا تھا۔

”جسیں کیا لگتا ہے تم مجھے اسے واسطہ دو گی اور میں جسیں چھوڑ دوں گا۔“ کتنی طرح کی تھی اس کی، کہ وہ اندر تک خوفزدہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے نزدیک کھینچا تھا، وہ غصہ کی تیز دریا پانی بھلا کہاں اس دیو نیل سرد کا مقابلہ کر سکتی تھی، کتنی چلی آئی اور اس کے چہان جیسے وجود سے بری طرح گھرنی تھی، محسوس تو یوں ہوا جیسے اس پہاڑ سے ٹکرا کر وہ خود پاش پاش ہو گئی ہو۔

”بھاگ رہی تھی..... مجھ سے بھاگ رہی تھی وہ بھی لندن..... تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب اتنا آسان ہے، مجھ سے چھٹکارا پانا بہت آسان ہے؟“ آفریدی نے سختی سے اس کے بال اپنی گتھی میں دبوچے تھے کہ وہ کراہ کر رہ گئی۔

”تمہارا باپ ریمان شیخ..... اونہ..... وہ بزدل انسان جب میرا سامنا نہ کر سکا تو تمہیں لے کر لندن فرار ہو رہا تھا، وہ سمجھتا ہے آفریدی کی کوئی کمزور انسان ہے جو اس کی طرح کید و پھنکیاں ہی دیتا ہے، مگر آج میں اسے سبق سکھاؤں گا کہ بدلے کی اس آگ میں جلتے آفریدی کیا کر سکتا ہے۔“ آفریدی نے موسم کی گڑباز کی طرح اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا اور اپنے جھازی سا توبہ پر نہایت ہی بری طرح تلخ دیا تھا، وہ اپنے تکلیف سے ہلکا کے رہ گئی وہ اپنے بھاء کے لیے دوسری سائیکل سے اترنے کے لیے آگے بڑھی مگر اس سے پہلے ہی آفریدی نے اس کا بازو پکڑ کے ٹھہرے چٹا تھا، اور اس کے سینے پر چڑے دوڑنے کو بھیج کر پیچھے تاقین پر پیچک دیا تھا، وہ اپنے کی تو جیسے جان ہی اٹھ گئی تھی اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے تھے۔

”نہیں خدا کے لیے نہیں، یہ کلامت کرو۔“ وہ ہلک ہلک کر جاڑی سے بولی تھی۔

”سمجھا.....“ وہ وہاں تو بھٹی ہی چلا گیا تھا۔

”شکر ادا کرو مسز آفریدی کہ یہ کیا نہیں ہے۔“ اور پھر مزید اس کی کچھ سے زور سے اسے جو دھکا دیا تو وہ پیچھے کی سائیکل پر گر پڑی تھی، سائیکل چلنے پر وہ بھی تمام چیزیں اس کے ہاتھ مارنے سے لپکے گئی چلی گئی تھیں، آفریدی اس پر جھٹکا چلا گیا تھا، سختی حراست رکھتی کہاں تک مقابلہ کرتی وہ چھوٹی سی موسم کی گڑباز کا کچھ سے بنا تاڑک سا دل اس کے احساسات و جذبات سب اس کی ہوں، اس کا شک و شبہ نہ بن گئے تھے اور پھر چند ہی گھنٹوں میں سب کچھ ختم ہو گیا تھا، اس کا غور و خفا اس کا اعتماد اس کی عزت و بے پرواہی کی نواہیت سب کچھ یہاں تک کہ اس کا وجود ہی نہیں اس کی روح کو بھی آفریدی نے اپنے جیروں سے بری کر دیا تھا، اس کی ذات بروج ہو کر رہ گئی تھی، وہ لڑتی چلی گئی اس کا ایک ایک ریشہ ٹھہرتا چلا گیا تھا، وہ اپنے دل کے سامنے نظر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

”اے کاٹ..... ایسی دل زین بخشتی اور وہ اس میں زعفران ملا ہو جاتی،“ آفریدی کا آج انتقام پورا ہو گیا تھا، اس کا مقصد انتقام کو بھیج گیا تھا، اس نے دانیہ کو بیڈ سے لپکے کسی بکرے کی طرح پیچک دیا تھا، جیسے اب اس کی کوئی حیثیت کوئی وقعت نہیں رہی تھی۔

”جاؤ جا کر اپنے باپ سے کہہ دینا کہ جس طرح میں سال پہلے اس نے شہلا آفریدی کو توڑ پھوڑ کے پیچک دیا تھا، آج اس کی گڑباز بھی اسی طرح ٹوٹ کر ٹھہر گئی ہے۔“ نظرت سے بھری ایک نظر اس پر ڈالو وہ دواش روم میں ٹھس گیا تھا، مگر وہ سن کہاں رہی تھی وہ اپنے حواسوں میں ہوتی تو سختی جھٹل و خرد سب کھوٹی چلی گئی تھی، کمرے کی ہر شے وحشت ہی لگنے لگی تھی، سب کچھ جیسے گول گول گھوم رہا ہو، اور گپ اندھیرے میں کھوتا چلا جا رہا ہو، ذہن کی اسکرین بالکل بلیک ہو چکی تھی، آنکھوں سے بھی سارے آنسو ٹپک ہو گئے تھے، گھات تو پہلے ہی تلخ تیج کر دکھ گیا تھا، بلکہ شاید دھم بھی نہ پڑے تھے، دھیرے دھیرے آنکھیں بھی بند ہونے لگی تھیں، ہر شے سے ہٹا کر وہ اپنے سارے ہوش و حواس کھوٹی چلی گئی تھی، جسم سے لگتا تھا روح بھی پرواز کر گئی تھی، اس کی آتی جانی ختم ختم کر چکی سائیس بھی رک گئی تھیں، دل دھڑکنابند ہو گیا تھا، آنکھوں کی پٹیوں پر اگر کوئی ٹھس نمودار ہوا تھا تو وہ تھا اس کے چہیتے باپ ریمان شیخ کا۔ پھر وہ ٹھس جاتی کر آ گیا ہوا اس کے ساتھ۔

وہ صبح انہی برابر میں دیکھا عارفین کر دت لیے بلیکٹ سر تک اوڑھے بے خبر نیند کے حراسے لوٹ رہا تھا، وہ انہی تھی دانش روم میں گئی منہ ہاتھ دھو کر وہ باہر نکل عارفین ابھی تک اسی پوزیشن میں سو رہا تھا، ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتی وہ باہر نکل آئی تھی، رات بھر کین میں تھیں وہ وہیں چلی آئی، آج چنگ سٹنڈ سے تھا وہ حلوہ پوری کا ناشتہ بنا رہی تھیں، آج رات پر راتوں نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

”السلام علیکم“ مقصوم آگے بڑھی اور ادب و احترام سے سلام کیا تھا۔

”وعلیکم السلام“ جیسی رہو صد سہاگن رہو۔“ انھوں نے مسکراتے جواب کے ساتھ دعاوی تو مقصوم ان کی دعا پر بھیسپ کے رو گئی تھی۔

”کیا ہوا اچھی نہیں تھی میری دعا؟“ راتوں نے اس کا جھینپا جھینپا سا چہرہ دیکھا تھا۔

”ارے نہیں انکی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ وہ گڑ بڑا کے رہ گئی، اب ظاہری بات تھی، عارفین اور اس کے درمیان کیا جملہ رہا تھا وہ نہیں جانتی تھیں۔

”اچھا یہ تھوڑے آپ کیا کر رہی ہیں؟“ اس نے میدان سے بے چین ہل دوں کو دیکھا جو راتوں نے بنا کے رکھے تھے، چہلے پر آلو کی چوڑی اور دوسرے پر حلوہ چڑھایا ہوا تھا۔

”آج چنگ سٹنڈ سے ہے اس لیے عارفین کا پسندیدہ ناشتہ بنا رہی ہوں، چہ کی کچوری، سوچی کا حلوہ، چھوٹے آلو کا سالن اور میدان کی پھولیاں۔“

”اف اللہ... اس قدر آئی ناشتہ مقصوم نے صحبت سے ملی جلی کیفیت سے انھیں دیکھا تھا، اس کے اعزاز پر راتوں بولے سے مسکرا دیں۔

”تمہیں یہ سب نہیں پسند؟“

”جی ہاں میں مانگتا تو نہیں کریں گی؟“ ڈر بھی تھا کہ راتوں نے ان کا نہیں۔

”وہاں اپنے بچوں کی کسی بات کا برا نہیں منائی، تم کہو؟“ انھوں نے شفقت سے دیکھا تھا۔

”اچھے علی میں آغا بیوی اور آگلی نو ذہنیں کھاتی ہوں۔“ راتوں نے ڈر سے کہا۔

”بس اتنی ہی بات؟“

”جی...“ اس نے اثبات میں گردن ہلاتی تھی۔

”کوئی بات نہیں پہلے نہیں کھاتی تھیں، مگر اب کھانا پڑے گا، کیونکہ تمہیں اب ایک نسل کو پروان چڑھانا پڑے گا۔“ انھوں نے پیار سے اس کا کمال چھوچھایا تھا۔

”میں بھی نہیں۔“

”آجائے گی کبھی فی الحال تو یہ سب پلیٹ میں نکال کے ٹھیک پر رکھو اور عارفین کو بھی بلا لو۔“

”جی بہتر۔“ مقصوم نے جلدی جلدی سارا ناشتہ قرینے سے ٹھیک پر تنن دیا تھا اور راتوں کے کہنے پر دوبارہ بیٹھ

روم میں آئی تھی، عارفین اٹھ چکا تھا دانش روم میں تھا بانی کرنے کی آواز آرہی تھی وہ نہار ہا تھا، وہ جب تک بیٹھ کر پڑا بلیکٹ تہہ کرنے لگی تھی، اسی اثناء میں اس کا موبائل بجنے لگا تھا، مقصوم نے بلیکٹ کو چھوڑا اور موبائل اٹھایا

جہاں اسکرین پر ”سوئی کالنگ“ جھگڑا ہوا تھا اس نے بے صبری سے موبائل آن کر کے کان سے لگا لیا تھا۔

”ہیلو... ہوی“ اس نے بے تابی سے پکارا تھا۔

”تو ہاں خرابا چار ماہ کے عرصے میں محترمہ سولی صلیب کو آپ سے ملنے کا خیال آ ہی گیا۔“ ہونٹوں پر طعنے

سکڑا ہٹ لیے وہ دھڑکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”ہو سکتا ہے وہ کسی مجبوری میں پھنس گئی ہوگی۔“ وہ بے دے لفظوں میں اس کی وکالت کر رہی تھی۔

”اور ویسے بھی ہمارے کچھ بے ملے ہو گیا تھا کہ سولی آ جائے گی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی کہ بہر حال

آپ سولی کی امانت ہیں۔“ اس نے لگا ہوں کا سرخائی پھیر لیا تھا، جانے کیوں دل چاہا انداز میں دھڑکا تھا۔

”یہ تو اب سولی صلیب کے سامنے آنے پر ہی پتہ چلے گا کہ کیا کوئی مجبوری تھی کہ نہ صرف اپنی شادی چھوڑ

کے بھاگ گئی تھیں، بلکہ اپنے والدین کی عزت پر بھی بھگ لگی تھیں۔“

”پلیز آپ میری دوست کے لیے ایسے بے ہودہ الفاظ استعمال مت کریں۔“ وہ براہمان لگی تھی۔

”آخرین ہے ایک تم پر اور ایک تمہاری دوست پر۔“ وہ مذاق اڑانے لگا تھا۔

”دیکھیں اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔“ وہ غصے میں آ گئی تھی، اور اپنی انکسرت شہادت اس کی طرف اٹھاتی

تھی، عارفین نے اس سے کیا لگائی تھی میں بھاگتا جہاں غصہ جھٹک رہا تھا۔

”تم زیادتی کر رہے ہو کب رہی ہو؟“ اس نے اس کی انٹمی پکڑ لی تھی۔

”آف۔۔۔“ وہ کانوں کی نوڈں تک سرخ پڑ گئی تھی۔

”آپ سے تو بات کرنا ہی مشکل ہے۔“ اس نے ایک جھٹکے سے اپنی اٹلی پھینکی اور پرخا کر جانے لگی کہ

عارفین نے اس کی سرسری کٹائی پھینکا تو وہ کسی کوئی ڈال کی طرح اس کے سر کی بازو سے لگی تھی۔

”لگتا نہیں ہے کہ تم لندن جیسے آزادانہ ماحول میں رہتی ہو۔“ نہایت ہولے سے کان میں سرگوشی کرتے

ہوئے اس کی انٹمی پکڑ میں بھاگتا جہاں غصہ جھٹک رہا تھا۔

”کیا مطلب؟“ ہیشکل پلٹیں اور پراٹھائی تھیں۔

”مطلب ہے کہ تمہاری کوئی بھی ناز وارانہ ماحول کے شہری نہیں ہیں۔“ عارفین کی گہری بات کا مطلب وہ

اچھی طرح سمجھ گئی تھی اور ہیشکل خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی گرفت کے حصار سے چھڑایا تھا۔

”میں آپ سے سولی کی بات کر رہی ہوں اور آپ بات کا رخ کہاں سے کہاں لے جا رہے ہیں۔“

”یعنی کہ تم نے جبر کر لیا ہے کہ تمہیں میرا غلطکار سوز خراب کرنا ہے۔“ عارفین نے اس سے دو قدم پیچھے

ہٹ کر بیٹھے، پر دونوں ہاتھ بانٹھے بغور اسے دیکھا تھا، مہتمم کچھ نہیں بولی تھی صرف خاموشی سے اسے دیکھ کر رہ

گئی تھی، عارفین نے اس کی خاموشی پر ایک لمبی سانس پھینکی تھی۔

”اچھا چلو تم مجھے خود ہی بتادو کہ جولوگ اپنی شادی کے عین نام پر بھاگ جاتی ہے سب کچھ چھوڑ بھاڑ کے

جسے نہ مہمانوں کا خیال تھا نہ ہی اپنے والدین کی عزت کا اور اس پر بھلا کمال نہیں پایا وہ دلیری کی انتہا تک اپنی

فریاد کو اٹھا دیتی ہے اور پھر زبردست بات یہ کہ وہ چار ماہ بعد واپس بھی آ رہی ہے تو تم مجھے بس اتنا سمجھا دو کہ اس

میں خوشخبری کیا ہے؟“

”یہ کیا آپ بار بار۔“ بھاگ گئی بھاگ گئی۔“ کا لفظ استعمال کر رہے ہیں آپ کو اس طرح میری دوست کی

امسخت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔“ وہ خامسا برہان لگی تھی بلکہ منہ بنا کر اس کی سمت سے سرخائی پھیر گئی تھی، جس

پر عارفین دھیرے سے ہنس دیا تھا۔ اسے بڑے پیچھے میں اس نے صرف ”بھاگ گئی“ کے لفظ پر غور کیا تھا۔

”بہت حیرت ہوتی ہے مجھے تم پر، بھول تمہارے ہی کہ تمہاری فریاد تمہیں یہاں پہنچا گئی ہے، پھر بھی تم اس

کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتی ہو۔"

"ہاں! تو اس میں غلط کیا ہے اور آپ اسے اتفاق کہہ لیں یا پھر میری بد قسمتی کہ میں یہاں اس کی جگہ پر ہوں، مگر یہ بھی کچھ ہے کہ اسے جیتنا کوئی بڑی مجبوری رہی ہوگی ورنہ کوئی بھی لڑکی اپنی شادی کے عین نام پر نہیں جاتی ہے۔"

"خیر بد قسمتی تو نہیں مگر اس اتفاق ضرور کہہ سکتی ہو، وہ بھی مسکین اتفاق خاص کر میرے لیے۔" اس نے جھک کر اس کے کان کے پاس آ کر کہا تھا، مقصود بڑی طرح گھور کر دیکھنے لگی تھی۔

"او کے بابا سوری! اس طرح گھور تو مت، نہایت کمزور دل واضح ہوا ہوں، ہارٹ ایک ہی نہ ہو جائے۔" صاف لگ رہا تھا وہ مکمل مذاق کے موافق ہے، سر نہیں ہانکھ نکلتا ہے، مقصود نے بھی کچھ کہنا ہے، دتوئی ہی سمجھا تھا اور گردن اوڑھ کر بھی لپٹی کرتی وہاں سے بہت چابو بھی بہتر سمجھا تھا۔

"اچھا! پورا سوری بول رہا ہوں ناں۔" عارفین اس کا ارادہ بھانپ کر تیزی سے اس کی راہ میں حائل ہو گیا تھا۔

"چلو میریں ہوتے ہیں، آئی صبح اب کچھ لول فول نہیں بولوں گا۔" اس نے باقاعدہ اپنے دونوں کان پکڑ لیے تھے۔

"میں تو سر نہیں ہی ہوں آپ کوئی بلا وہی کا اتفاق ہو چکا ہے۔"

"او کے بابا! کیا ناں! اب میں ہانکھ نہیں ہوں، چلو بولو! کیا بول رہی تھیں تم؟" مقصود اس کی اداکاری پر خاک فغروں سے دیکھنے لگی، جو عارفین نے فوراً لپٹ کر لیا تھا۔

"او... شاید میں پھر کچھ غلط بول گیا جیتنا مجھے گوارا نہیں تھا، کھوت و احترام سے پوچھنا چاہیے تو...!" عارفین نے اپنے ایک ہاتھ پشت پر ایک ہاتھ تپنے پر رکھا اور آگے بھاگنے لگا، اب سے اس کے آگے جھکا تھا۔

"سز عارفین! آپ کی بیٹ فریڈ مقصود کا غیر عرف سونی ہو کہ چار ماہ پہلے اپنی شادی کے عین نام پر کسی بہت بڑی مجبوری کے تحت کہیں تشریف لے گئی تھیں، وہ اب چار ماہ بعد ہمارے گھر میں آئی یا کل قدم رنجہ فرمائیں گی، تو آپ مجھے دیکھیں کہ میں سونی صاحبہ کی کیا خاطر دار رہی ہو سکتی ہوں۔" اس کے طرز انداز پر اس کے اسنے گاڑھے حملوں پر نہ چاچے ہوئے لگی وہ منہ پر ہاتھ رکھے ہنسنے لگی تھی۔

"عارفین! آپ نہایت قیامت سے ہیں آپ سے بات کرنا بہت فضول ہے۔" عارفین اس کی ہنسی پر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا، اس کا مطلب تھا وہ ناراض نہیں تھی۔

"اے مقصود جیتا کہاں رہ گئے تم لوگ، ناشتہ خفزا ہو رہا ہے۔" اس نے میں راہب کی آواز آگئی تھی۔

"بس امی آ رہے ہیں۔" مقصود نے دروازہ کھول کے آہستہ سے انھیں جواب دیا پھر جیسے پلٹ کر عارفین کو دیکھا جو کھنسی سے بغور اسے مسکرا کے دیکھ رہا تھا۔

"ناشتہ کے لیے بلائے آئی تھی جانے آپ نے مجھے کہاں الجھا دیا اب جلیئے ناشتہ سارا خفزا ہو گیا ہوگا، میں پھر سے گرم کر دیتی ہوں۔" الٹا سے سو دروازہ عظیمہ کے فوراً کمرے سے باہر نکلی تھی، عارفین بھی اس کے پیچھے مسکراتا ہوا کوئی گھر بڑی دھن منگنا تا رہا تھا۔

"آئی دیر کر دیتی تم دونوں نے، میں نے ناشتہ وہ بارہ گرم کر کے رکھ دیا ہے، اب جلدی سے آ جاؤ!" راہبانی جیڑ سنہال جگلی تھیں۔

”ای ایس کرو جی آپ کو تکلیف اٹھانی پڑی۔“ مقوم کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

”کوئی بات نہیں اور تکلیف کسی رانی اولاد کا کام کرنا تکلیف توڑی ہوتی ہے۔“ انھوں نے صبر سے اسے دیکھا تھا، مقوم ہونے سے شکر ادا کی تھی، مگر وہ سوئی کی قسمت پر ہلک کر تھی تھی کہ وہ اتنی ساری برطوں بھجوں کی مالک ہے، پھر اس بھی ہو جاتی کہ ہر حال اسے ایک نایک دن یہاں سے چلے ہی جانا تھا، مگر وہ ان بہت ساری بھجوں کے سہارے اپنی زندگی گزار رہی تھی۔

”اب کیا سوچتے ہیں؟“ راہو نے اس کے پر سوچ چہرے کے آگے ہاتھ لہرایا تھا، عارفین نے بھی بغور دیکھا تھا اس کو، اور وہ جانتا تھا کہ مقوم اس وقت کیا سوچ رہی ہے۔

اس بھی بے وقوف اور مقوم لڑکی عارفین نے دنیا میں نہیں تھیں، دیکھی تھی، جو اپنا شوہر اپنی بیٹ فریڈ کی جھولی میں ڈالنے کے در پر ہے۔

”نہیں کچھ بھی تو نہیں۔“ وہ چونک کر رہ گئی۔

”تو پھر ناشتہ کرو۔“

”جی...!“ اس نے نہیں پرستے صرف ایک کپ چائے اور ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا کھا لیا تھا۔

”مقوم بیٹا یہ بڑا کامارا ناٹھتے میں نے بتایا ہے، کس کے لیے بتایا ہے؟“ راہو نے اس کو ڈبل روٹی پر کھنکھن کی ہلکی سی تہہ لگاتے دیکھا۔

”ای ای اصل میں، میں واقعی اچھا ہوں، اور آج کل ہر کس فاسٹ نہیں کر سکتی۔“ وہ منہ مانتی تھی۔

”ایک بات تو بتاؤ وہاں لندن میں تمہاری کیا تھی؟“ عارفین نے چہرے کا ایک نوالہ توڑ کر حلوے سے لگا کر منہ میں رکھتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”وہاں میں صبح گرم کافی کے ساتھ ایک یادو بسکٹ کھانا لاتی تھی، پھر دوپہر میں نوڈلز یا برگر کھانا اور رات کا کھانا دے تو اکثر کول کر جاتی تھی، مگر کتنی کم دودھ کا ایک گلاس زبردستی پلاؤ تھا۔“ اس نے تفصیل سے اپنی روئین بتائی تھی۔

”خیرت ہو رہی ہے کہ تم اب تک زندہ کیسے ہو؟“ عارفین نے سحر کرتے ہوئے دیکھا۔

”مطلب...؟“

”مطلب یہ کہ میں اتنی تھلی تھیں اسی لیے تمہارا یہ حال ہے۔“ عارفین نے اس کے دھان پان سے وجود پر

بھرپور نظر ڈالی تھی، مقوم اس کے یوں دیکھنے پر بڑلی ہی ہو گئی تھی۔

”آف... اوه عارفین! نتیجہ کر دیا تم نے مقوم کو۔“ راہو نے عارفین کو مزید بولنے سے پہلے ٹوکا اور ایک پلیٹ میں سالن نکال کر مقوم کے آگے کیا، جبکہ عارفین اس کے آگے سے ڈبل روٹی اور چائے ہٹا کر سالن کی پلیٹ حیدر آ کر رکھا تھا۔

”سلیج جو کھاتی تھیں، وہ کھاتی تھیں مگر اب تمہیں ان سب کھانوں کی عادت نہ صرف ڈالنی ہے بلکہ بہت اچھی کوٹنگ بھی سیکھنی چاہیے۔“ راہو نے ایک اور پلیٹ میں حلوہ نکال کر اسے چھایا۔

”پلوپ شاپاش اسے کھاؤ، آخر کو تم میرے عارفین کی نسل آگے بڑھاؤ گی، اور مجھے اپنے بچے ہوتے، ہوتی صحت مند، گول مول سے چاہیں، اس لیے جب ماں کی صحت اچھی ہوگی تو اولاد بھی اچھی ہوگی۔“ راہو تو اپنی دھن میں بس بولے جا رہی تھیں، مگر مقابل کی حالت کیا تھی، اس کی کوئی خبر نہیں تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم کا

سارا بھاس کے چرے پر آ کر جم گیا ہو۔

”ای! آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں، میں آپ کی بات سے سو فیصد متفق ہوں۔“ عارفین شونی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

”تم تو چپ ہی کرو، اگر اسے متفق ہوتے تو مجھ سے پہلے جہیں مقصوم کا خیال رکھنا چاہیے تھا، وہ ہو گئی خود نے تو اپنا آدھا ٹائٹ کر لیا ہے، اور مقصوم نے ابھی تک ایک لقمہ بھی نہیں توڑا ہے۔“ رابعہ نے اسے بھی ٹھکرایا، وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

”او کے اگر آپ کا حکم ہو تو آپ کی بہو صلیب کو اپنے ہاتھ سے کھادوں؟“ عارفین نے اپنا ٹائٹ کھل کیے ٹیپکن سے ہاتھ صاف کیے اور رابعہ سے پوچھنے کے بعد مقصوم کو دیکھا جس نے ابھی تک ایک لوالہ بھی نہیں توڑا تھا۔

”دیکھو ذرا مقصوم نے ابھی تک ایک لوالہ بھی نہیں توڑا، مقصوم بیٹا! اگر عارفین کے ہاتھ سے کھانے کی خواہش ہے تو میں نہیں دیکھ سکتی گی، تم اس کے ہاتھ سے کھا لو۔“ رابعہ نے مسکراتے مقصوم کو دیکھ کر چیخا تھا، مقصوم تو صحیح معنوں میں شہنا کر رہی تھی۔

”اے نہیں ای! میں خود کھاؤں گی۔“ مقصوم نے جلدی سے پوری کا ایک لوالہ توڑا اور سالن سے لگا کر منہ میں رکھا، مہاراجا عارفین اپنے کمرے پر گھلنے ہی نہ کر سکے، اس کے پاؤں منہ میں جلدی سے لوالہ رکھنے پر عارفین دھیرے سے غصہ دیا اور رابعہ کو سزا دی کہ اس نے مقصوم کی شریلی شریلی سی بہو بہت مزید ہو گئی تھی۔

.....

تین دن بعد اسے ہوش آ گیا تھا مگر اس وقت وہ وہاں تک نہیں گذر پڑا ہے خبر سو رہی تھی، یہ تین دن تین راتیں ریحان شانی نے کیسے ہل ہل مارتے جیتے گزار دی تھیں، یہ صرف وہی جانتے تھے یا ان کا رب، معمولی سی آنکھ تک نہیں چھپ سکتی تھی انھوں نے۔

آفریں گناہ سوال رہی ہے نہیں ان کی انکوئی معصوم بیٹی وہاں کو کیا لگاڑا ہے انھوں نے کسی کا، انھیں نہیں یاد پڑتا تھا کہ رانا کھلی یا جان انجان کر بھی انھوں نے یا ان کی بیٹی وادینے کسی گونگ بھی پہنچائی ہوگی، مگر آج وادینا کی حالت میں کیوں ہے، وہ یہ دن بھی دیکھنے کے لیے زندہ تھے، انھیں موت کیوں نہیں آ گئی اپنی وادینہ کو ایسی حالت میں دیکھنے سے پہلے کیسا بے غیرت باپ ہوں میں کر اپنی بیٹی انکوئی جان سے عزیز بیٹی کی ایسی اذیت تاک حالت دیکھ کر بھی میں زندہ کیوں ہوں؟ مگر ہاں شاید مجھے زندہ رہنا ہے کیونکہ جس طرح اذیت میں میری وادینہ ہے اس سے زیادہ آفریدی کو ایسی اذیت تاک موت ماروں گا کہ جبریت کا نشان بن کر رہ جائے گا، وادینہ کا بدلہ لیے بغیر میں آفریدی کو چھوڑوں گا نہیں، سنا کروں گا اس کی ہستی اس کی کائنات، کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا، اس کی اگلی پچھلی ساری نسل خاک میں ملا دوں گا اس نے میری بیٹی کو اس حال تک پہنچایا ہے ہاں، میں اس کو نہیں کا نہیں رہے دوں گا۔“ کرنی بیٹی وادینہ کے پاس وہ کمرے اس کا سر بھسایا چہرہ دیکھ کر اذیت سے سوچ رہے تھے، انھوں نے بغور وادینہ کا چہرہ دیکھا تھا، ان گزرے تین دن میں وہ سوکھ کر کاٹا ہو گئی تھی، جسم سے جیسے سارا خون نچوڑ لیا ہو، زندہ وادینہ بن کر رہ گئی تھی وہ۔

دروازے پر کسی نے دستک دی بلکہ وہ اندر بھی آ گیا تھا۔ ریحان شانی نے پیچھے پلٹ کر دیکھا بلکہ جھنجھر پڑا، پلٹ کر شرت پہننے کا ریش فٹسی فٹائی لگا ہے ہاتھ میں موبائل اور گاڑی کی چابی گیسے وہ قریب آ رہا تھا، اپنی کسی

چوڑی جسامت اور سرخ سفید رنگت سے وہ کوئی چھان یا دیرہ لگ رہا تھا مگر وہ تھا کون آج سے پہلے تو اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

”سیلو سٹور ریمان اکیسے نوم ۶“ وہ ریمان شیخ کے مقابل آٹھرا تھا
 ”آفریدی...“ یہ آواز تو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتے تھے، یہ وہی شخص تھا جس نے ان کی بیٹی کو اس حال

تک پہنچایا تھا۔
 ”تم...“ آواز میں سانپ سے زیادہ زہریلی کاٹ تھی۔

”خاکسار کو آفریدی کہتے ہیں، جو بد قسمتی سے تمہارا دادا تمہاری بیٹی کا شوہر ہوتا ہے بلکہ...“ آفریدی نے گردن کو ہلکے سے گم کے پیڑ پر بے خبر سوتی دایہ کو دیکھا تھا۔

”تمہاری بیٹی کو اس حال تک پہنچانے والا بھی میں ہی ہوں۔“ اس قدر دیر اور لیبرری اور بہادری سے وہ اپنا اقرار جرم قبول کر رہا تھا، بلا کسی ڈر خوف کے اس کے اعزاز پر ہی نہیں اس کو کچھ کبھی ریمان شیخ کے اندر بہتالا دا اٹل پڑا تھا، انھوں نے ہم، فیصلہ کی شدت میں آفریدی کا کارا اپنی دونوں پٹیلیوں میں زور سے دبویںچ لیا تھا۔

”کھینچنے...“ وہ دہل اٹھا، اس نے جیسے چھوڑوں گا نہیں، میرا وہ حشر کروں گا کہ کٹھنی نہیں تیری اگلی پچھلی ساری خلیوں پتاہم کی آؤں کے لیے ہر ت کا نشان بن جائے گا، وہ حال کروں گا تیرا کہ وہ بارہ زندگی نہ ملنے کی بھیک مانگے، موت کو بدتر بناؤں گا تیرے لیے...“ وہ ہڈیانی ہو کر دیلی آواز میں اس پر چڑھ رہے تھے۔

”فی الحال تو مینیجنگ ڈائریکٹر خود اپنے کے موت کی دعا مانگ رہی ہوگی۔“ آفریدی نے ریمان شیخ کے دونوں ہاتھ اپنے کار سے جھکے سے ہٹائے تھے۔

”شٹ اپ۔“ ریمان شیخ نے اس کو سامنے کے لیے اس پر ہاتھ اٹھایا مگر وہ ہوا میں ہی معلق ہو کر رہ گیا تھا، کیونکہ آفریدی نے ریمان شیخ کا ہاتھ پکڑ کے بھری طرح جھٹک دیا تھا۔

”چھ...چھ...چھ... بہت افسوس ہو رہا ہے مگر کیا کریں یہ سب کرنا بھی ضروری تھا۔“ ہونٹوں پر طنز یہ مسکراہٹ لیے وہ ریمان شیخ کو طنز یہ نظروں سے دیکھ رہا تھا، جیسے ان کے چہرہ بھال نہیں خضب و غضب پر فیس رہا ہو خدا کی ازار ہا ہو۔

”کیوں کیا تو نے میری بیٹی کے ساتھ اس طرح، خود کو دیکھا ہے بہت بھاری چہ بھری بیٹی تھی تے، مصوم اور بے قصور بھی وہ۔“

”جیسے شہلا آفریدی تھی۔“ آفریدی طے سے دھاڑا تھا کہ دایہ جو بے خبر سو رہی تھی، آفریدی کی پچھلاؤنی آواز پر اس کی نیند ٹوٹی تھی۔ ریمان شیخ نے نہایت چمک کر خاموشی سے اسے دیکھا تھا ”شہلا آفریدی“ انھوں نے دیر سے ہے یہ نام پکارا تھا۔ جبکہ ریمان شیخ کے برعکس دایہ نہایت ڈری سکی کسی خوفزدہ چڑیا کی طرح آفریدی کو بغیر پلٹیں بھیجے گاے دیکھ رہی تھی، وہ درج فسون منظر اس کی آنکھوں کی پٹیوں پر کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا، اس کے دل کی حالت زہر و دم ہونے لگی تھی انداز یک علامت ایک آندھی طوفان سا رہا تھا، جس میں وہ بھتیجی چلی جا رہی تھی کسی جھٹکے کی گڑیا کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر درجہ درجہ ہو کر ٹکھری لگی تھی، اس کی انا، خود بدلی، نسوانیت، سب کچھ آفریدی نے اپنے ٹکس کے روند ڈالا تھا، بدلے کی انتقام کی آگ میں اس کا پیرا دھیر جھلا دیا تھا، اسے کسی قابل نہیں چھوڑا تھا وہ تو پہلے ہی اپنی جانگ سے لاچار گزروں تھی، رہا سہا احتیاج بھی آفریدی نے اپنے حیروں سے چل کر رکھ دیا تھا۔

”ہاں..... ہاں..... ہاں“ وہ ہدایتی ہو کر چلتے چلنے لگی تھی۔ آفریدی کی طرف دار کے بارے میں نہیں رہی تھی۔ بس وہ ایمان علی کو دروازہ سے نکال رہی تھی۔ اس کی کچی و کچر پر ایمان علی کا سیکڑا تھا۔ وہ آفریدی کو دھکے کے بعد دائیں کی طرف تیزی سے بڑھے تھے۔ دائیں نے جلدی سے ایمان علی کا بازو پکڑ لیا تھا۔ آفریدی ہی سے ہمت کے ان کے اندر چھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ تکلیف کی شدت سے انھوں نے آسو بہنے لگے تھے۔

”میرا جان شیخ! آج اپنی زندگی کو گم کرنا گمراہی کا وقت یاد کرنا، بہت خوب رہے وہاں اپنی پھولوں جیسی نبی کو اس حالت میں دیکھ کر، آپ یہ تمہاری زندگی بھر کے لیے سزا ہے کہ جب جب سانس لینا ”شہلا آفریدی“ کو ضرور یاد کرنا، اور آپ اپنی نبی کے لیے موت کی دعا مانگنا، جس کا عسارہ تمہاری نبی کے جیسے میں آیا ہے۔“ آفریدی استہزا پسئی ہنستا ہوا وہاں سے چلا تھا، مگر ایک قدم جا کر پھر رکا اور اپنا جیب سے ایک چم لال کر دانے کے باوجود پھینکا تھا۔

زندگی کے چرچے میں سے وہ یہ تعلق دیکھ کر حیرت منہ ہو گئے، وہ کوئی معمولی حادثہ تو نہیں تھا کہ بھلا دیا جاتا کسی کی پوری زندگی کا سوال تھا، اس کا مستقبل تھا جو ان کی بدولت چار بج کی آفتاب ہو گیا، جسے بدادار کے دوسرے دن اپنے دوستوں کے ساتھ جشن منانا تھا یہ جاننے والے مادرِ پختی جلدی دن کے پردے سے وہ سارا قصہ وہ حادثہ فراموش بھی کر دیا جیسے اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں، مگر انھوں نے جو عمل کیا آج اس کا

خیاں نہ کوئی اور نہیں ان کی اپنی مٹی اکلوتی جیتی ملی واپس بھگت رہی تھی، جہاں کی جان تھی ان کی زندگی ان کا کل سر پایہ تھے یہ تک معلوم نہیں کہ پر شفقت باپ کے چچے ان کا کس قدر بھانجکا ماضی چھپا ہوا تھا، کس گروہ جان جائے تو شاید نفرت کرنے لگے اپنے باپ سے کراہت آئے ان کے گزرنے کے۔

☆.....☆.....☆

”وہ دیکھ رہا تھا، وہ آری شہلا آفریدی۔“ معید کے کہنے پر نبل چاہتے رہا ان نے اپنے من نگاہز کے اوپر سے دیکھا تھا، وہ حقیقت میں حسن و جمال کا دیکر مگی، اس کے بارے میں جتنا سنا تھا وہ اس سے نہیں زیادہ حسین اور خوبصورت تھی، وہ ایک تک اس کو دیکھتا ہی چلا گیا تھا۔

”کیوں میں نے کہا تھا کہ اس جامد کی سب لڑکیوں کو ایک طرف اور شہلا آفریدی کو ایک طرف رکھ لے“ معید نے جیسے ہوئے رہا ان کا کہنا۔

”واہی پارا فوجی بول رہا تھا، یہ میری سوچ سے زیادہ خوبصورت ہے۔“ رہا ان نے نبل تھوکی اور ہاتھ ہماڑا ہوا کھڑا ہو گیا تھا، وہ وقت خارج کرنے کا جاکل نہیں تھا جو بھی خوبصورت حسین لڑکی دیکھی تو راہ دیتی کا ہاتھ بڑھانے لگتی چلا تھا، اور اس کی شخصیت ہی کچھ ایسی محرک تھی کہ لڑکیاں اس کے ایک اشارے پر سر سے لگتی تھیں اور ان ہی لڑکیوں نے اسے انکار اور جرح جاری تھا کہ وہ بھگتا تھا کہ نہا کی جس لڑکی پر نظر ڈال لے اس کو ایک اشارہ کر دے وہ اپنا سب کچھ اس پر لٹا دے گی، مگر یہ بھی رہا ان کی اپنی پچر مگی کہ ہر لڑکی سے دو قی ضرور کرتا، مچکے مچکے گفتگو ضرور دیتا مگر مگی خفا اپنے گھر کا بھی اپنے پیڑروم کا راستہ دکھاتا تھا، جب دل بھر جاتا تو بے دردی سے اس لڑکی اس حید کے جذبات اس کی محبت کو بھگتاؤ کے بڑھ جاتا۔

کافی دن بھی ہو گئے تھے کوئی بری چہرہ نہیں آیا تھا، اس لیے اپنی اوریت مٹانے کے لیے لندن چلا گیا تھا، ایک ہفتے بعد جامد آیا تو معید اس کے دوست کے شہلا آفریدی کے حسن کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیے تھے۔ اب اس کا مشن تھا کہ شہلا آفریدی سے دو قی کرے جو کسی طرح ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔

”ہاے فیضان! کبھی ہو؟“ رہا ان نے جبکہ کہ لو فران ادا دے میں پوچھا تھا شہلا آفریدی بری طرح گھبرا گئی تھی، اسے جامد میں آئے ابھی چندہ میں دن ہی ہوئے تھے اب تک اپنی شخصیت کے حراز سے اس نے کسی سے بھی دو قی نہیں کی تھی، یہاں کا ماحول بہت الگ تھا، مگر وہ یہاں پڑھنے آئی تھی، وہ تو اس ماحول کو دیکھ کر دوسرے دن ہی بھاگ جاتی، مگر اپنے بے اختیار شوق کے آگے بھروسہ۔

اس کے مفروضہ رائے حراز کو دیکھتے ہوئے کسی نے اس کی طرف دو قی کا ہاتھ بڑھا دیا بھی نہیں جس کے لیے وہ صدمہ خراہا کر رہی تھی مگر جامد میں ان دو لڑکیوں رہا ان اور معید نے اس کا بیجا حرام کر دیا تھا۔

شہلا آفریدی کا تعلق ایک چھان کھانے سے تھا، جہاں ملازمت کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کی جاتی ہے۔ وہ جکی سوچ کر صبر کر جاتی کہ ان کی کسی بھی بات کا جواب نہیں دے گی، تو وہ خود ہی تھک ہار کے چھپے ہٹ جائیں گے۔ اس وقت بھی ان دونوں کا کسی بھی بے ہودہ بات کا جواب دے گئے تھیں وہاں سے چپ چاپ سر جھکا کر نکلتی چلی گئی تھی۔ کتنے ہی دن ہو گئے تھے ان دونوں کو شہلا آفریدی کا پیچھا کرتے ہوئے وہ پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ تھک بھی آ گئی تھی ان دونوں کی فضول حرکتوں سے، تعلیم کی جگہ کو بھی ایسے لوگ اور پیپ لڑکوں نے تفریحی مقام بنالیا تھا، مگی بھی تو سوچتی کہ وہ چھوڑ دے تعلیم، واپس کوئٹہ چلا جائے، کیونکہ یہاں ان جیسی ذریعہ پاک دیوار خوفزدہ لڑکیوں کی کوئی جگہ نہیں تھی، ماسی لڑکیوں کو ایسے پرست مرد اپنی انا کا مسئلہ یا پیچھا

لیتے تھے اور شہلا آفریدی اس کہانی کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی، اس نے اپنے فیصلے پر معذرت کر دی کہ وہ آئے نہیں بن رہی تھی، چھ ماہ کے اس عرصے میں رحمان اور معینہ نے اسے اتنا جتنج اور عاجز کر دیا تھا کہ وہ تھک کر بچکی تھی کہ آگے تعلیم کو خیر باد کہہ دے، جس میں اس کی اس کے گھر کی عزت تھی، اور نہ وہ چاہتی تھی اگر اس کے بھائی کو ذرا بھی رحمان اور معینہ کی ہینک بھی پڑ گئی تو وہ ان دونوں کو جان سے مار دیں گے۔

"یاد رحمان کا کافی تاخیر نہیں کیا شہلا آفریدی نے، نہ تو وہ تجھے گھاس ڈال رہی ہے اور نہ ہی میری باتوں میں آ رہی ہے۔" معینہ نے پر گھر کا ایک بائٹ لیتے ہوئے کہا تھا اس کی آنکھوں میں ایک ہراس مری چمک گئی۔

"ٹھیک بول رہا ہے میرے خیال میں ہمیں اس کا پیچھا کرنا چھوڑ دینا چاہیے، جامد کی تیز طرار ناز و ادا دکھانے والی لڑکیوں سے منفرد اور بااثر لگ ہے شہلا آفریدی۔" رحمان نے کولڈ ڈرنک کا ایک سب لیتے ہوئے کہا تھا۔

"اور تو نے دیکھا نہیں کہ وہ کس قدر بڑی سی چادر میں خود کو ڈھانپ کے رکھتی ہے، سچ مجھے تو اس قدر وحشت ہوتی ہے اس کی 10 گزیں چادر سے، اور تو تو جانتا ہے کہ لڑکیاں میرے ایک اشارے پر جان چڑھتی ہیں، کچھ لڑکیاں ایسی بھی آئیں جو کچھ خرد کے بعد رو کر آئیں، مگر میں نے تو یہی سوچا ہے کہ شہلا آفریدی ان سب لڑکیوں سے بہت الگ ہے، ہمیں مزید اس پر تاخیر نہیں ضائع کرنا چاہیے۔" اس نے اپنی کولڈ ڈرنک ختم کر کے خالی بوتل ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

"حیرت مندی ہے میری کہ تم نے کہا۔" معینہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟" رحمان بٹھا بیٹھنے سے اسے دیکھا۔

"کیوں حیرت کی بات نہیں ہے کہ رحمان شیخ جس کے ایک اشارے پر ایک مسکراہٹ پر حسین سے حسین مفرد سے مفرد لڑکی اپنا سب کچھ کھانے کو تیار ہو، وہ ایک ایسی ذریعہ پرک خود وہی لڑکی سے بار بار کیا ہے؟"

"تو کچھ معینہ! تو تو بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ میں بار بار اپنے والوں میں سے نہیں ہوں، مگر میرے بھی کچھ اصول ہیں، شہلا آفریدی ان لڑکیوں میں سے نہیں ہے تو اس کی بھی اپنے بچل کی طرح ہر ایک کی جھولی میں کرنے کو تیار رہتی ہیں۔" رحمان کے چہرے پر معمولی سی ناگواریت ابھرنی لگی۔

"آل راءت..... تمہارا اوقیتین تھا مگر میری تھکنک بہت تھکنک ہے، بے شک تو سحر انگیز پرستانی کا مالک ہے، مگر کم میں بھی نہیں ہوں، شہلا آفریدی اب میری ضد میری لانا کا مسئلہ بن گئی ہے، اسے جھکا تا اب میری ضد ہے۔" معینہ کے چہرے پر عجیب سی چمک گئی، جو رحمان کچھ نہیں سنا تھا۔

"مطلب کیا کرے گا تو؟"

"میں نہیں ہم کریں گے، شہلا آفریدی جس نے خود پر بے چارگی کا خول چڑھایا ہوا ہے، وہ توڑنا ہے اس کے غرور کو اسے قدموں تلے کھانا ہے، اور یہ میں کر کے رہوں گا۔" اس کے ارادے آخری حد تک خطرناک تھے جو رحمان اب سمجھا تھا۔

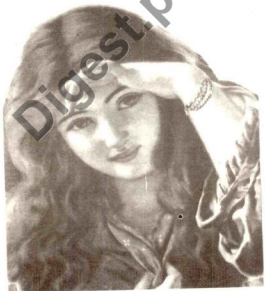
"معینہ! تو پاگل تو نہیں ہو گیا، اگر پر نہیں کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں جامد سے نہ صرف نکال دیں گے بلکہ پانچ سال تک ہمیں ان کے ایڈمیشن بھی نہیں ملے گا۔" رحمان نے اسے اس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

(جاری ہے.....)

امیر القلن شامل

یہ میرا دورِ قیامت ہے

”تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟“ ”دُرک نے جب
سے سنا تھا اس سے رہا نہ گیا تو فوراً کٹیری پہنچ گیا۔
”تمہاری نظر میں تو میرا دماغ پیشتر خراب رہتا
ہے تو کس طرح کیوں کر رہے ہو؟“ بیکش کی طرح لہجہ پر



شرف بھی جنہیں حاصل ہے۔ ”زرک بھی کہاں کا اوجھار رکھنے والا تھا۔

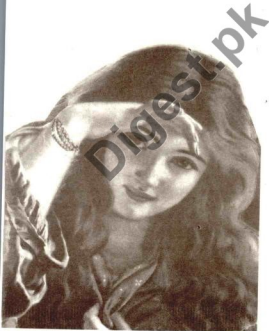
”یقین مانو تہاری اس نام نہاد دوستی کا اعزاز سنبھالے اب میں تھک چکی ہوں، کیا ہی اچھا ہو، اگر تم مجھ پر احسان عظیم کرتے ہوئے مجھے اس بندھن سے آزاد کر دو۔“ اماں نے بھی اسے ہری جھنڈی دکھائی اور کلاس روم سے باہر آ گئی، زرک بھی اس کے ہمقدم تھا۔

”بد بخت ہے وہ شخص جو ایک درویش کی دوستی سے منہ موڑتا ہے۔“ فلسفیانہ انداز میں زرک نے کہا۔

ہی اس نے جواب رکھا تھا۔
”مجھے تم سے اب ایسی بھی بے وقوفی کی امید نہیں تھی، ایک تو رمضان اوپر سے اتنی گرمیاں، اتنی دور جانے کی ہلکا کیا ضرورت ہے؟“ زرک اسے سمجھانے سے قاصر تھا۔

”جنہیں بڑی فکر ہونے لگی ہے مہری۔“ اس نے اپنا سامان سمیٹا اور جانے کے لیے کھڑی ہو گئی۔

”اماں! زیادہ خوش غم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بس کڑن ہونے کے نالے تمہیں سمجھانے چلا آیا، قسمت کی ستم ظریفی سے مہری دوست ہونے کا



”تو صاحب! ہمیں جو بخت رہے دیں ہاں،
سرمائی ہوگی۔“ امام ذہبی ہو گئی تھی۔

”مطلب تم نہیں مالوکی؟“ ذرک نے ہاں، ہاں
میں جواب مانگا۔

”ہاں نہیں مالوں کی۔“ امام نے اس کی آنکھوں
میں دیکھتے ہوئے حتیٰ فیصلہ نہ لیا تھا، ذرک نے پھر کچھ
نہیں کہا تھا، خاموشی سے اس سے پہلے نکل گیا۔

”اوہو۔۔۔ کہاں جا رہے ہو درویش دوست! مجھے
مگر تک تو ڈراپ کرو، ایک تو روزہ، اوپر سے اتنی
گرمی۔“ امام نے اسے پیچھے سے لگایا تھا، مگر وہ ان
مئی کر گیا۔

”امام! یار یہ ذرک تھا؟“ اسی وقت شافیہ
وہاں آ پہنچی تھی، وہ ذرک کو مانتا نہ پہچانتی تھی۔

”جی ہاں! یہ وہی آج کے ذرک بن مسعود ہیں،
جن کے عشق میں آپ بھی گرفتار ہو چکی تھیں۔“ امام
نے ابرو اچکاتے ہوئے ردائی سے کہا۔

”یار امام! آج پچھو تو میں اب بھی ذرک مسعود
کے عشق میں گرفتار ہوں، مگر وہی لفت نہیں کھاتا۔“
شافیہ نے بڑی مسکین صورت دکھا کر کہا تھا۔

”فکر مت کرو تائی جان اپنے لائق وفاق بننے
کے لیے دلہن کی تلاش میں سرگرداں ہیں، میں انہیں
تجہارا نام بھی کھوا دوں گی۔“ امام بے زاری سے

کہتی اکیڑی سے باہر آ گئی اور شافیہ خوشی میں جھج
جاتے مارتے رو گئی، وہ باہر لپٹی تو اسے جلد ہی رکشوں
گیا، مگر کتنی تو مایوس اپنے دونوں بچوں کے ساتھ موجود

تھی، دونوں بچوں نے لافنگ میں دھماچو کڑی چارنگی
تھی، مایوس تیرب تیر جیجی بنگرین پڑھ رہی تھی۔

”یار! کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کا، اپنے گھر میں آرام
سے نہیں جیٹھ سکتے، جب دیکھو یہاں چلے آتے ہو۔“ نہ
سلام نہ دعا وہ آتے ہی شروع ہو گئی تھی، دونوں بچوں کی
طرف اشارہ کر کے مایوس سے مخاطب تھی۔

”تمہیں کیا تکلیف دے رہے ہیں میرے

بچے؟“ مایوس نے ابرو اچکائے دونوں بچے امام خالو
دیکھتے ہی شریف بن کر منہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔

”تمہیں تو پھر بھی ہم برداشت کر سکتے ہیں، مگر
تمہارے یہ نمونے بچے ناقابل برداشت ہیں۔“ امام
صوت پر ہی دروازہ کھٹکی تھی۔

”کیا کہا نمونے بچے؟“ الف میرے اچھے
خوبصورت بچوں کو کونکہ کہہ رہی ہو، شرم نہیں آ رہی
تھیں؟“ مایوس تب کہتی۔

”اگر تمہاری یہ خوش فہمی ہے تو پلیز نکل آؤ اس خوش
فہمی سے۔“ امام نے ایسے کہا تھا مایوس تو بس رو رہے تھے
تھی۔

”ہائے داوے، تمہیں اتنی بڑی ہے نہ کی خوش فہمی
میں کس نے جھکا کیا؟“ امام تو مایوس کو مسلسل زہق
کرنے کے سوز میں تھی، دونوں بچے صوفے پر دوپٹ
کے بیٹھے تھے۔

”کون کس خوش فہمی میں جھکا ہے امام؟“ مشورہ جگم
لاؤنگ میں داخل ہوئیں تو امام کا آخری جملہ سن لیا تھا۔

”ای! یہ ایک لمبی کہانی ہے فی الحال یہ بتائیں
اظهار ہونے میں کتنا تاخیر ہے؟“ امام اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

”جیہا! ابھی تو بہت وقت ہے، ابھی اللہ اللہ کرو۔“
وہ اپنے بھی لافنگ میں آخری دہائی تھی، تو امام سستی کو
بھاگتے ہوئے کھڑی ہوئی اور فخر کی نماز پڑھنے میں
دی۔

”ای! امام! ابھی بدلتے ہو گئی ہے کہ کیا بتاؤں؟“
مایوس ابھی تک روہا کی ہوئے بھیجی تھی اور دونوں بچے
امام خالو کے جاتے ہی پھر سے کھیتے میں مشغول ہو گئے
تھے۔

”مایوس ہانسی! امام بدلتے ہو نہیں گئی بدلتی رہی۔“
رہا ب نے اپنا نور نظر پریش کیا تھا۔

”کیا بات ہے تم دونوں امام کے خلاف کیوں
بول رہی ہو؟“ اسی نے دونوں کی طرف خشمے کی لہر
سے جھانکا۔

"اس نے میرے مصوم و خواہصورت بچوں کو نمونہ کہا۔" ماہین کو پھر اپنا دکھ یاد آ گیا۔
 "وہی ہے جو اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" رباب بچلا چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔
 "دیکھا ای ایسے دیکھو میرے ہی بچوں کے بچھے پڑا ہے۔ اب میں اپنے گھر گئی تو داپس نہیں آؤں گی۔"
 ماہین پھر سے میٹروین لے کر بیٹھ گئی۔
 "مہ کرتی ہو ماہین! تم بھی تمہاری بیٹھیں ہیں غناق کرتی ہیں۔" ای نے اسی کو سنا دیا۔ "اسے نماز پڑھ کر سو گئی تھی، جب اچھی تو عصر کی اڑا میں ہو رہی تھیں، جلدی سے اٹھ کر وضو کیا مصر کی نماز پڑھی اور تانی ای کے پوشن کی طرف آ گئی، جب کہ بچن میں رباب اور ماہین دونوں اظہار کی حالت میں تھی ہوئی تھیں۔
 "شہوار! کتنے غصہ کی خوشبو آ رہی ہے، کیا بنا رہی ہو؟" وہ سیدھا بچن میں آئی تھی، شہوار اور سدرہ بھائی بچن میں اظہار کی باتے میں مصروف تھے۔
 "اللہ نے اتنی خواہصورت آتھیں وہی ہیں، تو کیا نظر نہیں آ رہا کہ کیا بنا رہے ہیں؟" سدرہ بھائی کو غصہ بکھڑا رہی تھی لگہ و پاتا حق کر رہی تھیں۔
 "بھلیں آپ نے مانا تو کسی خواہصورت آتھیں ہیں میری، ورنہ سنا تو یہی ہے کہ ایک لڑکی دوسری کی تعریف نہیں کرتی، بڑی مہمان ہیں آپ۔" جمال ہو جو اما سدرہ کو کوئی بات دل پر لے لے، ابھی بھی بڑے تاز سے کہا تھا شہوار کے لبوں پر مسکراہٹ چمک رہی تھی۔
 "بھائی دہی بھلے بنا رہی ہیں، اور میں گولا کہاں۔" شہوار نے جواب دیا۔
 "اب تم یہ مت کہنا کہ تم نہیں اظہار کی کرنے والی ہو۔" بچھے سے زورک بھی آگیا تھا۔
 "آگر ایسا کہوں بھی تو تمہیں کیا تکلیف ہے، میرے تاپا کا گھر ہے پورا حق رکھتی ہوں، یہاں آنے کا، یہاں رہنے کا۔" اما نے بھی کار کھڑے کرتے ہوئے وار لونا یا تھا۔

"صاحب! ہم تو چاہتے ہیں آپ ہمیشہ کے لیے ہمیں رہ جائیں، کیوں نہیں رہ جاتیں؟" زورک نے بڑی معنی خیزی سے پوچھا تھا۔
 "اپنی اماں سے بھی پوچھ لو، وہ بھی اسے رکھنا چاہتی ہیں یا نہیں؟" اس سے پہلے کہ اماں کی بات سمجھتی، سدرہ بھائی اچھی طرح سمجھ گئی تھیں اور بڑی مفروریت سے کہا تھا۔
 "ہیں...؟ یہ تانی ای کو مجھ سے کب سے خار رہنے لگی، جو میرا آنا جانا انہیں برا لگنے لگا؟" وہ تو درملہ حیرت میں ڈوب گئی تھی۔
 "اماں! کیا تم سے کسی کو بھی کوئی شکایت ہو سکتی ہے؟" شہوار نے اس کا وار لونا چاہا۔
 "شکایت تو ہے بہت سے لوگوں کو مجھ سے، اب یہ اپنی سدرہ بھائی کو ہی لے لو، جب دیکھو نہ بھرتا ہے ان کا۔" اب اماں کے میزائل کارخ سدرہ کی طرف ہو گیا تھا۔
 "ارمیزم اللہ جی سے نکل آؤ ایسی کوئی چیز نہیں ہو تم کہ میں تم سے بھتی پھروں۔" سدرہ کو تو اس ڈانٹ بیک سے براگ ہی لگ گئی۔
 "میں نے تو نہیں کہا کہ آپ بھتی ہیں، یہ تو آپ خود کہہ رہی ہیں۔" اماں نے مزید مزہ لیا۔
 "بھتی ہے میری جوتی؟" سدرہ تو جمل بھن کر را کھ ہو رہی تھی۔
 "بھلیں جوتی ہی کی، راکھ تو جتا ہے نا۔" وہ حسرت سے ہنسی اور بچن سے باہر آ گئی۔
 "بھائی! بکھوت بکھوت ہے اس میں جو آپ بھڑک اٹھتی ہیں، اسے دیکھ کر۔" زورک نے بھی ہلا خر پوچھ لیا۔
 "ہاں، ہاں تم تو ای کے دیکھ لو۔" وہ اس پر بھی چلی ہوئی تھیں۔
 "جی جی بھانا، میں دیکھ لیں گی اسی کا ہوں اور میرا ہر دوت بھی اسی کے لیے ہے۔" زورک بھی کہاں اوجھا رہی تھی۔

جاتی ای اپنے سامنے بہت سی تصویریں رکھے موجود تھیں۔

”بھری پیاری سی دیواری کا احباب ہو رہا ہے۔“ سدو نے سب سے پہلے تنک کر جواب دیا تھا۔
 ”مطلب کسی مصوم سی بچی پر غم کیے جانے کا سوچ رہے ہیں۔“ وہ شہوار کے ساتھ آکر بیٹھ گئی، تانی کے آگے سے دو تین تصویریں اٹھا کر غور بھی جائزہ لینے لگی۔

”اس گھر میں سب ہی مصوم لوگ پائے جاتے ہیں، اس لیے ہم مصوم ہی وضو پس گے، تیز و شرارتی نہیں۔“ سدو اس سے منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔
 ”لوئے ہوئے، لیکن آپ خود کو بھی تو مصوم لوگوں میں شامل نہیں مگر ہی ہیں؟ اگر ایسا کر رہی ہیں تو یہ پانی سب کے ساتھ غلط ہے۔“ امام نے غصی دبا کر کہا تو شہوار نے اسے ہنسی کاٹی۔

”اے تانی ای امیں تو بتانا ہی بھول گئی، ان تو کیوں کی لسٹ میں ایک نام شامل کا بھی شامل کر لیں، وہ بھی امیدوار ہے ان ضمنی انتخابات میں۔“ امام نے بھلا اس اٹھاڑ میں کہا کہ سدو کے علاوہ سب ہی اس پر ہے۔

”مضمون تو کچھ نہیں آتی۔“ ذرک بھی کمرے میں آ گیا تھا اور دھڑکی بات سن کر بھی۔
 ”سب تم لوگ کرنا شرمناک کر دیتا۔“ بیک گراؤ میں تانیا ای کی آواز آ رہی تھی۔

”تانیا ای! امیں سب لڑتی ہوں، اسی کو خوش ہے میرے ہر کام میں جتنے چاہئے لے لے گا۔“ امام کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

”تی، ہم سب قائل ہیں شرافت تو آپ پر آ کر ختم ہوتی ہے۔“ شہوار نے بی بی مصومیت سے کہا تھا۔

”تانی ای! آپ جلدی ہاتھ پہنے کر لیں اس ذرک میاں کے، تاکہ اس کی اپنی لائف میں اسے مسائل پیدا ہو جائیں کہ دوسروں کے معاملات میں بولنا چھوڑ

رکھنے والا تھا پتہ چن کر بولا۔

”ہاں اور ایک وہ ہے جو تمہیں کچھ سمجھتی ہی نہیں۔“ سدو نے غصے سے کہا تھا اور دوش زمین میں ہاتھ دھونے لگی۔

”وہ مجھے کچھ نہیں سمجھتی یہ اس کا فعل ہے، مگر میں اسے بہت کچھ سمجھتا ہوں یہ میرے احساسات ہیں۔“
 ذرک نے آرام سے جواب دیا اور بکن سے باہر آ گیا۔
 امام لا بھڑک کر جب تنک والیں اپنے پورٹن میں آئی، تو افشاری کا نام غزنیہ ہو گیا تھا، رہا باب و ستر خوان بچھا رہی تھی، ایسی ہی کام سے والیں آ چکے تھے۔

”رہا باب! ادنا کے کیسٹ میرے بھانجا، بھانجی کہاں ہیں، نظر نہیں آ رہے؟“ تانیا نے رہا باب، والی، ابو سب موجود تھے، سوائے ان دونوں کے تو امام کو گرا لاق ہو گئی۔

”ہم یہاں ہیں نظر نہ ملتا۔“ وہ دونوں ہلکی سی طرف سے برآمد ہوئے ان کے ہاتھوں میں چٹھیاں تھیں۔

”شرم کرنا امام! بچوں سے کام ہو جاتا ہے تصویر سے نہیں ہوتا۔“ رہا باب نے اسے تارا۔

”بچے میرے جیسا کام کر کے دکھائیں تو میں پانی سارے کام کر لوں گی۔“ اس نے فرضی کارکنہ سے کہے تھے۔

”اور یہ نظر کا خطاب کس نے دیا مجھے؟“ وہ بھر لڑائی پر آمادہ تھی۔

”ہیں، بس انڈامیں ہو رہی ہیں۔“ ابو نے معاملہ دفع دھک کیا اور سب کی توجہ اذان کی طرف ہو گئی، اسی نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

☆.....☆.....☆

”تانی ای! یہ سب کیا ہے؟“ رات کو اپنے اسائنمنٹ سے فری ہو کر وہ شہوار کی طرف آ گئی تھی، مگر سب تانی ای کے کمرے میں جتنے تھے، تانی ای، تانیا ای، سدو، بھانجی، شہوار، تارو، بھانجی، سب ہی یہاں تھے اور

دے۔" امام نے بڑی سنجیدگی سے مشورہ دیا تھا۔
 "میں تمہارے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں
 ہے۔" ذرک نے قدرے فیسے سے جواب دیا۔
 "ظاہرہ اذرک کو دکھا دو یہ تصویریں اور جلدی کوئی
 لڑکی فائل کرو، سب سے نالے جا رہا ہے اب اسے
 موقع نہیں دینا۔" تایا ایو، تائی امی کو نصیحت کرتے
 ہوئے خود اٹھ کر باہر چلے گئے تو تائی امی نے ساری
 تصویریں ذرک کے آگے دکھادیں۔
 "صاحب ایوی لی گک رہی ہے لڑکیوں کی، اٹھالو
 اپنی پسند کی۔" امام سے چپ قور ہنسیں جاتا تھا بول
 گئی۔
 "شٹ اپ!" ذرک نے ٹھٹھکی ناراضی کا اظہار
 کر دیا تھا۔
 "ذریبی اپنہ کرئیں ان میں سے کوئی لڑکی پھر
 عید کے موقع پر ہی آپ کی منگنی ہو جائے گی وہی ایو
 کی تو یہی خواہش ہے۔" سدرہ نے اسے تھوڑی اور ہوا
 دی۔
 "اسٹاپ اسٹاپ! انہیں میری شادی کے
 چرچے سے آپ سب نہیں کرنی مجھے ان لڑکیوں میں
 سے کسی سے شادی، جب جس سے کرنی ہوگی بتا دوں
 گا، ابھی میرا مانع خراب مت کریں۔" وہ فیسے سے اپنا
 فیصلہ سناتا چلا گیا اور امام اپنے پورشن کی طرف آگئی،
 سب سوچتے تھے، اس نے کمرے میں آکر کھانے آف
 کی اور سوسے کی تیار کر کے لی۔

☆.....☆.....☆

آخر وہی ہوا جو وہ کرنا چاہتی تھی، ایک ایو کے علاوہ
 کوئی بھی اس کے فیصلے میں شامل نہیں تھا، مگر اسے بھی
 کہاں پر ہوا بھی، ایو کا ووٹ اپنے نام کے باقی سب
 کی ان کی کرنی رمضان یکم میں شمولیت کے لیے اپنے
 اکیڈمی کے قافلے کے ساتھ بدین روانہ ہو گئی۔ چند
 روزہ ٹرپ تھا اور وہی شادی چاند رات کو تھی، بدین میں
 ان کی اکیڈمی کا ایک اور ادارہ بھی کام کر رہا تھا، جو

فٹ رائزنگ کر کے مصیبت زدہ لوگوں کی ہر طرح سے
 مدد کرتا تھا۔

ذرک بھی کہتا تھا تم یہاں وہ کر اکیڈمی کے
 Vision کے لیے جو کرنا چاہتی ہو کرو، مگر تمہیں اور
 جانے کی ضرورت نہیں ہے، مگر ہلا غراس نے جا کر ہی
 دم لیا اور ذرک کا قصداً اس پر بڑھتا گیا۔

مسعود احمد اور طیب احمد وہی بھائی تھے، مسعود احمد
 کی چار اولادیں تھیں، سب سے بڑی رخسار باقی جو
 شادی ہو کر لاہور میں رہائش پذیر تھیں، پھر مادر بھائی
 جن کی شادی کو تین سال ہوئے تھے، مان کے بعد ذرک
 مسعود اور سب سے چھوٹی شہوار تھی۔

طیب احمد کی تین ہی بیٹیاں تھیں، بیٹا کوئی نہ تھا،
 سب سے بڑی ماچین جس کی شادی کو آٹھ سال ہو گئے
 تھے اور قریب ہی رہتی تھی، دوسرے نمبر پر امام طیب اور
 سب سے چھوٹی رہا بہ طیب تھی، رہا بی ایس کر رہی
 تھی، جبکہ امام نے آرکٹیکل میں فوٹو گری کے ایک
 ڈپلٹیئر اکیڈمی جوائن کر لی تھی، جہاں وہ ڈائریکٹر اپنی
 تعلیمات انجام دے رہی تھی، جبکہ ذرک ایم ایس سی
 کے کمرے پرانے بٹے ادارے میں چاب کر رہا تھا، اور بھی
 کیا امام کے ساتھ اس کی اکیڈمی چلا جاتا تھا۔

☆.....☆.....☆

"اباب! آج کون سا روز ہے؟" اس دن شہوار
 کو کچھ زیادہ ہی روزہ لگ رہا تھا کہ جی بھولی گئی کہ کون
 سا روزہ ہے۔

"اتھار ہواں روزہ ہے، کیوں غصہ ہے؟" جواب
 دینے کے ساتھ رہا ب نے سوال بھی کر دیا۔

"ابا صرف 12 دن وہ مجھے عید کو، اور ابھی تک
 کچھ بھی نہیں لیا، کوئی شاپنگ نہیں کی اور بھائی کا موڈ
 ہے کہ ٹھیک ہی نہیں ہو رہا۔" شہوار اپنا کھانا کس سنانے
 لگی۔

"کیوں ذرک بھائی کو کیا ہوا؟" رہا ب نے

حیرت سے پوچھا۔

”تھیں نہیں پتا، امامہ کی وجہ سے۔“ شہوار کی ساری ہمدردیاں اپنے بھائی کے ساتھ تھیں۔

”زرک بھائی بھی جد کرتے ہیں، ایک دوسرے اس کے کان کے نیچے، ساری سسٹھکانے آجائے گی اس کی۔“ رباب نے پڑا لکھتی مشورہ دیا اور حیرت سے شہوار کی آنکھیں پھلک نکلیں۔

”تم زرک کی بہن ہو یا امامہ کی؟“ شہوار نے حیرت سے پوچھا۔

”بہن تو امامہ کی ہوں مگر ہمدردیاں زرک بھائی کے ساتھ ہیں۔“ رباب نے ایسے بتایا جیسے شہوار نہیں جانتی تھی۔

”وہاں جانے کے بعد امامہ کی کال وغیرہ آئی؟“ شہوار نے سرسری سا پوچھا۔

”ہاں روز سحری کے وقت پہلا کھانا کھند ابو کا دماغ کھاتی ہے۔“ رباب نے کتاہٹ سے کہا۔

”ویسے سڑے ہیں اس کے، چاہتا ہوں کی ہر بات مان لیتے ہیں۔“ شہوار کو واقعی اس پر رشک آتا تھا۔

”کیوں نہ ہو، آخر وہ ابو کی بیٹی نہیں رہا جو ہے۔“ رباب نے مسکرا کر کہا تو شہوار اثبات میں سر ہلا کر وہ گئی، اس دن زرک آٹس سے جلدی آ گیا تھا، جب سے وہ گئی تھی، زرک نے ایک بار بھی اسے فون نہیں کیا تھا، اس پر غصہ جو اٹکا تھا مگر آج تین دن گزرنے کے بعد اس کا غصہ بے بسی میں بدل گیا اور اسے دل کے اچھوٹے مجبور ہو کر امامہ کو فون کرنا پڑا۔ اس نے جیسے ہی امامہ کا نمبر ڈائل کیا اس نے دوسری نسل پر اٹھالیا۔

”بند غلطی سے کرتی ریت کی مانند وہ چلا گیا زندگی سے ڈرلا کر کہنے“

بڑی ہی کرب میں ڈوبی آواز ابھری تھی، امامہ نے چونک کر موہاں کو نظروں کے سامنے کر کے دیکھا۔

”ہیں....؟ تم شاعر کرب سے بن گئے؟“ امامہ نے حیرت سے پوچھا۔

”بھئی اس درد سے گزرو تو یہ معلوم ہو تم کو محبت وہ بیماری ہے جو دل کا خون چیتی ہے“ جواب میں ایک اور شعر بتایا گیا تھا، جودل کا حال بیان کر رہا تھا مگر آگے بھی تو کوئی کھٹکے والا ہوتے ہیں۔

”گر بیٹ یا راکس سے کر لی محبت، گھنٹیں بیٹا نہ عمر سے تو نہیں ہوگی محبت؟“ وہ اس پر ہنس رہی تھی اور زرک کا دل ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔

”تھیں کیا فرق پڑتا ہے مجھے کسی سے بھی محبت ہو۔“ زرک نے بڑے دھمکے سے کہا تھا۔

”یہ مت بھولو کہ تم نے مجھے ابھی اپنی دوستی کے بندھن سے آزاد نہیں کیا، اس لیے مجھے بتانا تھا مارا فرض ہے۔“ بڑے تاز سے امامہ نے کہا تھا۔

”امامہ طیب! اگر دوستی کے بندھن سے آزاد کر کے تھیں کی اور بندھن میں باندھ دوں تو...؟“ عجیب سے لچکے میں زرک نے کہا تھا۔

”کیا مطلب؟“ وہ واقعی نہیں سمجھی تو مطلب پوچھ لیا۔

”کرب بیٹی نہیں ہو تم کہ تھیں ہر بات کا مطلب سمجھا چاہئے۔“ وہ چڑ کر بولا۔

”کیا لازمی ہے کہ بڑے ہر بات سمجھیں؟“ اس نے سوالیہ نود اور سوال کی کافی معتدل تھا۔

”اگر تمہارے عرصے حقوقی ہے نام کرنا چاہوں تو...؟“ زرک نے بڑی معنی بخیزی سے پوچھا۔

”ہیں اتنی ہی بات ٹھیک ہے میرے ابا میرے نام جو بھی چاہتا ہوں کریں گے، وہ میں تمہارے نام کر دوں گی۔“ اس نے بڑی مصومیت سے جواب دیا، زرک کا دل چاہا اپنا سر بیٹ لے یا اس لڑکی کی چٹائی کر دے۔

”تم یا تو بہت بے وقوف ہو، یا پھر بہت چالاک ہو۔“ زرک کو اب واقعی امامہ پر غصہ آئے لگا تھا، اسے الگ طرح سے اسے پر پوز کر رہا تھا اور وہ کھٹکے سے قاصر تھی باہر رہی تھی۔

میری ساری عمر میں
اک ہی کمی ہے تو
غم ہے یا خوشی ہے تو
میری زندگی ہے تو

”اچھا چھوڑ دو سب باتیں، جلدی واپس آؤ یہاں
کوئی شدت سے تمہارا انتظار کر رہا ہے، بہت کچھ کہنا
ہے تم سے۔“ زک کچھ کیا تھا یہ ایسے نہیں سمجھے گی، سو
کہنا نا بے سود تھا۔

بہت ہی خوبصورت لہجے میں یہ چند شعر پل کر
زک نے کال کاٹ دی تھی، جبکہ امام بھی اور نہ بھی کی
حدوں پر کھڑی تھی، ان چند لمحوں میں بہت کچھ تھا اور
امام کھینے کی کوششوں میں بھی زک کی ایسی مختصر فحش گفتگو
اس نے پہلی بار ہی تھی، اس کا یہ دوپ پہلی بار دیکھا تھا،
باہر شاید کھینے کی کوشش پہلی بار کر رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

اس دن شہزادی کی شہین رنگ لے لی آئیں۔ زک
اسے اور باب کو مارکیٹ لے ہی آیا تھا، اطاری کے
بعد وہ لوگ گھر سے نکلے تھے، جس کا مطلب آدھی رات
بجیں ہوئی تھی۔ کیونکہ خواتین کی شاپنگ تھی، وہ بے
زاریت سے ان کے ساتھ تھا۔ ایک بیک پر اس کے
قدم رک گئے، سامنے ڈی پر ایک بیک ٹر کا سوٹ لگا
تھا، جس پر لائٹ سی انکمر اینڈری ہوئی تھی، اور نہایت
جسمانی لگ رہا تھا، اسے اسی بل فور امام کا خیال آ گیا،
وہ خود بخود تھوڑا دیرنی دوسروں کی مدد کر رہی تھی، مگر میرے
کے لیے اس نے سچے لیے کچھ نہیں لیا تھا، زک نے
فوراً وہ ڈور جس پر ایک کروڑ لاکھ روپے دو بجے ان کی داہنی
ہوئی، جھکن بھی بے حد تھی، مگر شہزاد اور باب خوش بھی
بہت تھیں کہ ان کا کام ہو گیا، دوسرے دن وہ پھر شہین
بجے طب صاحب کے پاس اکیڈمی سے فون آیا تھا کہ
شدید گرمی کی وجہ سے اور صبح سے شام تک کمپ
Activity کی وجہ سے امام طب بے ہوش ہو گئی،
اس لیے ان کی پہلی کو اطلاع دی جا رہی ہے، جب یہ
بات زک کو پتا چلی تو وہ فوراً بدین جانے کو تیار ہو گیا،
اسے امام پر درود کر دیا، رہا تھا، کہا بھی تھا کہ اتنی گرمی
میں جانے کی کیا ضرورت تھی؟

زک گھر سے نکلے ہی والا تھا جب امام کا فون

”کوئی! میرا انتظار کرنے والا وہاں کون ہے،
سب نے شکر کا کلمہ پڑھا ہوگا کہ میں موجود نہیں ہوں
وہاں۔“ امام اپنے بارے میں بڑی حقیقت پسند تھی۔

”ان سب میں کوئی ایک ایسا بھی ہے جسے
تمہارے وہاں نہ ہونے سے گھر گھر ہی نہیں لگ رہا، جو
تمہاری ہی شدت سے محسوس کر رہا ہے۔“ زک اپنا
حال دل بیان کر رہا تھا۔

”بڑا ہی بے وقوف تھیں بے وقوف کون ہے
وہ؟“ متحیر سے منکراتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”بے شک بے وقوف، آؤ گی تو پتا چلے گا۔“ زک
نے اس کے بے وقوف کہنے پر ہلکا کر کہا۔

”اور تائی اسی نے تمہارے لیے لڑکی چن لی کی؟“
اسے اچانک یاد آیا۔

”تائی اسی نے نہیں، ان کے بیٹے نے فائل کر لی
ہے۔“ وہ زرب ب مسکرایا۔

”گرمی یاد آ کون ہے، تم نے پہلے کیوں نہیں
تایا؟“ وہ پرچوں ہو گئی تھی۔

”ہے ایک بے وقوف، ایک چڑی، نظر لڑکی۔“
زک نے مزے سے کہا تھا۔

”نہیں! اتنی خاموش، تائی اسی کیسے مان
گئیں؟“ امام حیرت میں پڑ گئی۔

”جناب! منانے والا جب زک مسود ہو تو
کیوں نہ مانیں؟“ زک نے بڑے ذمے سے کہا تھا۔

”اچھا سنو! اللہ حافظ سے پہلے آخری بات۔“
کال کٹ گرنے سے پہلے زک نے اسے یاد دلا دیا۔

”ہاں یو!؟“ امام کی ساری توجہ اسی کی طرف تھی۔
میں غمزوں کی شام ہوں

رت بہار کی ہے تو

پہنچی تھی، اسے سارے لوگوں کو اپنے استقبال میں رکھ کر وہ خوشی سے نہال ہو گئی تھی، سب سے ایسے ملی جیسے برسوں بعد کہیں سے لوٹی ہو اور ذرک کو قوتیج میں ایسا لگ رہا تھا جیسے برسوں بعد امام کو دیکھ رہا ہو، کچھ نہیں بدلا تھا ان چند دنوں میں اس میں، وہی لہجوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ، وہی شرارتی آنکھیں، وہی پونی ٹیل میں قید شارٹ ہیکر، سب سے ملنے کے بعد وہ ذرک کے پاس آئی تھی۔

"ذرک! اچھے ایک کام ہے تم سے۔" بڑی سلیوگی سے وہ گویا ہوئی تھی اور ذرک کے ساتھ ہی جھک جاتا کر بیٹھ گئی تھی، یہ تھا ان دنوں میں وہ پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔ "ہاں پو پھو!" ذرک اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"تم نے جو کمال کی تھی اور چند شعر سنائے تھے، اس کا مطلب کیا تھا، ابھی تک مجھ سے وہ سوتل حال نہیں ہوا۔" بڑی مصیبت سے اس نے پو پھو کہا۔

"مطلب میں ابوی ہی خوش تھا کہ میں نے اپنا میسج تم تک Convey کر دیا مگر تم ہو کہ کبھی نہیں پہنچی۔" ذرک اس کے سوال پر ہی تھلا گیا تھا۔

"خیر مجھے کدو تھوڑی دیر میں ہی سارے سسے مل ہو چکا تھا،" باپجی نے سستی نیڑی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے، کی ایسا میں فرمائی ہو نے چاہی ہوں، بے حد گری لگ رہی ہے،" وہ یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی، ذرک کو پریشانی نے گھیر لیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ابھی کمرے میں جائے۔

"امام! تمہارے کمرے کی چابی مجھ سے ہم ہو گئی ہے، تم میرے کمرے میں چلی جاؤ۔" تراباب نے سونچ پر آ کر بات سنجال لی تھی۔

"خدا ہوگی، میں کیا کتنی میری چیزوں کو گم کرنا شروع کر دیا۔" اس نے فوراً رد کر دیا۔

"پہلے ہی اچھی کمزور ہو گئی ہو مگر یہ خون نہ چلاؤ۔"

آ گیا اور اس نے سختی سے آنے سے روک دیا۔
"اس طرح تو ہوتا رہتا ہے اس طرح کے کاموں میں، یہ کوئی بڑی تشویش کی بات نہیں، اچھے کاموں میں رکاوٹیں آتی رہتی ہیں اور رمضان کا مہینہ تو ہمیں ویسے بھی صبر، شکر اور وسوسوں کی حد کرنے کا درس دیتا ہے اور اگر تھوڑے عرصے میں سونچ دے تو ہمیں ایسے مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ بھاگ جانا چاہیے۔" اور بھلا کون جیت سکتا تھا امام سے، سو ذرک بھی صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"تراباب! امام کے کمرے کی چابی دو۔" آج آخری روزہ تھا اور شام تک امام نے بھی پہنچ جانا تھا، تراباب غصہ کی لہز پر نہ کہ کفارغ ہوئی تھی، جب ذرک اس کے پاس آیا تو تراباب نے دروازے سے امام کے کمرے کی چابی نکال کر ذرک کے ہاتھ میں دی، تو وہ امام کے کمرے کی طرف آنکھ دھڑکھڑکھاتا تو ہر چیز قریب سے پڑی تھی، اتنی بے ترتیب لڑکی کا کمرہ جتنا قریب سے، امام کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا کہ وہ

دایکس اپنے پریشانی کی طرف آ گیا، اپنے کمرے میں دو تین شارپرز لیے اور دایکس امام کے روم کی طرف آ گیا، تراباب اس کا آنا جانتی ہی دھچکتی رہی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اس کے کمرے سے نکلا، دروازہ لاک کیا اور چابی تراباب کے ہاتھ میں دی اور اسے تلقین کی کہ امام سے پہلے کوئی کمرے میں نہ جانے پائے، اور تراباب نے اچھے بچوں کی طرح گردن انابت میں ملا دی۔ شام افطاری میں اچھا خاصہ اجتام تھا۔ تالیا کی پٹیلی بھی امام کے گھر انوائٹ تھی، باپجی بھی اپنے دونوں بچوں اور شوہر کے ساتھ موجود تھی، لیکن کا سارا کام تراباب، شوہار اور سدرہ بھائی نے سنبھال رکھا تھا اور باپجی اپنے بچوں کو سنبھال لے تو بڑی بات تھی، کیونکہ نظر خانہ کے کھڑے ہونے کی وجہ سے بچے مکمل آزاد تھے اور دل لگا کر شرارتیں کر رہے تھے۔

روزہ افطار ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے امام گھر

ڈرک نے مشورہ دیا، تو وہ اسے گھورتی رہا اب کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

جب وہ فریض ہو کر واپس آئی، تو رہا اب کے کپڑوں میں ملیں گھی، دونوں کاٹاپ تقریباً ایک ہی جیسا تھا، جب تک وہ واپس آئی افطاری لگ چکی تھی اور انڈا میں ہو رہی تھیں، بچے دوبارہ شرافت کے غول میں سمٹ آئے تھے، افطاری کے بعد سب مغرب کی نماز کے لیے چلے گئے، جب واپس آئے تو شہوار اور رہا اب جانے ہانے چلی گئیں، طیب صاحب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کیا، اور کشور نے انہیں اشاروں میں ہی جواب دے دیا۔

”ای، ایو! آپ لوگ کون سے ہو بچے ہیں، اب یہ اشاروں کی زبان کس کے لیے کی گئی ہے؟“ انہوں نے ان کے اشارے کوٹ کر بچے بچے اور رہا اب سے جانتا نہیں تھا، سو فوراً احتجاج پر کھڑی ہوئی۔

”ٹھیک کہتی ہو اشاروں میں نہیں سنا سکتے بات کرتے ہیں۔“ کشور بھی اسی کی ماں تھیں، جانی ای اور جانا کہ لہوں پر مسکراہٹ تھی، جبکہ سدرہ کچھ نہ بول سکی سنجیدہ تھی۔

”ہم نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے۔“ کشور کے یہ الفاظ تھے یا کوئی دھماکہ، جو اس کے آس پاس ہوا تھا، وہ پانی پی رہی تھی پانی کا گلاس اس کے ہاتھوں سے گرتے مگر تے بھا، ڈرک اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

”کیا مطلب ہے آپ کا، میں یہاں سے چندہ دن کے لیے کیا گئی سب کچھ ہی یہاں بدل گیا؟“ وہ تو بچھے سے ہی آنکھوں کی تھی۔

”تو جیتا جانی اس نے کہا تھا جاؤ یہاں سے؟ نہ جانتیں نہ حالات بدلتے، تم نے ہماری نہ مانی اور چلی گئیں، اب تمہاری نہیں مانی جائے گی، اب تمہیں ہماری مانتی ہے کی۔“ کشور اس کی جٹ دھرمیوں سے لگ آ چکی تھیں، سو اب اس سے اسی کے طریقوں سے منہ کا

سوچا، طیب صاحب بھی کشور سے مکمل مشتاق تھے۔
”ای، ای! یہ غلط ہے، ایو! آپ سمجھا نہیں ناں ای کو۔“ اس نے مدد طلب نظروں سے طیب کو دیکھا۔

”میں تمہاری ماں سے مکمل مشتاق ہوں، میں نے ہمیشہ تمہاری مانی ہے، سب کی حالت سول کے کر بھی تمہاری سنی، اب تمہاری پادری ہے، تم بھی ہماری مانو!“ طیب صاحب نے تو بالکل ہری چھٹی دکھا دی تھی۔
”یار ڈرک! تم تو میرے دوست ہو، تم ہی سمجھاؤ۔“ وہ مدد لینے ڈرک کی طرف آئی۔

”سو رہی ڈیڑا! یہ تمہارے اور تمہارے والدین کا فیصلہ ہے، میں کچھ نہیں کر سکتا۔“ اس نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنا دامن بچا ہوا تھا۔

”بچے ہی خود غرض دوست ہو۔“ اس نے آنسوؤں بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا، سب نے ایک ساتھ ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، ڈرک نے اس سے لاشعری کا اظہار کیا۔

”جانی ای، تاجا ایو! دیکھ رہے ہیں آپ؟“ اس نے آخری چانس کے طور پر ان دونوں کو دیکھا۔

”تمہارے ای، ایو جو کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہے جانا، اب وقت آ گیا ہے کہ تم زندگی کو سیریس کر، کب تک بے زندگی گزار رہی ہو گی؟“ جانی ای بھی مکمل ای کے ساتھ تھیں، اور تاجا کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ بھی ان ہی کے تصور ہیں، اس نے ٹھیک کر م اٹھا کر مچین کی طرف دیکھا۔

”میری طرف تو دیکھتا بھی مت، میرے بچوں کی دشمن... بظرف ظالما! مچین بھی اسی لمحے پرانی دشمنی نکالنے کے موڑ میں تھی۔

”یار امانا کہ میرا اور بظرف کا ایک ہی اشارہ ہا، مگر اس کا یہ تو مطلب نہیں کر، آپ سب ایک ساتھ مل کر مجھ پر ظلم کی انتہا کر دو۔“ وہ مکمل رو دینے کے موڑ میں تھی، کوئی بھی اس کی سننے کو تیار نہ تھا، سب نے ایکا کر رکھا تھا اور وہ تو جیسا لکھا پڑ گئی تھی۔

مکھاب کی ٹھنپیاں ڈورنگ ٹیبل کی زینت بن چکی تھیں، اور پیچ پر لیٹے اور پٹنگ گلائیوں کا بڑا سا سکیے رکھا تھا اور ایک گنٹ پیک تھا، اور سر پر بڑا سا کھٹا تھا۔
"Welcome Back in Home" نامہ حیرت سے آگے بڑھی، بکے اٹھایا اس میں ایک کارڈ تھا اسے کھولا۔

"دردوں کے کم ہو جاتے

میں اور تم گرہم ہو جاتے

کتھے حسین عالم ہو جاتے

میں اور تم گرہم ہو جاتے

تمہارا اختر... درک مسودا"

وہ حیرت سے چڑھتی جا رہی تھی، درک کے دل میں اس کے لیے اتنی ٹھنکی... وہ بہت حیران تھی، گنٹ پیک کھولا تو اس میں خوبصورت پیک ڈرلس تھا۔

"نامہ..." درک اس کے پیچھے کھڑا تھا اس نے پلٹ کر دیکھا، مگر نامہ کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"نامہ! تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہے، تم اپنے فیصلہ کرنے کے لیے آزاد ہو، تم جو فیصلہ کرو گی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، کیونکہ ہم زبردستی کسی کی زندگی میں داخل تو ہو سکتے ہیں، مگر اس کے دل میں جگہ نہیں دے سکتے، جسے تم صدمہ دل میں دوا کی سی جگہ میں بھی تمہارے دل میں چاہتا ہوں، پھر مے مان اور وقار کے ساتھ۔" وہ کہتے کہتے رکا۔

"کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ کوئی ہے جو تمہیں بہت چاہتا ہے اور تمہارے سنگ اپنی پوری زندگی گزارنا چاہتا ہے، اس کے لیے تمہاری خوشی سب سے پہلے ہے، تم بہت عرصے سے میرے شہر دل میں آباد ہو، مگر اس لیے اٹھنا نہیں کیا کہ شاید تم خود بھی محسوس کرنا، مگر تم قودل کے معاملے میں زبردستی نہیں، تو یہ راست اختیار کیا، ڈائریکٹ مگر میں بات کی، تمہیں منانا سمجھانا میرے بس سے باہر تھا، کیونکہ دوست تو تم ہو مگر کبھی کبھار نہیں ہو۔" درک نے

"تو کس نے کہا تھا نظر بنی پھر، اب جگتو۔" مسودہ نے پہلی بار کچھ کہا۔

"ای! تو یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے کھڑی ہوئی۔

"ہاں بالکل آخری۔" مسودہ نے حتیٰ اعزاز میں کہا۔

"اچھا وہ موت ہے کون؟ جس نے میرے لیے ہاں کر دی؟" جب اس نے دیکھا کہ اس کی وال گل نہیں رہی، تو آخر میں بار مان گی اور چاریت سے پوچھا، اسی دوران درک نے رہا ب کو کھینچ کر دیا کہ وہ اس کے روم کی چابی اسے لا کر دے۔

"اور کوئی نہیں، اپنا درک۔" مایون نے بڑے جوش سے جواب دیا۔

"کیا؟" مسودہ اچھل مچی بنی، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، اس نے غصے سے پلٹ کر درک کو دیکھا، جو اسی کی طرف بڑے جوش سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری جیت کیسے ہو گی درک؟ مسودہ نے پوچھا، جبکہ سے کھڑی ہو گئی تھی اور غصے سے تقریباً بال بھڑک رہی تھی۔

"شرم کرو، شرم!" مایون نے اسے لڑا، سب کی موجودگی میں آپ سے باہر ہو رہی تھی۔

"نہیں تو میں دیکھ لوں گی۔" وہ باہر کی طرف بڑھی اسی وقت رہا ب آ گئی۔

"یہ تو اپنے کمرے کی چابی، میرے کمرے پر غصہ ڈھانے کی ضرورت نہیں ہے جو شرم کرنا ہے اپنا ہی کرنا۔" رہا ب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چابی پکڑ لی۔

"دیکھ لوں گی تم سب کو۔" وہ اسے بھی غصے سے کھوہی اپنے کمرے کی طرف آ گئی، بڑے غصے میں

دردناہ کھولا اور اندر قدم رکھتے ہی جیسے ہی اس نے لائٹ آن کی، مکھاب کی چٹاں کی میبک اور ٹھکانوں نے اس کی آنکھوں اور سانسوں کو مسطر کر دیا، خستہ تو نہیں غائب ہو گیا، بڑے جوش میں آگے بڑھی، کمرے کے

پورے کارپٹ پہ پھول کی چٹاں چھٹی تھیں، کتنے ہی

”اگر سب کو قبول ہے تو مجھے کیوں نہیں۔“ اسی وقت سدرہ بھائی بھی آگئی تھیں، اور بڑے خوشگوار موڈ میں تھیں۔

”بلکہ اچھا ہے ایسی دہرائی ملی جس کے ساتھ بہت دھماکے میں زندگی جینے کا احساس تو ہوگا۔“ سدرہ تو باقاعدہ امامہ کے گنگے لگ گئی تھی۔

”اچھا تو آپ کی انرجی اڑائی جھٹکا ہے۔“ امامہ نے انھیں پچھڑا۔

”تمہاری نہیں ہے کیا؟“ سدرہ نے الٹا ہی چیلایا۔

”سیرا تو یہ پرفیشن ہے میں تب ہی تو بظرف مشہور ہوں۔“ امامہ نے قہقہہ مار کر کہا تو اس کے قہقہے میں باقی سب کے قہقہے بھی شامل ہو گئے۔ اسی وقت باہر سے میڈ کا چاند نظر آنے کی خوشی میں ہوئی قانرنگ اور چٹا خوں کی آوازیں آنے لگیں۔

”اور ہاں اب تم دونوں کو ایک دوسرے سے ملنا بھی نہیں چاہیے، کیونکہ فاصلہ یہی ہوا ہے کہ عید کے تیسرے دن معنی اور ٹھیک ایک ماہ بعد شادی طے ہوئی ہے۔“ ماہین نے سب کو بتا دیا۔

”عید کے تیسرے دن معنی کی کیا ضرورت تھی؟“

”کیوں؟“ امامہ نے پوچھا۔

”نکاح کی معنی؟“ ماہین نے سوال کیا۔

”نکاح کی معنی؟“ امامہ نے پوچھا۔

”شادی کرنی تھی ناں؟“ ذرک کی بات پر سب ہی غصہ دے دیے جبکہ امامہ نے باہر کا راستہ لیا، عید اور شادی کی دو دو خوشیاں ایک ساتھ اس گھر میں اتر رہی تھیں، امامہ عید کا چاند کہتے چست پر چلی گئی۔

یہ چاند رات
اور رات عید کی
ہر مشکل گنتی ہے کم
جب تم ہوتو
ہر نو ہے خوشیوں کا موسم

☆.....☆.....☆

بڑے پیار سے اپنی ہر ایک دل کی بات اس کے گوش گزار کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ امامہ طیبہ سن رہی تھی اور وہ بھی دھیان سے۔

”کچھ بولو گی بھی... چہاڑی غاسوٹی کو کیا سمجھوں؟“

ذرک نے اس کی براؤن آنکھوں میں جھانکا۔

”اگر نہ مانوں تو؟“ امامہ نے الٹا سوال کر دیا۔

”تو اپنے کا سر دل کو یہاں سے خالی لے جاؤ گا۔“ وہ ایک دم بڑھ گیا تھا، سمجھے ہوئے انداز میں بولا۔

”اور اگر ہاں کر دوں تو؟“ امامہ نے دوسرا سوال کر دیا۔

”تو دنیا میں مجھ سے زیادہ خوش قسمت کوئی شخص نہیں ہوگا۔“ ذرک کا چہرہ مکمل آغا تھا۔

”تو پھر میں سوچتی ہوں کہیں ناں تمہیں دنیا کا خوش قسمت شخص بنا دوں۔“ امامہ کے چہرے پر شرارتی سی مسکراہٹ رہ گئی تھی۔

”امامہ طیبہ! کیا آپ کو ذرک مسعود کی زندگی میں مصلحت بن کر آتا قبول ہے، تاکہ ذرک مسعود کی زندگی خواہصورت ترین ہو جائے؟“ ذرک دوڑا تو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور جیب سے ایک ٹکڑی ڈیبا نکالی تھی، جس میں نازک سی گولڈ کی رنگ تھی، وہ رنگ امامہ کی طرف بلا حاشے ہوئے بڑے جذب سے پوچھ رہا تھا۔

”قبول ہے۔“ امامہ کے ہونٹوں پر شرمیلیں مسکراہٹ پھیلی تھیں اور قدرے شرما رہے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اٹھ کر دیا، ذرک نے اس کے سیدھے ہاتھ کی انگلی میں اپنی حبت کی یہ پہلی کشائی حبت کر دی۔

”میں بھی قبول ہے۔“ اسی وقت ماہین، شہوار اور رباب کمرے میں داخل ہو گئیں۔

”اور سدرہ بھائی؟“ امامہ نے دیکھا وہ نہیں تھی۔

”سدرہ بھائی کو تمہیں خود ہی پینڈل کرنا پڑے گا، مگر ہاتھ تھوڑا لگا رکھنا۔“ ذرک نے جتنے ہوئے کہا۔

”اُن کی تو تم فکر ہی نہ کرو۔“ جماباب ہی نہ تھے۔

تھے۔

کائنات غزل

میری اُمیدیں

رمضان کی آمد آگئی، اور پیش پختہ دو سالوں
کی طرح اس سال بھی رضا کے لئے کپڑوں کو
دیکھ کر جھٹلادی تھی۔
”رضا! آپ اتنا غریب کرتے ہیں، جب آپ کو



المساری کے نیچے والے خانے میں رکھ دیے۔
☆.....☆.....☆

”السلام علیکم؟“

”والسلام السلام؟“ بینش، مسز غنی کے گھر میں داخل ہو رہی تھی، اس کے ساتھ ہی کالے برقعے میں ملبوس ایک خاتون بھی داخل ہوئیں، جنھوں نے بینش کو سلام کیا، وہ ان کا چہرہ نہیں دیکھ سکی، کیونکہ وہ قجاب لیے ہوئے تھیں، لیکن اندر جا کر بینش نے انھیں تب دیکھا جب وہ زنی کے ساتھ مسز غنی کو اونچے صوفے پر بیٹھنے سے منع کر رہی تھیں کہ نیچے بیٹھ کر ہی بات کروں گی، کافی پس و پیش کے بعد مسز غنی راضی ہوئیں، ان کے بیٹھے ہی چاندنی پٹیشی خواتین نے اپنے دو بچے کے پلہ نہایت نزاکت کے ساتھ سر پر لٹکائے تاکہ ہنر اشکل خراب نہ ہوں، سلام کے بعد انھوں نے بات شروع کی، نہ تو انھوں نے اپنا عہدہ اتارا، نہ سفید کڑکڑاتا دوپٹہ لیا، عہدے کے اوپر بلیک مٹکھہ پہنے اپنی بات شروع کر دی، اور ساتھ دوسرے وغیرہ دیتے ہوئے بھی خاتون آئیں، چادر میں ہوتی، اور آتے ہی چادر اندر سر سفید کڑکڑاتا دوپٹہ پہنتی تھیں اور بھانے بھانے سے اپنے کلاس انداز سے آگے پیچھے کرتیں کسان کے کان کے بعد سے نظر آتے اور ہاتھوں میں ہاتھی چوڑیاں اور انگوٹھیاں تنک ہاتھیں، ان کی سادگی پر وہ کیا ہر خاتون حیران کی، مسز غنی کی کوئی بات سچ ہو یا نہ ہو، لیکن یہ بات ضرور سچی تھی کہ ان کی ہاتھیں سن کر واقعی اپنی زندگی پر عمامت ہو رہی تھی، آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ رمضان کے بارے میں بتا رہی تھیں۔

”ہم سارا وقت بحری اور افطاری کے انتظام میں برباد کر دیتے ہیں، باقی جو وقت بچا وہ شاپنگ پر نکل جاتا ہے، افطار پارٹیاں ہوتی ہیں، جس میں غریبوں کو بھلا دیا جاتا ہے، کپڑوں کی نمائش، گھر کی نمائش، فرنیچر کی نمائش، ہم کس طرف جا رہے ہیں، نئی کے

پتا ہے کہ اب میرا سیلو بلیس کپڑے سینے کا موڈ نہیں ہوتا، پھر کیوں اٹھلاتے ہیں؟“ بینش ایک ایک کپڑا اٹھا کر تنقید کر رہی تھی۔ رضا نے جانے کا کپ چٹا اور بولا۔

”تم ہو ہی ہاتھری، نہ جانے کون سی ملانی روح ساگنی ہے تمہارے اندر، ہر سال میرے ساتھی محبت سے لائے گئے کپڑوں کو دھچکٹ کر دیتی ہوں۔“ رضا اٹھ کر بیٹھ پر جا کر لیٹ گیا، بینش ارگرد کپڑے پھیلائے دونوں ہاتھوں میں سرگرائے بیٹھ گئی، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟

رضا کا موڈ آف ہونے کا مطلب تھا کہ پورا مہینہ نہ بھلا رہا ہے کیا تھا۔ ہر بات کو زنی سے لینے والے، لیکن اگر بھی قصداً جانے تو انھوں میں جا کے موڈ ٹھیک ہوتا، کبھی تو مہینہ بھی لگا دیتے تھے۔

باہر دروازے پر نکل گئی تو بینش ایک نظر گھر لوے پر ڈالتی دروازے کی جانب چل دی، وہ گھر چھوڑ کے مسز غنی آئی تھیں، عمر تو ان کی چالیس کے قریب تھی لیکن ایسے سن چلن کر رہتی تھیں جیسے سولہ سالہ دوشیزا ہوں، ابھی بھی بینش کو انھیں دیکھ کر کوشت ہوئی، سیلو بلیس شوخ ٹھہر رہے کیونکہ، سہرے ہال، بلیک سے کچر میں تھے، دوپٹہ ساغند پر بھول رہا تھا، زبردستی کی مسکراہٹ سچائے بینش انھیں ڈراچنگ روم میں لے گئی۔ یہی سلام دعا کے بعد مسز غنی نے بینش کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی، چندہ شہبان کی وجہ سے وہ اپنے گھر میں کوئی درس کا پروگرام رکھ رہی تھیں۔

”یہی مسز رضا خان! غیر تو میں ایک آنٹی آئی ہیں، چند روز پہلے میں ان کے گھر گئی تھی، ایسی ایسی دین کی باتیں بتائیں انھوں نے کہ میرے تو آنسو جاری ہو گئے، آپ کو تو ویسے بھی دین کی تعلیمیں پہنچ جیں، آنسو رو۔“ اسکاوش فی کر مسز غنی کھڑی ہوئیں، بینش انھیں گیت تک چھوڑ کر اندر آئی تو رضا سوچے تھے، اس نے سارے کپڑے شاپر میں ڈالے اور

انتی ہو کر اپنے لباس کو کسی طرح سادہ دکھاتا ہے، شوہر کے حقوق، بچوں کی تربیت، ہر بات پر تھوڑا تھوڑا سمجھا رہی تھیں۔ دعا کے بعد وہ مسرتی کے لاکھ اصرار پر بھی نہ کہیں، صرف ایک گلاس پانی کی کرپارنی اینڈ کرنے سے منع کر دیا کہ میرے شوہر آگس سے آئے والے ہوں گے، مجھے ایسا لگا کہ یہ جلی گئیں تو پھر بھی ان سے نہ مل سکوں گی، میں تیزی سے اٹھ کر ان کے پیچھے لگی۔

”ہائیز مجھے آپ سے ملنا ہے۔“

”ارے آئیے گا ناں، بہن! فیروزی کی رو میں تیرا

گھر ہے۔“

”کس نام؟“

”کسی بھی نام چاہیے، میں گھر پر ہی ہوتی

ہوں۔“

”کل آ جاؤں؟“ میں جلد سے جلد ان سے ملنا چاہتی تھی۔

”اے بہن! آج اپنے گا بالکل اپنا گھر سمجھو۔“

ہینش سے مصافحہ کر کے وہ باہر نکل گئیں، ساری

خواتین پھر سے اپنی باتوں میں مشغول ہو گئیں، ہینش

کا پھر وہاں دل نہ لگا اور جلد ہی وہ وہاں سے اٹھ آئی۔

☆.....☆.....☆

انتہائی سادگی سے سجا گھر تھا، ایک سکون تھا ان

کے گھر میں۔ ان کی بیٹی ہینش کو صاف ستھرے

ڈرائنگ روم میں بٹھا کر لگی تھی، وہ دس سال کی ہوئی،

نہاز کی طرح دوپٹے باندھے پوری آستیں کی لمبی

لمبیں پہنے دھمے دھمے انداز میں ہلکتی بالکل اپنی

سوسائٹی سے منفرد تھی۔ وہ چاروں طرف کے جانورے

میں مصروف تھی کہ وہ آگئیں۔ علیحدہ تھان کا نام ہے

نام کی طرح نرم طبیعت تھیں، تھوڑی ہی دیر میں ہینش

ان سے اس طرح مل مل گئی جیسے صدیوں سے جانتی

ہو، ہینش نے ان کے آگے اپنے سارے مسائل رکھ

دینے، وہ نرمی سے اس کے ہر سوال کا جواب دے

رہی تھیں۔

ہینش بالکل سن بٹھی انھیں سن رہی تھی، اسے رضا

کے ساتھ کی گئی اپنی طرف کی زیادتیاں یاد آ رہی تھیں،

اور جو وہ ہمیشہ رضا کو قصور وار سمجھ کر اسے سنانی نہیں

تھی، جب ہی تو ایک ایک مہینہ رضا خاموش رہتے

تھے، اور پھر بار بار ان کو خود ہی بات شروع کر دیتے

تھے، وہ وہاں سے اٹھ آئی، مگر آنے تک اس کے

آنسو بہتے رہے۔ اسے رضا کے سامنے اپنا آپ

بالکل تیار لگ رہا تھا۔ کتنے دنوں تک اسے سمجھ نہ آیا

رضا کو کیسے منائے، کبھی منایا ہی نہیں تھا۔ ہمیشہ رضا

خود ہی بات کرنے لگتے تھے۔ کچھ دن بعد ہینش نے

علیحدہ باقی کے سامنے اپنا سلیو لیس سوٹ کا مسئلہ بھی

رکھ دیا، جسے انھوں نے چنگیوں میں مل کر دیا اور وہ

حیران تھی، اسے کبھی یہ خیال کیوں نہ آیا تھا۔

رمضان کا چاند نکل آیا تھا، لیکن ہینش ابھی تک

رضا کو مانا نہ تھی، اس بار اس نے شروع کا بھی اہتمام

کیا، رضا نے خود ہی کبھی پہلی بات شروع کر دی تھی،

جس پر اسے اور غصہ ہونے لگی۔ آج چند وہاں

دوڑو تھا، علیحدہ باقی نے اسے بتایا کہ جس عورت کا

شوہر اس سے ناراض ہے، وہ نہ اس کا روزہ قبول اور نہ

نہاز کرے گا۔

ہینش کا روزہ کر کے بحال تھا، رضا کے سامنے اس

کی ہمت ہی نہ ہوتی تھی کہ وہ رضا کو منائے۔

رمضان ختم ہونے کو تھا، اس بار ہینش نے

رمضان میں عبادات کا خوب اہتمام کیا تھا، لیکن وہ

رضا کو نہیں مانتی تھی، اب تو رضا خود ہی کچھ طریقے

سے بات کرنے لگے تھے، لیکن ہینش کو جب شرمندگی

ہوتی تھی، رضا کو جواب دیتے ہوئے کتنا اچھا شوہر

دیا تھا خدا نے اسے، اور وہ کبھی ناشکری تھی۔

آج چاند نظر آنے کا امکان تھا، ہینش نے اپنا

سوٹ جو رضا لائے تھے، علیحدہ باقی کے کہنے پر الگ

سے کپڑے کر ڈالی کر لیا اور اس میں غصہ سے

رواڈ انجٹ میں شائع ہونے والے مقبول ناول
کتابی شکل میں شائع ہو سکے ہیں

تم میرے ہو کے رہو

صاحب محمود

600/-

کچی کلیاں آنگن کی

صاحب محمود

600/-

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

شازیہ مصطفیٰ عمران

550/-

کچھ عشق میں رنگ جنوں بھی تھا

نائلہ طارق

500/-

القریش پبلی کیشنز

سٹرکچرڈ چوکے اردو بازار لاہور

فون: 042-37652546, 37668958

ویکم بک پورٹ اردو بازار کراچی

فون: 021-32633151

آستینیں لگوا لیں قمیص اور موتیوں کی ہم رنگ نعل
آستینوں پر لگوائی تھی۔ اب چونکہ کلی امید ہونے کا
امکان تھا تو سارے کاموں سے فارغ ہو کر وہ اپنے
سوٹ کی فلنگ دیکھنے کے لیے ڈرائنگ روم کے
آگے کھڑی ہو گئی۔ چاروں طرف سے گوم گوم کر خود
کو دیکھ رہی تھی، اتنی حسین تو وہ کسی سوٹ میں بھی نہ لگتی
تھی، ایک دم آجینے میں رضا کا کس حیران حیران سا
نظر آیا، اس کا لایا ہوا ریڈ اسٹاکش بلک اینڈ آف
وائٹ موتیوں سے مزین سوٹ پہنے اس کی دل و جان
سے عزیز بیوی کھڑی تھی، وہ حیران نہ ہوتا تو کیا ہوتا،
جو سوٹ بے دردی سے اللہاری کے پچھلے خانے میں
رکھ دیا گیا تھا، آج وہ اسے پہنے کھڑی تھی۔

”میں کوئی خواب تھا نہیں، کچھ سنا؟“ رضانا نے
ہنسی کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔

”سوری رضا خان!“ ہنسی کیلے دم نہ کر سکا
کے سینے سے لگ گئی، وہ جب بھی سوڑ میں جاتی اسے
پارے نام سے پکارتی تھی۔

”سوری۔۔۔ وہ بھی بخش کے منہ سے۔۔۔ کچھ عجیب
کی بات نہیں ہو رہی؟“ رضانا نے پوچھا۔

”نہیں رضا خان! میں بہت بری ہوں، میں نے
آپ کو بہت تنگ کیا ہوا ہے، آپ کی خوشی کے بغیر
میں جنت میں بھی نہیں جاسکتی، پلیز آپ مجھے معاف
کر دیں، وعدہ جگہ پکا وعدہ آئندہ آپ کو بالکل تنگ
نہیں کروں گی، کل امید ہے دیکھیے گا کہ اب ہر روز امید
ہوگی کل سے ہماری۔“ رضانا نے اسے کندھوں سے
ٹھاماس کے اسٹوپ چمٹے ہوئے بولا۔

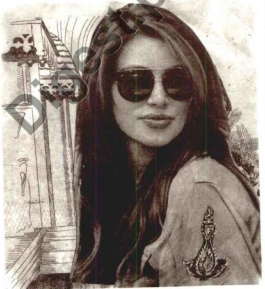
”میری جان کو احساس آج ہوا ہے تو میری امید
بھی آج ہے۔“ باہر چاند نکلنے کا شور مچ گیا تھا، لوگ
آسمان پر نکلے چاند کو دیکھنے چلتے پر جا رہے تھے،
رضا اپنے ہاتھوں کے نیالے میں اپنا چاند تھا سے
کھڑا تھا۔

☆.....☆.....☆

ایقان علی

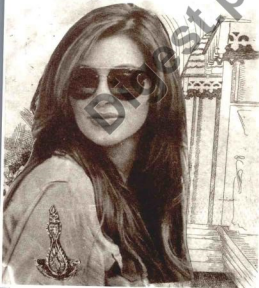
گرہ لافانی کی برہوت

عید کی صبح ہوئے ہوئے منظر ہروں سے نیچے
اتر رہی تھی، ایسی صبح کے استقبال کو ہر شو چڑیاں
چمک رہی تھیں، فضا میں خوشیوں کی مہک بکھری
تھی، ہوئے ہوئے پھٹی ہوا کے دامن میں



خاموشی تھی، شور ہوتا بھی کیسے؟ اکیلے خالی گھر میں شور کیسا؟ وہاں تھا ہی کون؟ وہ ایک اکیلا... شور مچانے والی تو عرصہ پہلے جا چکی تھی، وہ ذہن سے ہر خیال جھٹکتا کرنے میں آج بھی "عید مبارک چٹاب" کی تحفیل کے پردے پر چند نئے نئے سے نقش ابھرے۔ چند خوشیوں بھرے جملے اور بے ریا قہقہے۔ وہ سب کہاں کھو گئے؟ وہ خالی کمرے میں اکیلا کھڑا ہو گیا، وہ کہاں چلی گئی تھی، وہی جو پچھلی عید پر اسی ڈر تک ٹھیل کے سامنے بیٹھی تھی، لمبے لمبے بالوں والی، میردن

سرتوں کے پیام تھے، خوشیوں کے سندھے، لیکن ان سب خوشیوں کے باوجود اس آگن میں کس قدر اداسی برس رہی تھی، جنس میں ایک طرف گئے شیشے کے سامنے کھڑا دانیال احمد بال بنا رہا تھا، مسجد سے آنے والی آوازیں اس کے ہاتھ پاؤں پھلا رہی تھیں، مسجد میں نماز عید کی جماعت کھڑی ہو گئی تھی اور وہ ابھی تک گھر میں تھا، جلدی جلدی بال ہٹا کر اونٹنی جالی دار ٹوپی سر پر رکھ کر وہ سر پٹ مسجد کی طرف بھاگا، گرازا پڑھ کر کچھ اہل محلہ سے کلے ملا، عید کی مبارکباد دی اور گھر آیا، گھر میں ہنوز



فراک پہنے بندے پہنچتی ہوئی۔

”وہ کہاں گئی؟“ اس نے خود سے سوال کیا، جواب بخار دیا۔ وہ اونٹ سے منہ پلٹ کر جا رہا تھا۔

اس دن بے تحاشا بارش ہو رہی تھی جب وہ پہلی مرتبہ اس سے ملا تھا، وہ اپنی کھڑی بارش میں ہلکے دی گئی تھی، وہ گاڑی اس کے نزدیک لے آیا۔

”مجھے بھروسہ کر سکتی ہیں آپ محترم۔“ وہ جذباتی ہو گئی کہ وہ ابھی... لیکن موسم کی خرابی کے باعث ہائل خواست آ بیٹھی، بارش میں ہلکی، کھٹی کھٹی سی ماریہ اس کے دل میں اندر تک اتر آئی، وہ متوجہ درجے کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، اگلی قیامت، ماں باپ کے ساتھ اپنے آبائی گھر میں رہتی تھی، چاہے گھر اس کی ضرورت تھی، اس کے اہل خانہ بچہ اور اہل خانہ اس کا گھر تھے۔

مقرر سے کواٹف اسے اپنی دکان پر ملاقاتوں سے نہیں ملے تھے، بلکہ اس نے خود گھر آ کر اسے اکٹھے کیے تھے، وہ یوں سرعام لڑکوں سے وہ نہیں کرنے والی لڑکی تھی، وہ آواز بھیل تھا لیکن وہ نہیں تھی، وہ پھر مشرقی لڑکی تھی، پھر وہی دروازے پر دستک کی آواز اسے حال میں واپس لے آئی تھی، کھلنے کی دوا کیا اس تھی۔

”دانیال بھیا! یہ سویاں... بھائی آئیں نہیں؟“ اس نے ٹھکرے کے ساتھ سویاں وصول کیں اور ان کے سوالوں کے جواب دیا، وہ لوٹ گئیں تو وہ بھی واپس لوٹ آیا، آٹھن میں بچے تخت پر بیٹھ کر اس نے سویاں کا چھوڑا، بے ذائقہ، بے لذت، وہ کچھ رکھ کر سویاں کو گھورنے لگا، اس کے بغیر بھوکا بے ذائقہ تھا۔ اور جب بھی بھوکا ہوا تھا، اس کے بغیر بھوکا بے ذائقہ لگا کرتا تھا، بس وہی... صرف وہی... اس نے بابا سے رشتے کی بات کی تھی، وہ سنتے ہی مجھے سے اٹھ کر گئے۔

”وہ... خاندان دیکھا ہے اس کا؟ ریتا بچہ

فراک پہنے بندے پہنچتی ہوئی۔

”وہ کہاں گئی؟“ اس نے خود سے سوال کیا، جواب بخار دیا۔ وہ اونٹ سے منہ پلٹ کر جا رہا تھا۔

اس دن بے تحاشا بارش ہو رہی تھی جب وہ پہلی مرتبہ اس سے ملا تھا، وہ اپنی کھڑی بارش میں ہلکے دی گئی تھی، وہ گاڑی اس کے نزدیک لے آیا۔

”مجھے بھروسہ کر سکتی ہیں آپ محترم۔“ وہ جذباتی ہو گئی کہ وہ ابھی... لیکن موسم کی خرابی کے باعث ہائل خواست آ بیٹھی، بارش میں ہلکی، کھٹی کھٹی سی ماریہ اس کے دل میں اندر تک اتر آئی، وہ متوجہ درجے کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، اگلی قیامت، ماں باپ کے ساتھ اپنے آبائی گھر میں رہتی تھی، چاہے گھر اس کی ضرورت تھی، اس کے اہل خانہ بچہ اور اہل خانہ اس کا گھر تھے۔

مقرر سے کواٹف اسے اپنی دکان پر ملاقاتوں سے نہیں ملے تھے، بلکہ اس نے خود گھر آ کر اسے اکٹھے کیے تھے، وہ یوں سرعام لڑکوں سے وہ نہیں کرنے والی لڑکی تھی، وہ آواز بھیل تھا لیکن وہ نہیں تھی، وہ پھر مشرقی لڑکی تھی، پھر وہی دروازے پر دستک کی آواز اسے حال میں واپس لے آئی تھی، کھلنے کی دوا کیا اس تھی۔

”دانیال بھیا! یہ سویاں... بھائی آئیں نہیں؟“ اس نے ٹھکرے کے ساتھ سویاں وصول کیں اور ان کے سوالوں کے جواب دیا، وہ لوٹ گئیں تو وہ بھی واپس لوٹ آیا، آٹھن میں بچے تخت پر بیٹھ کر اس نے سویاں کا چھوڑا، بے ذائقہ، بے لذت، وہ کچھ رکھ کر سویاں کو گھورنے لگا، اس کے بغیر بھوکا بے ذائقہ تھا۔ اور جب بھی بھوکا ہوا تھا، اس کے بغیر بھوکا بے ذائقہ لگا کرتا تھا، بس وہی... صرف وہی... اس نے بابا سے رشتے کی بات کی تھی، وہ سنتے ہی مجھے سے اٹھ کر گئے۔

”وہ... خاندان دیکھا ہے اس کا؟ ریتا بچہ

کی بیٹی بیلا دلاؤں؟“ ان کے انداز میں ماریہ کے لیے بے تحاشا تحارت تھی اور اس کے دل میں بے تحاشا محبت، وہ کسی صورت میں اسے بھوکا نہ کو تیار نہیں تھے، وہ گھر چھوڑنے کو تیار ہو گیا۔

ماما نے روکا، بھائی نے... مہلت سے بہن نے فون کیا۔

”کیا پاگل پن ہے دانی؟“ دانی واقعی پاگل ہو گیا تھا، وہ اتنا پرست تھے تو دانیال بھی ان ہی کا خون تھا، خدائی اور بہت دھرم۔ چھوڑ دیا اس کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا، پاپا نے حاق کرنے کی دھمکی دی، وہ نہ مانا تو انھوں نے حاق کر دیا، اس کی بلا سے۔ وہ تو نکل آیا تھا ان کی راہدہ حاقی سے، جہاں انسانوں کو روک پولیس کے ترازو میں تولی جاتا تھا، وہ نکل آیا ہمیشہ کے لیے۔ ماریہ کے نابا نے صرف ایک سوال کیا تھا۔

”بھائی کا یہ بخار اترے گا کس دن؟“

”بھائی موت کے دن۔“ وہ دونوں جذباتی تھے، لیکن وہ زمانہ شام پہلے سے جانتے تھے محبت کی اپنی جگہ انھوں نے اتر جانے کی، جب ہر شے نہایت بد صورت لگنے لگے گی مگر... اولاد واقعی تھرتھرتی ہے۔

بھیا دیا اپنی اگلی قیامت کو اس کے کے ہمراہ جو ان کی بیٹی کی خاطر اپنے باپ کی سزا دلا کھڑا لڑکی جائیداد کو گھور کر مار آیا تھا، خوب کی کر نہیں سکتی سرگئی آدھے صحن میں پھیل گئی تھیں، وہ خاموشی سے اٹھا اور لڑائی میں آ کر بیوی چلا لیا، ہر پھل پر قبضہ بھروسے تھے، مبارکبادیں، مہدی کی سرگئی، اس کے اندر بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، اس نے سائینڈ ٹیبل پر رکھی اپنی اور اس کی شادی کی تصویر اٹھائی۔

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

ایا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی بیٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بد صورت لگتی ہے،

خوابوں کی دنیا سے عملی دنیا تک کا سفر صرف پیاری باتوں سے نہیں طے ہوتا، دانیال کو آٹھ ہزار کی جاب مل گئی تھی، مہنگائی کے اس دور میں مہینے کے تیرہ چودہ ہزار خرچ کرنے والے دانیال کو لگ بھگ کیا مارے نے جاب کا کہا تو اس نے منع کر دیا۔

”مجھے پسند نہیں ہے، پتا نہیں کیسی کیسی نظر میں۔“ لیکن دانیال یہ سب نہیں تو کرتا پڑتا ہے

”نہہ دیا نہیں تو بس نہیں۔“ ان دنوں وہ حقیقتاً پریشان تھا، یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر پچھتا رہا تھا، وہ اس لئے بھی اس چاہتی جان قربان کر دیتے پر تیار تھا لیکن۔۔۔

”یہ بجلی کے بل، آج آخری ڈیٹ، یہ فون کا بل، لاسٹ ڈیٹ، خرچ خالی ہے، وہ دھکا کا بل۔۔۔“ ان ہی دنوں وہ امید سے بھری خوشی کی آبی بڑی خبر سے وہ سر ہام کر رہا تھا۔

”پچھتسی ریمورٹ، مختلف ٹیسٹ، دو اکسی۔“ بعدہ بشر تھا، تھک کر چور، اس رات مارے پر چلا پڑا جب اس نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی، وہ ایکسٹرا شفٹ پر تھا، کام کر کے تھا کا باندھا، جڑ جڑا تھا۔

”باہر رنگ لریاں نہیں مٹا رہا تھا، کام کر رہا تھا۔“ بات رانی جیسی تھی، پہاڑ بن گئی، وہ دو کہتا تو وہ چار بتاتی۔

”تہوارے لیے چھوڑی اپنے باپ کی جائیداد میں نے۔“ وہ چلا یا، وہ حق دہی رہ گئی۔

”نہیں چاؤ گی، کہا ہے ناں۔“ وہ رکی نہیں، کپڑے بھرتی رہی، وہ غصے سے آگے بڑھا اور اسے پھینک دے مارا، وہ سن رہی تھی، بس یہ اوقات تھی۔

”مجھے اب اس گھر میں ایک گھر بنانا بھی حرام نہیں۔“ بیک وچیں چھوڑ، وہ ننگے پاؤں نکل گئی، جاتی ہے تو جائے، وہ بھی اتنا پرست تھا ناں۔

برآمدے میں لگے کلاک نے دوپہر کے دو بجنے کا اعلان کیا تھا، وہ حال میں لوٹ آیا، ٹی وی آف کیا اور دھوکے کے نماز پڑھنے لگا، نماز پڑھ کر واپس کمرے میں آ بیٹا۔

وہ کمرے، وہ اذیت تاک لے، وہ اگر اس سے اتنی زیادہ محبت کرتا تھا تو پھر اسے کیوں مارا؟ اسے کیوں جانے دیا؟ وہ آنکھیں سوندے بیٹھا رہا۔ وہ جب بارش میں اکیلی کھڑی بھیگ رہی تھی تو وہ مدد کرنے کے لیے آیا تھا، اس رات بھی جب وہ آنسوؤں سے بھیجی ہوئی، جوتی سے بے نیاز اکیلی کمرے سے نکلی تھی تو مڑ کر تو ضرور دیکھا ہوگا، درگ کر اس کا انتظار کیا ہوگا ناں، وہ آئے گا، یہ اعتبار تھا، جب وہ نہیں گیا تو اعتبار کیسے کرہی کرہی ہو گیا ہوگا ناں؟

وہ آنکھیں سوندے بیٹھا رہا، برا وقت ہمیشہ کے لیے تو نہیں ہوتا، جلد یا دیر سے گزر ہی جاتا ہے، لیکن یہ بات اہم ہے کہ ہم اپنے برے وقت کو کیسے گزارتے ہیں، تکلیف طے پر جیتنے چلاتے تو جانور بھی ہیں، انسان تو اشرف المخلوقات ہے اور مصائب کو صبر و شکر سے گزارنا ہی تو اسے اشرف المخلوقات بناتا ہے۔

اس کا کڑا وقت بھی گزر گیا، وہ دن بعد ہی ایک ملٹی پھیل کمپنی میں جاب مل گئی، اٹھائیس ہزار ماہانہ کی سٹیری ایک کار کے ساتھ، خدا واقعی چھپر چھا کر دیتا ہے۔ ایک دن گزرا، دوسرا۔۔۔

چندہ منٹ میں وہ مارے کے گھر کے سامنے تھا، وہاں ایک نیا منظر اس کے سامنے تھا۔

وہ بیک کندھے پر لٹکائے جیسی میں بیٹھ رہی تھی، ابا اسے الوداعی ہاتھ لہرا رہے تھے۔ انا کا سنگٹا رخ پھاڑ اس نے بھی پاش پاش کر دیا تھا، اس کے اندر طمانیت اترنے لگی، وہ خاموشی سے کار سے نکل کر ان کے سامنے جا کھڑا ہوا، وہ حیرت سے جھک گئی، اس کے کپکپاتے لبوں کو دیکھ کر وہ بولے۔

”معافی اپنی بیوی سے مانگنا، اب جائزات ہو رہی ہے۔“ واپسی کا سفر خاموشی سے گزرا، وہ خاموشی سے سیٹ کی پشت سے لپک لگائے جھکی تھی۔

”مجھے معاف کر دو!“

”معافی مجھے بھی مانگتی ہے۔“

”کننا میرا ہے۔“

”لطیفی مجھ سے بھی ہوئی۔“

”اگر تم معاف کر دو گی تو مجھے خوشی ہوگی۔“

”اور اگر تم مجھے معاف کر دو گے تو مجھے سکون مل جائے گا۔“ واپس آنے کا دروگ دی، اس کے کمر پر ہاتھوں کو اپنے عضووں کی تھوڑی سی جگہ کر دیا، وہ کون سا شخص رہی تھی، 6 ماہ کا غبار آنسوؤں کے راستے نکل پڑا تھا۔

”چلو اب گھر چلتے ہیں۔“

”ہاں! چلو اب اپنے گھر چلتے ہیں۔“ تارک پر کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی مدد ہوتی چلی گئی تھی۔

رشتے آپ سے بہت زیادہ کی ڈیمانڈ نہیں کرتے، صرف ایک وعدہ، تاہم ساتھ بھانے کا، تھوڑی سی محبت، سادگی زندگی گزارنے کے لیے اور ایک سوری، ہر لطیفی کے لیے۔

☆.....☆.....☆

نفتہ... 4 ماہ... 6 ماہ... بس 6 ماہ تھے؟ گتے 67 سال کے برابر تھے۔ محسوس تو 6 صدیوں کے ایسے تھے، ادھر یہ اکیلا ادھر وہ اکیلی، اس نے پلٹ کر حال نہیں پوچھا تو بتایا اس نے بھی نہیں۔

”اس کے ابا کہتے تھے ہاں کہ خاندان کا گھر عورت کا اصل گھر ہوتا ہے، تو پھر اسے اپنا اصل گھر کیوں یاد نہیں آیا؟ اس کا فرض تھا شوہر کا حکم ماننا، کیوں گئی؟“ وہ اکثر سوچتا، خمیر چیکے سے آنسو دار ہوتا۔

”اور تمہارے فرائض؟“ اسے سر جھکا لینا پڑتا، جانتا تھا وہ لطیفی اسی کی ہے، بھول اسی سے ہوئی ہے، لیکن بس اتنا کہ نہیں کرتا تھا، انا کا پرانا مریض تھا ناں صحت دھرم اور ضدی، ایسے کیسے مان لیتا، مرد تھا، مجھے معافی مانگ لیتا، اور وہ... مارے وانیال... وہ بھی اتنی ہی بیوی تھی، اس کے بچے کی ماں، وہ کیسے جھک جاتی؟ بس میرا حق جاری تھی، بس بھاگتا تھا، اپنی اپنی انکلی پہناتیاں کندھے پر لادے سو بھاگ رہے تھے۔

وہ لیتا رہا، سوچتا رہا، اسے یاد کرتا رہا، آنسو بہاتا رہا۔

آنسو... مارے واہ آنسو... انا پرست مرد کی آنکھوں میں آنسو؟ وہ واقعی نوٹ گیا تھا، گزریے 6 ماہ تھے لیکن قیامت کی 6 صدیوں کے برابر تھے، وہ اب جھکنے لگا تھا، میرا حق جتنی بھی طویل کیوں نہ ہو، ختم تو ہو ہی جاتی ہے۔

ابا کہتے تھے جو جھکنا نہیں جانتا اسے نوٹا پڑتا ہے، اسے اب جھکنا سیکھنا تھا، فیصلہ کر لیا۔ وہ بولے سے اٹھا، شام کی تاریخی شفق کو تار کی اپنے حصار میں لے رہی تھی، وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر گھر لاک کر کے باہر نکل آیا۔

انا اور عزت نفس بے شک ہمیشہ ہلنے دھنکنے کا ہے لیکن جب معاملہ رشتوں کا ہو، معاملہ جب محبت کا ہو تو تاک کو دلیہز پر بھی مرکز لینا چاہیے،

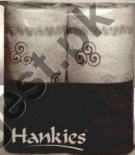
Hankies®



absorbent



... absorbent
... elegant
... & luxury



Customer Service



hankies@hankies.com hankies@hankies.com

AKS CAPITAL

قہر سے لکڑی کا سیسہ قہر لکڑی

رخصتی ایک بچے کے قریب ہوئی تھی، حجاب کا حصن سے برا حال تھا، گاڑی میں بھی زبردستی نوین اور کرن جس کے آنکلی تھیں اور اسے سانس لینا محال ہو رہا تھا، نوین تو جتنی قسمی بیڑ بڑاتی ہوئی سب دیکھ رہی

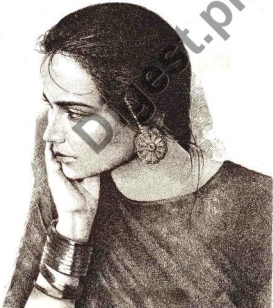


تھی۔ ”چلو بھئی! لڑکوں تم لوگ اپنے اپنے کمروں میں جاؤ۔“ داوی جان نے ان تینوں کو بغور دیکھا، جوانی بھائی کو دیکھنے کے منتظر تھے، وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ ہی بے زار بیٹھی تھی، ضمیر ان پہنچ کر کے آ گیا تھا، خان بکھر کے بغیر شلوار میں گھرا گھرا وہ جو بہت چنڈ سم اور اسارت لگدہا تھا، نو شین نے جھنڈی سانس بھری۔ ”نو شین! چل دیکھن کو اندر لے کے چل۔“ حباب کو ان کی داوی جان کی آواز میں اور باتیں سخت کر اس گز رہی تھیں اور وہ ان کی شان میں کوئی گستاخی کر کے لفظی نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

”جانی جان! میں کیوں لے کے جاؤں؟“ وہ تپتی ہوئی تو پہلے ہی گئی۔

”ظاہر ہے بڑی سنگدلی ہو، رشتے میں اتنا تو فرض ہے تمہارا۔“ آدم اسے زچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے چائے نہیں دینا چاہتا تھا۔

”جی شکر یہ میں خود بھی چاہتی ہوں۔“ حباب کو نو شین کے ساتھ جانا تو کسی طرح گوارہ نہیں تھا، آدم اور



حزل نے حیرانگی سے سنا، طحطا اندر جا رہا تھا، وہ بھی حباب کی آواز پر پلٹ کر آ گیا۔
 ”اے لو، رضوانہ! بی بی شرم لڑکی ڈھونڈ رہی ہے۔“ داوی جان کو موقع ملنا تھا طحطا کرنے کا۔
 ”دیکھو! اس میں بے شرعی کی کیا بات ہے؟“ حباب نے انھیں دیکھا، ضمیر ان تو اس کی خواہشوں کی معصومیت میں کھویا ہوا تھا۔

”لڑکی تمہاری زبان بھی بہت ہے، یہ بھی ہے کس سے بات کر رہی ہو، ضمیر ان کی داوی ہوں اور تمہاری ساس کی ساس ہوں۔“ ان کے توپختے ہی لگ گئے۔
 ”میں نے ایسا کچھ غلط بھی نہیں کیا ہے۔“

”آؤ حباب بیٹا! میں تجھیں اندر لے جاؤں۔“ رضوانہ نے اسے اٹھایا۔ حباب اپنا بھاری لہجہ سنہلانی ہوئی ان کی ہمراہی میں چلتی ہوئی باہر آ گئی، کرن اور نوین بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتے گئے، راضیہ کی حسد بھری نگاہوں نے حباب کا روپ دیکھا، نوشین سے چھوٹی بھی تھی اور خوبصورتی میں بھی یکساں تھی، وہ ہاتھ ملتی رہ گئی تھیں، ان کی بیٹی اس گھر میں بہو بن کے جو نہیں آئی تھی، پورا کمرہ اصلی پھولوں سے سجایا ہوا تھا، حزل اور طحطا نے بہت دل سے سجایا تھا اپنی بھالی کا کمرے میں بھی استقبال پھولوں کی چٹاں ڈال کے کیا، حباب کو گھبراہٹ تو ہوئی، وہی جی بھانپنا غصہ اور دل کا غبار اس نے ضمیر ان کے دو حسیال والوں پر اتار دیا تھا۔
 ”آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔“ رضوانہ نے اسے بچکوں کے سہارے بٹھا دیا تھا۔ کرن اور نوین بھی وہیں کھڑی تھیں۔

”حباب بھابی! ہم حزران بھائی کی چھپوٹی بیٹیاں ہیں۔“

”جی مجھے پتہ ہے، پلیز مجھے آرام کرنا ہے۔“ حباب نے انتہائی روکھاٹی اور ناگواری سے کہا، رضوانہ کو حباب کا رویہ اور لہجہ اچھا نہیں لگ رہا تھا، مزہ اس وقت حباب کو کچھ سمجھنا بھی نہیں چاہتی تھیں، وہ بہت بے زار ہو رہی تھی، کیونکہ ضمیر ان کے دو حسیال والوں کی عزت پر بائیں اس کی داوی جان وہ تو ہر بات منہ پر کہنے والی تھیں، اتنا تو اسے اعزاز ہو گیا تھا، ضمیر ان کی امی کو ہر سے جانوں میں ہی رکھا تھا، اس نے کمرے کا جائزہ لیا تھا، ہر چیز ترتیب اور قرینے سے رکھی تھی، بیڈ کو بھی بدلے تھا، صورت انداز میں سجایا گیا تھا، ایئر فریڈیشر کی خوشبو اور اسے سی کی کولنگ سے خوشی سی محسوس ہو رہی تھی، امی وقت وہ دروازہ کھول کے اندر آ گیا تھا، بی بی سے فیض شلوار میں وہ بہت ڈینٹ اور چارمگ لگ رہا تھا، حباب نے صحت اپنا سر جھکا لیا، دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا، وہ اپنی شادی سے ذرا بھی خوش نہیں تھی، پھر اسے اس بات کا اور دکھ ہوا تھا، نوشین، ضمیر ان کی منگیت تھی پھر اس نے نوشین سے شادی کیوں نہیں کی۔

”آں... ہم!“ وہ لوگوں پر مسکراہٹ لے لے اسے معنی خیز اور دلچسپ لگا ہوں سے دیکھنے لگا، آج تو وہ اسے چاروں خانے چت کر رہی تھی، کل وہ سر راہ گھڑی دو گھڑی چلتی تھی اور آج سے وہ ہر گھڑی اس کے ساتھ ہوئی۔

”کیسی ہیں؟“ اس نے حباب کے حنائی ہاتھوں پر اپنا مضبوط بھاری ہاتھ پڑ سے پریم سے رکھا، حباب کو ایسا لگا جسم میں گرفت دوڑ گیا ہو، وہ صحت کے اور دور ہو گئی۔

”مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔“ اس نے ساری ہمتیں مجتمع کر کے اس سے آج ہی بات کرنے کا سوچا، شرم دھیا اس کی نگاہوں میں تھی۔

روزنامہ تجلی 79 جولائی 2014ء

”بھائی! مجھے بالکل منظور ہے، مگر آپ نے شہر یار سے تو پوچھ لیا؟“

”وہاں اپنی ایسا کیا ہو رہا ہے آپ جانتی ہیں شہر یار کی اور میری بالکل نہیں بنتی ہے، مگر بھی آپ ایسا کہہ دی ہیں۔“ حسنی کو دنیا کی دماغی حالت پر جیسے ٹھک ہو رہا تھا۔

”سب پہلے کی باتیں ہوتی ہیں، شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔“ دنانے اسے سمجھایا۔ ”نسرین نے تو اس دفعہ بالکل بھی بے وقوفی سے کام نہیں لیا تھا، شہر یار کا دو دفعہ رشتہ آچکا تھا، جو حسنی نے ہی دوا دیا تھا کے منع کر دیا تھا، مگر شہر یار میں اسے دولت ہی نظر آرہی تھی، جو جب سے کیٹیز لایا گیا تھا انھیں لالچ کی بنی بنا دے گی تھی، اور حسین بیگم بھی کم لاپٹی نہیں تھیں، حسنی کے نام کافی پکڑا تھا، جو رفعت نے کیا تھا، اسکا تو پتہ تھا جہیز میں غلیٹ یا چاٹ تو ضرور ملے گا۔“

”چلو تو پھر منہ مٹھا تو کرو اسی دیتے ہیں۔“ دنانے کو زیادہ جلدی تھی، شہر یار کو ہاندہ سننے کی دودھ کھلا پھرتا تھا، اسی لیے ان کے پیچھے بڑا رہتا تھا۔

”اُمی! مجھے نہیں کرنی شادی۔“ وہ تو گھبرا کے منہ بسور نے لگی، اسنے میں نازیہ، اکرام اور شہر یار بھی آگئے تھے۔

”تو کہہ رہی ہیں ان کا نکاح کرویں، بعد میں شہر یار نے اسے کیٹیز تو بلا تائی ہے۔“

”آئی! آپ کو بڑی جلدی ہے۔“ شہر یار کی نگاہ حسنی پر ٹپک گئی، جو گھبراہٹ ہو کھلائی ہوئی ہو گئی تھی۔

”نسرین! ارفعت سے تو پوچھنا پڑے گا۔“ حسین بیگم کے بھی جیسے یہ بات سمجھا گئی تھی۔

”اے بھائی! یہ آپ نے سنی بات کی، حسنی میری بیٹی ہے اور مجھے اس کی فکر ہے میری مرضی اس کی نہیں بھی شادی کروں۔“ وہ صہٹ ہو گئیں۔

”پھر بھی پھسواتا نا تو پڑے گا۔“ نازیہ نے بھی کہا۔

”رفعت تو ساری زندگی اس کی شادی نہیں ہونے دے گی، مگر اس سے پوچھ لیا تانا فوراً منع کر دے گی۔“ انھوں نے کہا۔

”اُمی! پھر بھی ماما کی مرضی ضروری ہے۔“

”چپ کرو!“ انھوں نے روٹی تھکتی حسنی کو ڈانٹ دیا۔ نازیہ نے حسنی کے سر پر ہاتھ سے دوپٹہ لاکر اوڑھ دیا، مضامی تو پہلے ہی بھی اروسہ روڑ کے لے آئی۔

”اُمی! احباب کو بلا لیں۔“

”یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ اسے بلایا جائے، رات ہی ہم ویسے آئے ہیں۔“ دنانے منع کر دیا، حسنی کا منہ بڑھتی ٹھٹھا کر دیا گیا، شہر یار سچ منہ سنی، بھاتا ہوا اسے ہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا، حسنی کھسپائی ہوئی ہو گئی، اسے ان سب نے ٹھیکہ جولا تھا۔

”نسرین! نکاح ایک دو دن میں تاریخ سیٹ کر کے رکھ لو، احباب کی چوتھی بھی اسی دن کرویں گے۔“ وہ ہر جگہ پیر پھانے کے چکر میں جو پڑی رہتی تھیں۔

”بائی جان! بڑی چالاک ہیں، آپ شہر یار ماموں کا نکاح اسی دن کریں گی، تاکہ ان کا بیج جائے۔“ اروسہ تو حسنی ہی منہ چھت وہ بولنے سے باز نہیں آئی۔

”چپ کر، ہر جگہ بے موقع بولتی ہے۔“ وہ جڑ بڑی ہو کر اسے ڈانٹ کر رہ گئی تھیں۔

نفاست اور سہولت موویٹا شوز کی بدولت

VIRGIN PULP سے چکر دار پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے
 ایکڑوں کی راکھ اور مٹی سے، ایکڑوں کی آلودگی سے، ایکڑوں کی آلودگی سے، ایکڑوں کی آلودگی سے

MOVEETA
 پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے

MOVEETA®
 Super Soft



MOVEETA Big
 Perfumed & Printed Thong
 پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے

Super Soft
 نفاست اور سہولت ... پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے

Perfumed Sandal
 نفاست اور سہولت ... پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے



Mod Nap
 پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے
 صرف 150 روپے میں

Party Pack
 گھر پر تفریح کے لیے سہولت اور نفاست

MOVEETA
 Super Soft Roll
 & Kitchen Roll
 ضرورت کی ... پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے

Life style MOVEETA

دے کر سہولت اور نفاست کے لیے پاکستان کا واحد پرنٹڈ شو ہے

MOVEETA INTERNATIONAL MADE UNDER LICENCE IN PAKISTAN BY: K.B. TRADERS
 P.O.BOX 3223 KARACHI - 74600. PH. OFF. (021) 6609032, 6623757. FAX: (021) 6623513
 E-mail: moveeta@cyber.net.pk E-mail: moveetatissuepaper@hotmail.com

”ارومہ بات تو ٹھیک کر رہی ہے۔“ شہر یار نے ارومہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
 ”شہر یار ماموں! آپ کی شادی پر کوئی تجویز نہیں ملے گی۔“ ارومہ نے با آواز بلند کہا، سرین ہنسن لگیں،
 جبکہ حسین کچم خلیف ہی ہوئی تھیں، حسیٰ آنکھوں میں کی گئے اندر چلی گئی تھی، اس وقت سب کا ہنسا اسے سخت
 ناگوار کر رہا تھا، شہر یار نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا، اس کی رگ سے تنگ کرنے کو پہنچ کر رہی تھی۔

☆-----☆-----☆

توشم کیپیوٹر روم سے نکل کے باہر ہال کرے میں آ گیا، جہاں چھوٹی مامی، مامو رخ اور شو کو کسی بات پر
 ڈانٹ رہی تھیں۔

”بھئی! خیریت تو ہے کیوں ڈانٹ رہی ہیں؟“ اس نے منہ رتی مامو رخ اور شو کو دیکھا۔
 ”سب سے لان میں کھیل رہی تھیں، کچھ رہی ہوں اسکول کا ہوم ورک کر لو، مگر سنتے ہی نہیں ہیں یہ
 بچے۔“ شاہدہ نے دونوں کی اچھی خاصی خبر لی تھی۔
 ”کیوں بھئی تم دونوں نے کام نہیں کیا؟“

”توشم بھائی! اب وقت کس پڑھتے رہو، امی تو یہ چاہتی ہیں، کچھ دیر اگر کھیل لے لے تو کیا ہو گیا۔“ مامو رخ توشم
 کی حمایت پر بیٹھنے لگی۔

”اچھا زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے، فوراً اپنا بیک کھول کے بیٹھو، میں چیک کرنے آ رہی
 ہوں۔“ مامو رخ اور شو دونوں نے بھئی کو دیکھا، بھئی نے بھئی کی بھئی کی۔

”ہاں تو صاف جزا دے آج آپ کس کسے نظر آ رہے ہو؟“ انھیں اسے دیکھ کر حیرانگی ہوئی وہ عموماً شام
 میں گھر ہوتا نہیں تھا۔

”ایسے ہی کچھ کیپیوٹر پر کام تھا، سوچا گھر پر کروں گا، کھانا تو ام بھی کر لوں گا۔“ مگر سے پینٹ پر لانت پنک
 شرٹ میں وہ بیٹھ کر لگ رہا تھا۔

”ہوں!...“ شاہدہ نے اس کی بات پر کہا۔

”چھوٹی مامی! آپ سے ایک بات پوچھوں؟“ توشم کو اس کی لڑکی کے ہاتھ سے جاننے کا اشتیاق ہوا
 جو اس کی جیون ساتھی بن کر اس گھر میں آئی تھی۔

”ہاں پوچھو!“ وہ تیز کر بیٹھ گئیں، جبکہ توشم ان کے سامنے پڑے پڑے ہوئے پر بیٹھ گیا۔

”نانا جان نے میری ہی شادی کیوں کروائی، فاران کی بھی تو کروا سکتے تھے۔“ اس نے رک رک کے
 پوچھا۔

”دیکھو توشم! تم بابا جان کے لیے بالکل اولاد کی طرح ہو، انھوں نے جنھیں چاہا ہے، اور وہ تم پر سارے
 اختیارات رکھتے ہیں، اس لیے انھوں نے تمہارا انتخاب کر کے شادی کروائی، جبکہ فاران پر وہ اپنی مرضی نہیں
 چلا سکتے تھے، کیونکہ اس کے ماں باپ موجود ہیں، اگر بالفرض انھیں بھائی راضی ہو جاتے بھائی بھی نہیں
 مانگیں، اسی وجہ سے تمہارا انتخاب کیا۔“ انھوں نے بڑے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھایا اور وہ ویسے بھی اپنی
 جیڑھانی کے مقابلے میں خاصی سچی ہوئی اور کچھ بوجھ رکھنے والی تھیں۔ توشم نے ان کی بات کو غور سے سنا تھا،
 کیونکہ کہہ تو وہ بالکل ہی ٹھیک رہی تھیں۔

”توشم! تم بابا جان کی خد کر کے بیٹھے ہو، وہ لڑکی بہت اچھی ہے، تم ایک ہار مل کے تو دیکھو۔“ وہ اسے

سمجھانے لگیں۔

”مامی امیر اول نہیں مانتا۔“

”تم دل کے پائندہ رہو تو مجھ بھی نہیں کر سکو گے، کیونکہ کچھ باتیں اور فیصلے دماغ سے بھی کیے جاتے ہیں، جتنی کم انہی سیدھی باتوں پر توجہ دو گے تمہارا ذہن اتنا ہی الجھے گا اور تم میں خند بڑھے گی، خود کو مضبوط بنانا کیونکہ کچھ فیصلے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ہمارے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے بابا جان نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی تمہارا انتخاب کیا ہے، خوشی ایک بڑی گلی خراب صورت لڑکی ہے تمہارے ساتھ بہت سوٹ کرے گی۔“ شاید وہ اسے نرم اور مجھے لکھ میں سمجھا رہی تھیں۔

”اپنے دل کو آ زاد کرو اور دماغ سے اچھا سوچنا شروع کرو، پھر دیکھنا تم کسی نتیجے پر پہنچی ہی جاؤ گے۔“
”مجھے ایسا لگتا ہے میں غالتو اور بے کار چیز تھا نا جان نے میرے ساتھ ایسا کیا۔“ اسے اس بات کا بہت

دکھ تھا۔

”تم متنی ہی کیوں سوچ رہے ہو، ہو سکتا ہے وہ لڑکی تمہاری زندگی میں کامیابی اور جیت لے کے آئی ہو، کیونکہ کہتے ہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔“ انہوں نے تنبیہ سے قسم کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

”تم ویسے بھی اس بات سے تو انکاری نہیں ہو گے، جب سے تمہاری اس لڑکی سے شادی ہوئی ہے، تمہاری فیکٹری کی کو فائدہ ہو رہا ہے اور یہ سب عورت کے نصیب سے ہوتا ہے۔“ قسم نے چونک کر ان کی بات پر غور کیا کیونکہ وہ پہلے ٹھیک ہی رہی تھیں، شادی کے بعد سے اس کی فیکٹری کو فائدہ ہی ہو رہا تھا، اور جب سے وہ لڑکی خوشنما اس کے آفس میں آئی تھی اسے آرڈر پر آرڈر مل رہے تھے، اس کی زندگی میں دو لڑکیوں کی وجہ سے یہ ہو رہا تھا، ایک خوشی دوسری خوشنما اتفاق سے دونوں ہی رخ سے تھیں۔

”مامی! آپ سے ایک بات اور کہوں؟“ وہ مسکراتے دکھائی دیے۔

”آپ کو کچھ ہوتا جاوے یا رائلز، اتنا اچھا بولتی ہیں اور سمجھاتی ہیں۔“

”اچھا! وہ جتنے لگیں۔“

”جینا امیر! سمجھا تمہاری سمجھ میں آ جائے تو مجھے زیادہ خوشی اس وقت ہوگی۔“

”مامی! یہ خوشی نام کیسا ہے؟“ اس نے فیس کے پھر سوال اٹھایا۔

”تم دل کے پائندہ خوشی ہی دے گی۔“ وہ متنی فخری سے بولیں، قسم نے نصیب کے سر سمجھایا۔

☆.....☆.....☆

ولیمہ گزرتے ہی اس نے تو جگن کا رخ کر لیا تھا۔

”ارے مارے ابھی تو ناز اٹھوانے کے دن ہیں ٹیٹو تم۔“ رضوانہ نے اسے باہر نکالا، کاسنی چار جٹ کے

سوٹ میں سر پر دو پشہ جھانے ضمیر ان کو وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

”یہ سب آپ پرانی باتیں کرتی ہیں۔“ وہ مسکرائی۔

”بھائی جان! اتنے چھپ چھپ کے کیوں دیکھ رہے ہیں، بھائی سے کیا آپ کو بھی ڈر لگ رہا ہے؟“

مزل نے اسے ہلچلایا۔

”ڈر تو نہیں لگتی، کیسے راشدہ جیسے اپنی بیٹیوں کو لے کے چلی گئیں اور راوی جان... وہ تو ویسے ہے ہی

چلی گئیں۔ ”آدم کو زیادہ خوشی ہو رہی تھی اس کے دو خیال دلوں کو زچ کرنے والا کوئی تو آیا۔

”بھائی! آپ نے بالکل ٹھیک کیا، دشمن کے ساتھ۔“

”آدم! فضول کہو اس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ رضوان نے اسے غصہ کیں لگا ہوں سے دیکھا۔

”ای تو ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہیں۔“ وہ ناراض ہونے لگا۔

”تم بولتے بھی تو غلط جگہ پر ہو۔“ منظر ان نے بھی ٹوکا۔

”غلط جگہ مطلب گھر میں ہی تو بول رہے ہیں، اور بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آدم بھائی۔“

”اگرے یہ کیا... آپ آدم بھائی بول رہی ہیں، ابھی امیرانام لیں میں رشتے میں آپ سے چھوڑا

ہوں۔“ آدم کو حجاب کا بھائی لگا نا اچھا نہیں لگا۔

”میرا کیا ہے میں نام لے لوں گی۔“ حجاب مسکرائی، ڈانٹک نچل پر وہ لوگ بیٹھے تھے، رضوان ناشہ لگا

رہی تھیں بٹو اور حزل صبح میں ان کے ساتھ لگ جاتے تھے۔

”حجاب بیٹا! آپ ناشہ تو شروع کریں۔“

”آپ بھی آجائیں۔“ وہ منظر ان کی ساتھ والی پیئر پر ہی بیٹھی تھی۔

”ہمارا ایسی کیا بات اچھا بھائی ہیں۔“ منظر ان نے بات کرنے کے لیے موضوع نکالا۔

”اس کا مطلب یہ نہیں ایسی ہی کھانا بھائی رہیں۔“ آدم نے بھی مسکرا کر خیر اعجاز میں مسکرا کر کہا۔

”مگر مجھے کھانا اچھا ہی نہیں آتا۔“ اس نے سب کے کہوں میں جائے نکالی۔

”یہ تو آپ کی اگلاسی ہوئی ہے سلیٹے بھی داخلہ کی۔“

”واپسی مجھے جگ میں اچھا کھانا نہیں آتا۔“ وہ منجید ہو گئی۔

”اچھا تو پریشان کیوں ہو رہی ہیں، ایسی کھا رہی ہیں۔“ منظر ان کو اس کی مصمصیت پر پیار آنے لگا، وہ

جیسے ہی رضوان نے سب کو جب کر کے ناشہ کرنے کہا تھا منظر ان پھر آس کے لیے تیار ہونے چلا گیا،

وہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی، منظر ان دنگر سے شرت نکال دیا تھا، پیٹل ستری کرتی تھی۔

”یار حزل! اس پر پریس کر دو۔“

”بھائی جان! میں برتن دھو رہا ہوں۔“ اس نے بکبن سے ہی کہا۔

”آپ کی تیکم آگئی ہیں، ان سے کروائیں۔“ سلیٹ نے بھی ہری جھنڈی دکھا دی۔

”تم سب ہی ملو طاقتم ہو گئے ہو، دو دن میں مجھ سے آٹھویں پیچھے لیں۔“ وہ پیٹل لے کے پھر کرے

میں آ گیا۔

”مجھے جیسے کپڑوں پر استری کرتی نہیں آتی، پورن کر دیتی۔“ اس نے شرمندگی سے کہا۔

”کوئی بات نہیں، میں خود کروں گا۔“ وہ اتنی جلدی میں تھا کہ الماری سے اس چیزیں گرا دیں، حجاب

اٹھانے آگے بڑھی ہی تھی کہ دونوں کی زوردار نگر ہو گئی۔

”اوہ۔۔۔ سوری یاد ازور سے گئی؟“ اس نے حجاب کو تھا مایا۔

”نہیں ٹھیک ہے۔“ وہ سر ہلانے لگی۔

”ہماری قسمت میں شروع سے ہی مگرا نا لگتا تھا۔“ وہ بیٹھے لگا، پورا کمرہ اصلی موچے اور لگا ہوں سے مہک

رہا تھا، شریار نے اس کا فریج بہت خوبصورت دیا تھا، کمرہ بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔

”مگر یہ نگرانِ غلط ہو گیا، میری زندگی اتنی بھی بے وقعت نہیں تھی۔“ وہ افسردہ لہجے میں طفر کرنے لگی۔
 ”آپ کی زندگی میرے لیے تجھ ہے، جس کی طرف دیکھنا شروع کیا تھا، وہ کتنی جلدی میری بنا دی تھی۔“
 وہ اس کے رخسار پر ہلکی سی ہنسی دے کر بولا۔ حباب نے جواباً اسے فیسے سے کھرا تھا۔

”آپ کو صرف خوشیوں کو دیکھنا چاہیے تھا مجھے نہیں۔“

”اب آپ مجھے قصداً لانے والی بات کر رہی ہیں۔“ وہ تیار ہو رہا تھا۔

”کیوں یہ سچ نہیں ہے؟“

”آپ اپنی طرف سے اخذ کر رہی ہیں، ورنہ یہ سچ نہیں ہے۔“ وہ اوش روم میں گھس گیا۔

”اوپر... دوغلا انسان! پہلے کزن سے کرتا تھا اور اب مجھ سے جھوٹی باتیں کر رہا ہے۔“ وہ غصے سے سوچنے لگی۔

”آپ جو کچھ بھی سوچ رہی ہیں وہ غلط ہے، امی سے آپ کلیئر کر سکتی ہیں۔“ اسے حباب کی سوچ پر افسوس ہوا۔

”مجھے ضرورت نہیں ہے۔“ وہ دھڑ سے بند پر بیٹھی، ضمنی تیار ہو کر جانے لگا۔

☆.....☆.....☆

”رفت کو تانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ دوسرے دن سرین اسے کھارہی تھیں۔

”گھر کے کاموں پر توجہ دو۔“

”کتنی توجہ دوں، کل بے تک پر سے چٹنیاں پکوا رہی ہیں۔“ وہ غصے سے بولی۔

”ٹھیک تو کرتی ہوں، وہ میری مام تھے کہیں کا نہیں رکھے گی۔“ حسنی سے پورے مکان کی صفائی کروا رہی

تھیں اور وہ چلتی کو حسنی کر رہی تھی، رفت اسے کئی آوازیں بھی دے چکی تھیں۔

”شہر یار کے جانے سے پہلے لکاح بھی ہو جائے گا۔“ وہ پروگرام ترتیب دے چکی تھیں، ”وہ سارے کام

بالا ہی بالا کر رہی تھیں، بتا کر رفت کو کانوں کان خبر نہیں ہو۔“

”کاش... سعد یہ وغیرہ کے ساتھ چٹا رہی چلی جانی، مجھے یہ سب تو نہیں کرنا پڑتا۔“ وہ سوچنے لگی،

سعد یہ اور عازرہ بھی سرین کی وجہ سے زیادہ نہیں رکی تھیں، کیونکہ سعد یہ پر وہ بہت لگاؤ رکھنے لگی تھیں، پھر خود

ہی وہ ایک دن چلی گئی۔

”شہر یار سوائے انہیں تو اٹھ پو پٹھے، کیسے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔“ وہ رجن دعوے لگی تھی اور

شہر یار کو برا بھلا بھی کہہ رہی تھی۔

”ایک دفعہ پھر کہے دے رہی ہوں، رفت کو تانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو ساری زندگی بھی اپنی

خاطر تھماری شادی نہیں ہونے دے گی۔“ انھوں نے پھر اندر آ کر سمجھنے کی، امی بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں،

رفت اس کی شادی کا نام بھی نہیں لیتی تھیں، حسنی نے آج پہلی دفعہ رفت کے حلق پر کچھ سختی سوجھا تھا۔

”اسنے پکڑوں کا تاپ دے دینا، بھائی نے کھلایا ہے۔“

”آپ کو تو یہ نہیں لائی ہو گیا ہے، ایک وہ شہر یار ہی میرے لیے رہ گیا ہے۔“ وہ برتن بٹا کے درخ کے

بولی تھی۔

”زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں رفت نہیں ہوں، جو برداشت کر لوں گی، وہ بلا درست

کر دوں گی، مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟“ نسرین اس کے اس طرح مشتعل ہونے پر سخت پائی ہو گئی تھیں۔
 ”بھائی! آپ کب سے اس سے کام کروائے جا رہی ہیں۔“ رفعت اسی وقت وہاں چلا آئی تھیں۔
 ”میری کام سسرال میں کام آتا ہے، تم نے تو اسے بالکل ٹھکا اور کام چھوڑا اور مونا کر دیا ہے۔“ سب انھوں نے رفعت کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ حسنی کو اور دکھ ہوا، اپنے مونا بچے کا جو کم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔
 ”میں اپنی بیٹی سے صحبت کرتی ہوں، میں اسے یوں کام کروا کے مای نہیں بنا سکتی اور مونی ہو رہی ہے تو کسی کا کیا ہے اپنا کمائی ہے۔“ ان کے بھی پیٹھے لگ گئے۔

”وہ جو رفعت! مجھ سے فضول تو ہو تو نہیں تم اس کے ساتھ دشمنی کر رہی ہو، ارے یہ ساری زندگی یہاں بٹھانے کی نہیں ہے اور لڑکیاں کام کرتی انجی تھی ہیں، مونی لڑکیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔“
 ”نہیں! پوچھتا تو نہ پوچھے، ہماری بیٹی سے پیش کر رہی ہے۔“ انھوں نے حسنی کی صورت دیکھی مگر وہ رفعت کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی، انھیں کیا اس کی فکر نہیں ہے کہنے آرام سے کہہ دیا نہیں پوچھتا تو نہ پوچھے۔
 ”یہ تم بہت انجی! کت کر رہی ہو۔“ نسرین کو ان کی بات انجی نہیں لگی۔

”بھائی! آپ کو اس کی شادی کی اتنی فکر کیوں ہے، جب ہونا ہوگی ہو جائے گی۔“
 ”ایسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے، بچے سے نہیں ہوگی۔“

”میں نے کہا ہوا ہے ہاتھوں سے، اچھا رشتہ ہوگا تو بتا دیں گی۔“ رفعت کو حسنی کی شادی کا موضوع ہی برا لگتا تھا، وہ حسنی سے بھی شادی کی بات نہیں کر سکتی تھیں۔

”ہاں اچھا رشتہ جب ہوگا بتا دیں گی تم نے کہہ دیا، لوگوں نے بتا دیا، اس طرح تم اس کی عمر نکال دینا۔“
 وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا ظلم تو نہیں ہونے دے گی، اپنے سارے ہی اس کی شادی کرنا چاہ رہی تھیں، حسنی بہت دن دھیرہ دھیرہ کر رہی تھی، اس کی آنکھیں رو رہی تھیں، وہ بچے کے سر پر لگ رہی تھیں۔
 ”مما! میں اوپر جا رہی ہوں۔“ وہ یہ کہہ کر تیزی سے نکل گئی، رفعت بھی جانے لگی تھیں، نسرین نے آج ان کی انجی خاصی کٹھن لے لی تھی۔

”اسے کام کاج بھی کرنے دیا کرو، دیکھ رہی ہو کیا انھوں نے پوچھا ہے۔“ انھوں نے پھر جاتے جاتے ایک بات کی، وہ رفعت کو کچھ نہیں بولیں وہ بھی خاموشی سے اٹھ کر آ گئیں۔
 ”اپنے ساتھ کے بارے اس کی شادی نہیں کرے گی اور میں اپنی بیٹی کو ایسے تو نہیں چھوڑ سکتی۔“ نسرین نے مصمم ارادہ کا اعلان کیا تھا، نکاح کے بعد جلد ہی اس کی رخصتی بھی کر دیں گی، ورنہ رفعت کا بھر دے نہیں وہ ہونے ہی نہیں دے گی۔

☆.....☆.....☆

وہ بہت الجھی، الجھی تھی، کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا، مرتضیٰ علی روز پہلے آتے تھے اور وہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”کیا بات ہے آپ آخر کام کیوں ریسیو نہیں کر رہی تھیں؟“ دھیم چڑے پر بے زاری لیے اس کے کہیں میں چلا آیا، وہ تو اچھل سی گئی۔
 ”جی...“

”مس خوشنما! کیا پرالم ہے، آپ ہر وقت گھبرائی ہو کھلائی کیوں رہتی ہیں؟“

”نہیں تو۔“ گھبراہٹ میں آنجل بھی سر سے ڈھٹک گیا۔ کالے سٹکی بالوں کی ٹیس چہرے پر جمو لگے ٹیس، فٹوں خیز آنکھوں میں ایسی کشش تھی دشمن نگاہ چاہتا تھا۔
 ”میں کب سے کال کر رہا ہوں، آپ کا جواب ہی نہیں آ رہا۔“ اونچا لہا رہا رب دشمن اس وقت خاصا سنجیدہ اور برہم ہو رہا تھا۔

”سوری سر!“ اسے شرمندگی لگی ہونے لگی، دونوں سے وہ بہت کھوٹی کھوٹی تھی۔
 ”آپ اندر آئے مجھے کچھ دیکس کرنا ہے۔“ وہ غم وے کر اندر تیزی سے چلا گیا۔ اسٹاف کے لوگوں نے دونوں کو استقبالیہ نظروں سے دیکھا تھا، خوشنما نے دو پتہ قرینے سے سر پر ہٹایا، تاک کر کے اندر آگئی وہ اپنی ریل ٹوٹک جتیر پر بیٹھا اسی کا منتظر تھا۔

”بھال کی اپر دول آگئی؟“
 ”سر! اس کی ابھی نہیں آئی ہے۔“ اس نے بتایا۔
 ”یہ کامران کیا کام کر رہا ہے، جہاں ایک کی اپر دول نہیں لاتا۔“ وہ برہم ہو رہا تھا، خوشنما اسے کیا بتاتی کا سر اس آتا ہی منج دس بجے تھا، ایک کھنڈر سر چنڑا نڈر مونا کے پاس بیٹھا فضول کی بانٹکار رہتا تھا۔

”یہ تو آپ ان ہی سے پوچھئے گا۔“ اس نے الٹا یہ کہہ دیا۔
 ”اوکے میں آپ سے پوچھتی نہیں رہا۔“ اس نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا، اس کے چہرے کے سچ ورم ہی ایسے تھے وہ کچھ دن سے ان میں اچھے کا تھا۔

”مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔“ وہ قدرت و قوت کے بعد کو باہوئی۔
 ”جی یو لے!“ وہ کچھ دیر کی اسکرین پر نگاہ ڈال کے بیٹھ گیا ساتھ ہی کوئی کام بھی کر رہا تھا۔
 ”میں آپ کے آفس سے جانا چاہتی ہوں۔“

”بٹ وائے؟“ وہ حیرانگی سے بولا۔
 ”آپ سے کچھ منہ کی گفت ہوئی تھی۔“ وہ ویسے بھی اس کے آفس سے اس صلیے بھی جاتا جا رہی تھی، اگر مرضی ملی نے اسے دیکھ لیا تو ٹھیک نہیں ہوگا اور پھر یہ شخص انٹی سیڈ کی کھوں کر سکتا ہے جسے ہر رات کر رہا تھا۔

”وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے آپ کی سٹری بھی بڑھا دی ہے، اشمع کے پاس جتنی بھی تھی اس سے دگنی دس رہا ہوں، صرف اس لیے آپ کا مفر سے داری سے کر رہی ہیں۔“ اس نے ساتھ تو جہد بھی پیش کی۔
 ”آپ کا آفس اور فیکٹری سیٹ ہوگئی ہے، اور اب مجھے جانا چاہیے۔“ اس نے نگاہ کا رپٹ پر بھائی ہوئی تھی۔

”اس وقت تو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا، پھر کبھی کروں گا، ابھی آپ جا کر اپنا کام کریں۔“
 دشمن نے بات ہی ختم کر دی، خوشنما دل مسوس کر رہ گئی، وہ دشمن کی موجودگی سے ڈسٹرب ہونے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

کپڑوں کا ٹاپ آ گیا تھا، حسین بیگم نے شاپنگ ماز یہ اور جینا کے سر ڈالی تھی، حباب کو جب یہ خبر ملی شہر بار اور خشی کا کالج ہو رہا ہے، وہ تو خوشی سے جھوم اٹھی۔

”شہر بار ماسوں! آپ راضی کیسے ہو گئے؟“
 ”کیا کرتا راضی ہونا پڑا، دیکھ نہیں رہی ہوکتی ہوئی ہوگئی ہے، خاندان میں کوئی بھی نہیں کرے گا اور باہر

میں ہونے نہیں دوں گا۔" وہ مسکرایا۔

"آپ یہ کیوں نہیں کہتے حسنیٰ آئی کو پسند کرتے ہیں۔" وہ شہر یار سے اٹھوٹا چاہ رہی تھی۔
"ایسی کوئی کہانی نہیں ہے، میں تو پچھو کا خیال کر رہا ہوں، کیونکہ وہ چاہ رہی تھیں حسنیٰ کی مجھ سے ہو جائے۔"

"یعنی آپ احسان کر رہے ہیں۔" حباب کو افسوس ہونے لگا، شہر یار حسنیٰ کو پسند نہیں کرتا۔

"کچھ بھی سمجھو۔" اس نے نئی سنوری حباب کے سر پر مسکرا کے چپٹ لگائی۔

"یہ بتاؤ گھر میں سیٹ تو ہوگئی ہو، ضرر ان کیسا لگا؟" شہر یار نے پھر بات بدل دی۔

"خود ہمدستی کی ہے سیٹ تو ہوتا ہی پڑے گا اور رہے ضرر ان بس ٹھیک ہیں۔" اس نے زیادہ خوش ہو کے نہیں کہا۔

"بس ٹھیک نہیں وہ بہت اچھا لڑکا ہے، رضوانہ آئی بھی بہت اچھی ہیں۔" اس نے ان کی حمایت میں کہا۔

"ضرر ان کے دو حبیال والے سارے ہی مجھ سے ناخوش ہیں۔"

"تم کسی بھی پرہیزگار نہیں کرو۔" شہر یار کو ضرر ان کے دو حبیال والوں کی خیر قسمی، ضرر ان ایک ایک بات اسے بتاتا تھا۔

"شہر یار! ہمیں طاری ہوا ڈراپ کر دو۔" میک اپ سے حشرین جیٹا اپنے اسٹاکس سوٹ میں آئیں۔

"اف۔۔۔ آئی ای آئی آپ حنا ٹیک پر جا رہی ہیں نہ کہ کسی فنکشن میں۔" شہر یار کو ان کا یوں بھنا سنو رہا ہی لگتا تھا۔

"تم تو ہودو قیامی، چاہتے ہو میں اپنا دل ہار لوں۔" وہ فیسے میں آ گئیں۔

"آئی آئی! کچھ تو لحاظ کریں، ساس بنی ہیں لوگ کیا نہیں گے؟"

"لوگ تو فضول باتیں بتاتے ہیں، مجھے کسی کی پروا نہیں۔" انھوں نے لا پر داعی سے کہا، حباب ان کی تیاری لہرائشی لگا ہوں سے دیکھ رہی تھی، اسے خود بھی شرمندگی ہو رہی تھی، ضرر ان کے دو حبیال والے بھی باتیں بنا رہے تھے، شادی پر اس نے خود داعی جان اور راشدہ آپس کی باتیں کرنا شروع کی تھیں۔

"حسنیٰ کے کپڑے اور جوتی لٹنی ہے، تم ساتھ مل رہے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ حسنیٰ کی پسند سے لے لیتے ہیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے سر پر چڑھانے کی، میں خود اپنی پسند سے لوں گا۔" شہر یار، حسنیٰ کو اہمیت ہی نہیں دینا چاہتا تھا، اس کی شکل بھی تو ٹھکانے لگائی تھی۔

"تم تو داعی شو پر بھی جلا دوایع ہو گے۔" جیٹا کو اس کی بات پر افسوس ہو رہا تھا۔

"ہاں کہہ دیں آپ کے دل میں جرتھا۔"

"شہر یار فضول میں مجھ سے لڑنے کی کوشش نہیں کیا کرو۔" وہ چڑ گئیں۔

"اچھا، اچھا بس رہنے دیں، اپنا یہ میک اپ اتار دیں، پھر میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" شہر یار بھی کافی

خندی داغ ہوا تھا، حباب بیل پر بیٹھی ان دونوں کی سن رہی تھی، ارومہ، اکرام ماموں کے بچوں کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

(چاری ہے.....)

☆.....☆.....☆

UHU[®]

stic

glue stick

The exclusive
screw cap
prevents
the glue
from drying.



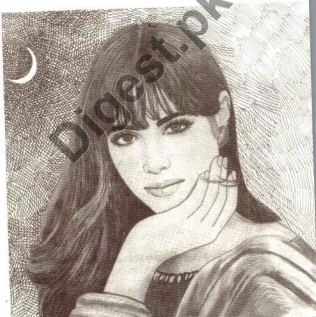
UHU The World of Adhesives

وانیہ آفرین

ناولٹ

میرنا کے سب سے اعلیٰ

”فاریہ“ تمہارا اپنے اوپر کچے گئے اس زوردار
جس پر پوری طرح تسلط کافی تھی۔
”اے کیا گھمبیری ہو، کچلے آدھے گھٹے سے میں
جس میں غلطی کر رہی ہوں اور تم ہو کہ اپنے اسیا حسین



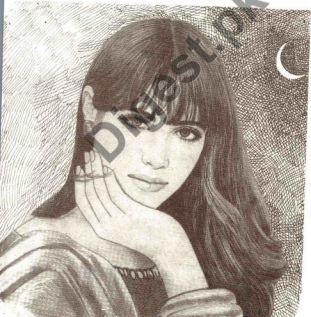
سامیٹ ٹیبل پر رکھی کتاب اس کے سر پر دے ماری تھی، جس نے نہاج کے چہرہ طبعی روشن کر دیے، وہ اب اپنی ٹیل فائنگ کھولے اپنے سر کو دبانے میں مصروف ہو گئی تھی اور دوسری جانب قاریہ فاحشہ مسکراہٹ اپنے منہ پر بھانے نہاج کا اور خون کھولا رہی تھی۔
 ”بند کرو اپنا منہ۔“ نہاج نے قاریہ کی مسکراہٹ پر جمل بھیج کر کہا۔

”میرا منہ بند ہی ہے اور اب میری بات قیصر سے سنو اور نہ اگلا حملہ اس سے ہوگا۔“ قاریہ نے ٹیبل پر رکھے پانی کے جگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہاج

کام میں مگن ہو۔“ قاریہ نے نہاج کے خود کو اس طرح گھورنے پر کہا۔

”یہ کیا طریقہ ہوتا ہے کسی کو مخاطب کرنے کا، میرا پورا سر درو سے گھوم رہا ہے، بدترین انسان!“ نہاج نے اپنے سر کو ہاتھوں سے مسلتے ہوئے غصہ نکالا۔

قاریہ پچھلے آدمی سے کھٹنے سے نہاج کے روم میں اس کے مین سامنے بیٹھی کب سے اسے مخاطب کر رہی تھی، مگر بیڈ کی دوسری جانب بیٹھی نہاج ٹیل فائنگ اپنا منہ پینہ کام کرتی قاریہ کی باتوں پر لا پرواہی سے ہوں ہاں کر کے اس کا خون چلا رہی تھی اب کی بار قاریہ نے



کو دھکی دی۔

”بھولنا، اب کیا کہتا ہے؟“ نہاج نے ہزاری اور تکلیف کے ملے جلے اثرات لیے کہا۔

”سنو! میرے اکاؤنٹ میں 50 لاکھ روپے آگئے ہیں۔“ فاری نے راز داری سے کہا۔

”کیا؟“ نہاج کو فاری کی بات پر حیرت سے جھٹکا تھا۔

”ہاں جج میں یا راج روے 50 لاکھ روپے، اب تو حیرے ہی حیرے ہیں۔“ فاری نے پر جوش انداز میں کہا۔

”تم نے کہیں ڈاکو تو نہیں ڈالا؟“ نہاج نے اس سے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

”لاحول ولا قوہ، اب جیسے کیا میں ایسی گفتی ہوں؟“ فاری کو نہاج کے اس سوال پر ہنسی ہوا تھا۔

”نہی کا تو پتا نہیں مگر اس وقت تم مجھے بنی مٹھوک لگ رہی ہو، کل تو اکاؤنٹ میں صرف

25,000 ہونے کا راز دور دور کر میرا سر درد گھڑی تھا، اب ایک ایک رقم کہاں سے آگئی؟“ انکل تو حیرت میں تھے۔

بھی اتنی رقم دینے کا سوچ بھی نہیں سکتے، پھر یہ سب کیا ڈرامہ ہے؟“ نہاج کسی تعیشی انداز میں دھارے اس وقت فاری سے تعیش کر رہی تھی۔

”کوئی ڈرامہ، تمہارا نہیں ہے، کل جب میں نے ایسے ہی اپنی اکاؤنٹ ڈیٹلو چیک کی، تو مجھے خوشگوار

جھٹکا لگا، کہ میرے اکاؤنٹ میں 50 لاکھ اور بھیجنے ہزار روپے موجود ہیں۔“ فاری نے تفصیل بتائی۔

”پھر؟“ نہاج جج میں بول پڑی اس وقت اس کا تجسس عروج پر تھا، وہ اپنی تکلیف بھلے شکل طور پر فاری کی طرف متوجہ تھی۔

”پھر کیا.. بس ہم نے ہرے کا خیرہ لگایا اور خوشیاں منا رہے ہیں۔“ اس نے چمک کر کہا۔

”فاری نہ میڈم! تمہیں یاد ہو کہ اس نے اپریل فول بتایا ہے یا تم مجھے پانچ بتا رہی ہو۔“ نہاج کو فاری کی باتوں

پر بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے تمہیں یقین نہیں آ رہا، تو خود دیکھ لو۔“ فاری نے بیگ سے اپنا پی سی ٹیب نکالا اور بیگ کی ویب سائٹ Login کر کے اپنی آن لائن

اکاؤنٹ ڈیٹلو نہاج کے آگے کر دی، ٹیب کی اسکرین پر چمکی ڈیٹلو کے مطابق فاری نے جو کیا تھا جج تھا،

نہاج حیرانی سے گئی اسے اسکرین کو آنکھیں پھاڑے کھورتی رہی۔

”اب کیا کہاؤ گی میرے ٹیب کو؟“ فاری نے نہاج کو اس طرح کھورتے دیکھ کر کہا اور ٹیب اس کے

آگے سے ہٹا کر اٹھائے بیگ میں رکھ لیا۔

”فاری! تم معلوم تو کرو، پتا نہیں کس بے چارے یا بے چاری کے پیسے غلطی سے تمہارے پاس آگئے

ہیں، یہ پاکستانی تھیں ہیں یا انگریزی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، کسی کے پیسے کسی کے اکاؤنٹ میں

فراسفر ہو جاتے ہیں۔“ نہاج کو کسی بے چارے کی سخت کی کہانی فاری نہ بھی لاپرواہ لڑکی کے ہاتھ لگ

پانے روٹی اٹھوس تھا۔

”مگر یہ یہ اتنا برآمد کیوں بتایا ہے؟ اور میں کیوں اتنا بڑی گلوں، جس کے پیسے ہیں جب اسے

کوئی طرح کی بات نہیں کہان ہوں، میرے تو اب بس انجوائے کرنے کے ہیں ہیں۔“ فاری کی خوشی قابل دید تھی اسے اس بات سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ یہ پیسے

کس کے ہیں اور اس کے پاس کیسے آگئے۔

فاری نہ اور نہاج دونوں بچپن کی فریڈ تھیں، مگر دونوں کے حواج میں زمین آسمان کا فرق تھا، فاری نہ

نت کھٹ، لادہ والی اور انتہائی لاپرواہ لڑکی تھی، جبکہ اس کے برعکس نہاج ایک سوہ اور خاموش صبیح لڑکی تھی،

مختلف حواج کے باوجود دونوں کی دوستی بچپن سے اسی طرح قائم تھی، ان دونوں کا دو جسم اور ایک جان والا

حساب تھا، لوگ اکثر حیران ہوتے کہ کب کب مختلف شخصیت ہونے کے باوجود ان دونوں کی دوستی اتنی گہری

ہوئے کہا اور قاری کی پیشانی کو چومتے ہوئے اسے خود سے لگا لیا۔

”ارے نہیں! ہم بھی اہم کیوں ہونے لگے جنٹلمن، ہماری پردوں پر یاں ہی تو اس گھر کی رونق ہیں۔ ہم تو بڑے خوش نصیب ہیں، پردہ نگار نے ہمیں دو دو پھولوں سے نوازا ہے۔“ سچ صاحب کے لہجے کی طرح ان کی آنکھوں سے بھی اپنے دونوں پھولوں کے لئے ریتھا شامت جھلک رہی تھی۔

یہ سچ ہی تھا سبب دلا کی روٹی فارینڈ کی طبیعت، شوخ و چنچل حرکتوں اور نہاج کے بلکے سیکھے غصے اور مسکراہٹ کی وجہ سے قائم تھی، سبجی احمد اور فکیل خان فرانس بازٹر ہونے کے ساتھ ساتھ کزن اور بہت اچھے دوست بھی تھے، اللہ نے فکیل خان کو ایک بیٹی (فارینڈ) اور بیٹے (عزیز خان) سے نوازا تھا، عزیز بازٹر اسٹڈنٹ کے لیے آج کل لندن میں مقیم تھا، جبکہ سبجی احمد کی ایک ہی بیٹی (نہاج احمد) تھی، سبجی احمد اور فکیل خان کی دوستی کی روایت نہاج اور فارینڈ کے درمیان بھی اسی طرح قائم تھی، جی وجہ تھی کہ فارینڈ کو سبجی صاحب سے ویسا ہی پیار تھا، نہاج نہاج کو دلا، فکیل بھی نہاج سے فارینڈ کی طرح محبت کرتے تھا سبجی دلا اور فکیل فکیل کے کینوں کے درمیان چارو دھت اور غلوس کا نوٹ بندھن قائم تھا۔

”اسلام کی حکم نامہ واضح بخیر، آئی ایم سوری میں
تھوڑی لیٹ ہوگی۔“ تمہارے ڈانگکے روم میں آتے
ہی اسلام کے ساتھ اپنے دیر سے آنے پر معذرت کیا۔
”اُس اوکے بیٹا! اب جلدی سے شروع کیجیے
ناشیہ خفہ! اور با۔۔۔“ مہر نے تمہارے کو پیار سے کہا۔
”وہ! آپ کو پتہ ہے کچھ لوگوں کا خزانہ نکلا
ہے۔“ ناشیے کے درمیان تمہارے کو اچانک شرارت
جو بھی۔

”واہ، بھئی! کس کا نکلا ہے خزانہ؟“ سچے صاحب نے پر شوق انداز میں پوچھا، قاری، منہجاری کی اس حرکت

صاحب کے قہقہے بلند ہوئے تھے، نجات نے اسے دل میں کوسا اور بھڑکتی آنے روم میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

”فاری! میں تمہارے کہنے پر یہاں تک آ گئی ہوں، مگر اب اندر نہیں جاؤں گی۔“ نجات نے دو ٹوک انداز میں کہا، وہ یہاں فاری کی منتوں کی وجہ سے آ گئی تھی، اور نہ وہ ان سب معاملات سے بہت گھبرائی تھی۔

”کس نجات! آپ میرے ساتھ اندر فیر کے آفس میں چل رہی ہیں، تمہیں آپ؟“ فاری نے دھوکس بھاتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گئی، مگر جلد ہی اسے اعزازہ ہوا کہ وہ اکیلی چل رہی ہے، اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نجات وہیں کھڑی تھی۔

”میں تمہیں اپنے ساتھ اس لیے نہیں لاتی تھی کہ تم باہر کھڑی رہو۔“ فاری نے نجات کو ہنسے کہہ۔

”یہ سب کیا دھرا تمہارا ہے، خود جھگڑو، مجھے کیوں تکلیف دہی ہو اپنے ساتھ؟“ نجات کو اب خود پر غصہ آ رہا تھا کہ کیوں وہ فاری کے ساتھ آئی۔

”جپ چاپ اندر چلو میرے ساتھ، تمہا شامت ملے گی،“ فاری، نجات کا ہاتھ پکڑ کر آفس کی طرف بڑھنے لگی، نجات نے کچھ کہنے کے لیے لب کو ملے چاہے تھے مگر اپنے دماغ کے لوگوں کو ان دونوں کی ہی طرف متوجہ پارکروہ نہ ہوشی سے نہ جانتے ہوئے بھی فاری کے ساتھ فیر کے آفس میں داخل ہو گئی۔

آفس میں داخل ہوتے ہی دونوں کی نظر فیر کے عین سامنے چھتر پر بیٹھے شخص پر پڑی تھی، جو مطمئن انداز میں مسکرا مسکرا کر فیر سے کھٹو میں خوش الحانی سے کمن تھا، فاری کا اس شخص کے اطہر بان کو دیکھ کر ٹون چلا تھا، پہلے ہی وہ بہت غصے میں آ گئی، دل میں اس نے اس شخص کو خوب سلوا تھیں سنائی تھیں۔

”ایکسیکسی ڈی!“ فاری نے فیر کو متوجہ کرنا چاہا۔

”نہیں سیم!“ بیک فیر نے سوالیہ نظروں سے

پریشان مکی، اس نے نجات کا ہاتھ باکر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر سچ صاحب کی طرف متوجہ ہوئی۔

”اگل اس envelop میں کیا ہے؟“ فاری نے سچ صاحب کے بائیں جانب رکھے لفافے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات بدلنے کے لیے ان سے پوچھا۔

”کوہ... اچھا یاد دلایا بیٹا! میں تو بھول ہی گیا تھا، یہ ایک سپروائزر میں اس ویک اینڈ پر ہونے والے فیشیول کا انویٹیشن ہے فیضان manage کر رہا ہے اس ایونٹ کو، اسی نے مجھے دیئے تھے، میں اور میری عابر صاحب کے بیٹے کے دلے میں انوائٹڈ ہیں اس سطر ڈے پر، آپ دونوں چلے جائیں گے۔“ سچ صاحب نے انویٹیشن ان دونوں کی طرف بڑھاتے ہوئے تفصیل بتائی۔

”دیکھو یہ فیضان صاحب کی کتنی فارغ التحصیل ہیں، ہر وقت کوئی نہ کوئی ایونٹ manage کر رہے ہوتے ہیں، فیری میں۔“ فاری نے انویٹیشن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”فیضان بھائی، فیری میں نہیں کرتے کوئی بھی ایونٹ manage، اتنے خاصے پیسے ملتے ہیں انہیں اس کام کے، پہلے ”voluntarily“ کرتے تھے، ایکسپیرٹس کے لیے، مگر اب وہ ایک پرو فیشنل ایونٹ فیر ہیں۔“ نجات نے فاری کو تھپکاتا ہوا۔

”اچھا فیر مجھے یہ ایونٹ کافی اعتراف مل رہا ہے، تم غرے مت کہ اب ہم اس سطر ڈے کو ایکسپو جا رہے ہیں۔“ فاری نے حکم کیا۔

”اور آئی! پلینز نجات کی نیل فاننگ والی عادت چھڑوائیں، ورنہ یہ نہ ہو بے چارے دلہا بھائی شادی والی رات اس کے ناخن دیکھ کر ہی بے ہوش ہو جائیں۔“ فاری نے ضرورت سے کہا اور تیزی سے وہاں سے بھاگ نکلی، ورنہ اسے پتا تھا اس کا وہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا، فاری کے پیچھے میرا اور سچ

”آئی ایم مس فارینہ خان!“ فاری نے ایک ایک لفظ چبا کر غصے سے اپنا تعارف کر دیا۔

”اوو... مس فارینہ! پلیز سٹ!“ منیجر نے فوراً اسے پہچانتے ہوئے بیٹھنے کی دعوت دی، اس کے بعد رحمان علیق (بینک منیجر) نے فارینہ سے اسے ایک employee سے ہوئی لفظی پراکسیکس رکھا۔ جس کی وجہ سے اس کے اکاؤنٹ میں غلطی فراخسفر ہو گیا تھا، مگر فارینہ کا قصہ تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، ابھی رحمان صاحب فارینہ کو کھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ خاموش بیٹھے اس شخص کا فون رنگ کیا اور وہ رحمان صاحب سے ایکسکس کر کے وہاں سے جانے کے لیے اٹھنے لگا۔

”ہیلو مسز! کس بات کا اتنا غرور ہے آخر؟ جہاں سوری کیے کہاں چلتے بنے؟“ فاری اس شخص کو دیکھتا ہے جاتا دیکھ کر بول پڑی، فاری کے اس اعزاز پر رحمان وہ شخص حیران ہوا تھا، وہ منیجر صاحب بھی اس کی شکل سمجھتے تھے اس وقت دم میں موجود سب ہی اشتباہ کر رہے تھے اسٹیٹ سے کھڑے ہو چکے تھے۔

”اب اس طرح حیرانی سے کیا دیکھ رہے ہیں مسز! ایک تو میرا اتنا نقصان کرنا اور پھر جہاں سوری کیے یہاں سے بھاگ کر رہے ہیں۔“ غصے سے فارینہ کی ناک لال ہو رہی تھی، وہ سامنے کھڑے شخص سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سوال کر رہی تھی، فارینہ کی نقصان والی بات پر رحمان صاحب اور اس شخص نے دونوں کو ایک دوسرے کو ناگہی سے دیکھا تھا، ان دونوں کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ آخر اس سب معاملے میں فارینہ کا بھلا کیا نقصان ہوا ہے، بلکہ یہاں جس شخص کا لال ہوا تھا اسی سے معافی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔

”سیم! آئی ریلی اپنا لو جازو۔ ہماری وجہ سے آپ دونوں کو تکلیف ہوئی، مسز شارق کو بے صحت لیٹ ہوئی اور آپ کو بھی تکلیف اٹھانی پڑی۔“ رحمان صاحب نے سچ میں بول کر کئی شتم کرنی چاہی، وہ نہیں چاہتے

تھے کہ ان کے دونوں مسکروز کے درمیان کوئی صلح کلائی ہو۔

”سنا نہیں آپ نے میں نے کیا کہا آپ سے؟“ فاری نے منیجر کی بات کو انگوڑ کر کے اب کی بار اور سخت لہجہ اپنا دیا تھا۔ شارق حیران و پریشان سا کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ لڑکی اپنے کس نقصان کی بات کر رہی ہے، اس بے چارے کو کیا پتا تھا کہ فارینہ کا سب سے بڑا نقصان اس کے آؤنگھ و شاپنگ کے سارے پانزرو چوہٹ ہونے کا ہوا تھا۔

”فاری! کم آن، لیو اٹ.... چلو پلیز یہاں سے۔“ منیجر نے فاری کا بازو تھام کر دھکی آواز میں کہا۔ شارق نے چونک کر فاری کے ساتھ کھڑی اس لڑکی کو دیکھا، جس کی طرف اس کی توجہ پچھلے آدمی کھٹنے میں دھکی ہار گئی تھی۔

”مگر...!“ فاری نے کچھ بولنا چاہا، مگر منیجر نے اس کا بازو تھام کر اسے وہاں سے زبردستی لے لئی، فاری کے وہاں سے چلے جانے پر منیجر صاحب نے سکون کی سانس لی تھی۔

”رحمان صاحب! اب میں چلتا ہوں، پھر ملاکتے ہوئے دکھاؤ، ایشا! شارق نے رحمان صاحب سے اجازت طلب کی اور جہاں وقت ضائع کیے تیزی سے نکل گیا، وہ بیٹنگ کے لیے پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکا تھا، تیزی سے کھڑا دیکھ کر تراس پہنچا تھا، مگر بینک سے اپنے دم تک کے ستر میں اس کا دل چپکے سے ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

اور منیجر، فارینہ کو کول ڈاکون کرنے کے لیے ریسٹورنٹ لے آئی تھی۔

”اب کیوں منہ بھلائے بیٹھی ہو، غرض ہو جاؤ آج میں تمہیں سچ کر رہا رہی ہوں۔“ منیجر نے فاری کے سرخ چہرے کو دیکھ کر کہا، اس نے سوچا تھا کہ وہ فاری کو بینک میں قتا کر کے پر غوب بنائے گی، مگر اس کے آف موڈ کی وجہ سے خاموش ہو گئی اور اسے اس کے

فوریٹ ریٹورنٹ میں لے آئی۔

نے جواب دیا۔

”توہ... ہم ڈائریکٹ چار ہے ہیں ایکسپو، ابھی رشی بھی کم ہوگا، ہم آرام سے گھومیں گی گے۔“ قاری نے اپنا جان تپایا، پھر نہجاری کے بل بے کرنے کے بعد دونوں اپنے سوبائیں اور بیگ اٹھا کر ریٹورنٹ سے نکل کر ایکسپو چلی گئیں۔

”اے قاری! بس بھی کرو اب اور کتنا گھومو گی؟“ نہجاری قاری کے ساتھ ادھر ادھر اسٹاپ پر پکڑکا کے برا حال ہو گیا تھا، رشی بڑھ جانے کی وجہ سے نہجاری کو گھبراہٹ لگ رہی تھی۔

”نہجاری! تم بھی کتنی بد ذوق ہو، بھلا کوئی لڑکی دھڑو شاپنگ سے بھی گھٹتی ہے، ابھی تو وہ سائیڈ پوری باقی ہے۔“ قاری نہجاری کو بد ذوقی کا شکایت دے کر اس پورٹن کی جانب بڑھ گئی، اور نہجاری بے چاری اسے دھمکتی رہ گئی، وہاں میں دوسری بار وہ خود کو قاری کے ساتھ آ جانے پر کوس رہی تھی، ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، ہر بار وہ بڑے لمبے چوڑے دھڑے کرتی خود سے کہ اب خرچہ گھٹیں بھی خود کو قاری کے ساتھ خود نہیں کرے گی، مگر ہر بار دوسرے دھڑے بھولے قاری کے ساتھ خود جانے میں پڑتی۔

”قاری! اٹھا کے لیے چلو اب، ورنہ میں یہیں گر جاؤں گی، میرے پاؤں درد سے چھٹ رہے ہیں۔“ نہجاری نے قاری کا ہاتھ پکڑ کر اس سے انتہائی تکلیف اس کے چہرے سے مٹا لی تھی۔

”لو کہ یہ لاسٹ اسٹاپ ہے، بس پھر چلیے ہیں۔“ قاری نے نہجاری کی حالت پر رحم کھا کر کہا اور پھر اسٹاپ کی اشیاء کی طرف متوجہ ہو گئی، نہجاری نے سوچا قاری یہاں بھی ایک گھنٹہ لگا دے گی کیوں نا وہ خود گھر چلی جائے۔

”میں نے آپ سے کہا ناں مجھے بیکنا چاہیے۔“ قاری کے غصے کی آواز نہجاری کو سوجھن کی دہائی سے باہر لے آئی تھی، اس نے چونک کر قاری اور سیکڑ مین کی

”اوکیو قاری! جب وہ پیچھے تھراے تھے ہی نہیں تو ان کے لیے اپنا موٹر کیوں بگاڑ کر بیٹھی ہو، بلکہ یہ تو اچھا ہوا ناں جس کے پیچھے تھے اس لیے گئے۔“ نہجاری نے قاری کو سکھایا۔

”نیمرا موٹر بیسوں کے چلے جانے پر آف نہیں ہے۔“ قاری نے تاک پھلا کر کہا۔

”پھر؟“ نہجاری نے جبرئی سے پوچھا۔

”اس نے مجھ سے سوئی کیوں نہیں کیا؟“ قاری نے روٹھے اعزاز میں کہا۔

”اے... قاری! وہ کیوں کرتا تھیں سوئی، اس سب میں اس کی کیا تعلق تھا؟“ نہجاری نے قاری کی بات پر اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہا، نہجاری کو قاری اس وقت بالکل لڑا کو بیچنے کی طرح لگ رہی تھی، جو خود لڑائی کر کے تاک و منت پھلا کر دوسرے سے سوئی کرنے کی خند کر رہا ہو۔

”قاری! پارا! بس بھی کرو اب، مجھے تم اس طرح خانا موٹا بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی، پلیز سکراؤ او!“ نہجاری نے پیار سے کہا۔ نہجاری کے اسے پیار سے کہنے پر آخر کار قاری مسکرا دی، اسے میں دیکھ کھا تا سرکہ کرنے آ گیا، کچھ دیر میں قاری سب بھولے نازل اعزاز میں نہجاری سے باتوں میں مصروف ہو گئی تھی، نہجاری دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھی کہ قاری کا موٹر جلد بحال ہو گیا، ورنہ اس کی وجہ سے وہ خود بھی اپ سیٹ رہتی، دونوں کی دوستی ایسی ہی تھی، ذرا دیر دونوں ایک دوسرے کو ناراض و افسردہ نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

”قاری! چارنگی گئے ہیں اب جلدی کھر چلو، پھر ہمیں ایکسپو بھی جانا ہے۔“ نہجاری نے گھڑی میں ناخن دیکھتے ہوئے قاری کو کہا۔

”کیا مطلب ہم پہلے گھر جائیں گے پھر ایکسپو؟“

قاری نے پوچھا۔

”ہاں سات بجے تک چلیں گے ایکسپو۔“ نہجاری

جانب دیکھا تھا۔

”میم! میں نے آپ کو بتایا تھا یہ میں سبیل کے لیے نہیں ہے، آپ کچھ اور پسند کر لیجیے۔“ سبیل میں نے اپنے چہرے پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ سما کر کہا۔
 ”کیوں نہیں ہے یہ میں سبیل کے لیے؟“ سب کی بار قاری کی آواز فیسے سے اور حیر ہوئی تھی، اس لڑکے نے کچھ لمبے کے لیے اپنی اس سر بھری کھنکھوڑ سے دیکھا، بے بی پنگ لاٹک شرت اور چھوڑا زیب تن کیے سر پہ پنگ ہی اسراف لیے یہ لڑکی بظاہر تو نارمل لگ رہی تھی۔

”میم! میں نے آپ کو بتایا تھا یہ خراب ہے، اسے میں سبیل نہیں کر سکتا، آپ کچھ اور کچھ لیجیے۔“ سب کی بار سبیل میں کے چہرے پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ کی بجائے اکٹاہٹ واضح تھی، قاری کے ساتھ کھڑی نہج نے اس بیوہ کر سبیل کی، جین کی طرف دیکھ کر جین کا ایک حصہ ٹوٹا ہوا تھا، مگر قاری کے دل کو وہ ہلانی تھی، سو اس نے اس کی جین کو لے کر ہی دم لینا تھا۔
 ”مگر مجھے یہی چاہیے آپ اسے پیک کر دیں۔“ قاری نے آؤر وہ اور ایک سے چپے نکالے تھی۔ سبیل میں نے بھی اپنی جان چھڑانے کے لیے فوراً جسم کی تعین کی اور کی جین پیک کر کے قاری کو تھادی، اس کے پے منٹ کر کے آگے بڑھنے پر سبیل میں نے شکر کا سانس لیا تھا۔

”تھو تو دم کر دے مجھ پر، پہلے پورے دن اپنے ساتھ غوار کیا، اور اب یہ اپنی دف ڈرائیو گ کر کے میری جان نکال رہی ہو۔“ قاری کی دف ڈرائیو گ نے نہج کا خون چھوڑ دیا تھا وہ خوف سے بری طرح کانپ رہی تھی۔
 ”چپے نہیں تم کیوں اتنا ڈر رہی ہو، اتنا مزہ آتا ہے زگ زگ ڈرائیو کرنے میں۔“ قاری نے نہج کی حالت کو خاطر میں لائے بغیر لاہر دہائی سے کہا اور پھر دوبارہ اسی اسٹائل میں ڈرائیو کرنے لگی۔

”تم خیر سے گاڑی نہیں چلا سکتیں تھیں، تو ٹھیک ہے تمہارے ہاتھوں میں سے بہتر ہے، میں گاڑی سے خود ہی چلا گیا لگوں۔“ نہج نے قاری کو دھکیل دینے کے ساتھ ہی اپنی سائیک کا ڈور واڑ کر کھول لیا۔
 ”پاگل ہو گئی ہو کیا، وہی جن کرو؟“ قاری نہج کی اس حرکت پر گھبرا گئی تھی، اس نے آگے بڑھ کر نہج کی سائیک کا ڈور بند کیا اور اپنی انجی انجٹ ترک کر کے سبیل طرف سے کار ڈرائیو کرنے لگی۔
 ”تیرے لیے میڈم آ گیا آپ کا گھر۔“ قاری نے نہج کے گھر کے آگے گاڑی روک دے ہوئے غفاق سے کہا۔

”اے یہ کیا ہے نہیں دے رہیں تم کم از کم شکر یہ ہی ادا کرو۔“ قاری نے نہج کو ایک بار پھر جھپٹا، مگر نہج قاری کو کوئی جواب دے بغیر تیزی سے گاڑی سے اتار کر اندر چلی گئی، قاری لمبے بھر کے لیے نہج کی ناراضی پر پریشان ہوئی تھی، مگر اگلے ہی لمبے وہ یہ سوچا کہ مطمئن ہو گئی کہ آج آ کر وہ نہج کو مٹالے گی، مگر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور اپنے گھر کے راستے کی طرف گاڑی موڑ لی۔ قاری نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ہی کچھ قایم سے پکڑ لی بلکہ کروا بھی اسٹارٹ ہوئی تھی، یہ گاڑی ایکچو سینسر سے ان دونوں کا چچکا کر رہی تھی، مگر قاری نے اور نہج کو انوں ہی اس بات سے بے خبر نہیں۔

☆.....☆.....☆

”السلام علیکم اہاں جی!“ سبیل نے گھر میں داخل ہوتے ہی تخت پر بیٹھی اہاں کو سلام کیا۔
 ”علیکم السلام! جیسے رہو بیٹا! اللہ سدا خوش رکھے، ہر آفت و بلا سے محفوظ رکھے۔“ اہاں جی نے سبیل کو سلام کے جواب کے ساتھ ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا، سبیل وہیں تخت پر اہاں کے برابر بیٹھ گیا۔
 ”دعا بیٹا! بھائی کے لیے جلدی کھانا لاء، تھکا ہوا آیا ہے بھائی۔“ مریم نے دعا کو آواز لگا کر سبیل کے

لے کھا لانے کے لیے کہا۔

”جی اماں! لاتی ہوں۔“ دعا نے کمرے سے نکل کر اماں کو کہا اور پھر بھائی کو سلام کر کے بچن کی طرف چلی گئی۔

”یہ لیسن بھائی! آج میں نے آپ کی پسند کا آلو بالک بنایا ہے۔“ دعا نے کھانے کی ٹرے تخت پر رکھ کے سامنے رکھتے ہوئے خوشی سے بتایا۔

”بھائی! آپ کھانا شروع کریں میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔“ دعا ٹرے رکھ کر سہل سے کہتی ہوئی دوبارہ بچن کی طرف بڑھ گئی، پانچ منٹ بعد کپ میں چائے لیے وہ حاضر ہوئی۔

”ارے دادا! اتنی جلدی تم نے چائے بھی بنالی اور آج تو آلو بالک کا بھی مزہ آگیا، بہت ہی لذیذ بنایا ہے تم نے۔“ سہل کو آلو بالک اور چائے نے ذلیل خوش کر دیا تھا، سر درد اور صحن کی صف سے اسے اس وقت چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی مگر دعا نے سہل سے لیت مگر کھانا تھا اور اتنی رات کو اسے اماں اور بچن کو اپنی وجہ سے تنگ کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔

”دعا! ایک بات تو بتاؤ! تمہیں کیسے پتا چلا کہ میرا دل اس وقت چائے پینے کو کر رہا ہے؟“ سہل نے دوستانہ انداز میں بچن سے پوچھا۔

”بھائی! آپ کی حالت قاری ہے کہ آپ آج بہت تھک گئے ہیں، آپ نے نہیں کہا تو کیا ہوا مجھے تو پتا ہے ہاں کہ آپ کا دل چاہے پینے کو کر رہا ہے، آخر کو انکوئی بہن ہوں آپ کی۔“ دعا نے محبت سے بھائی کو کہا۔ سہل نے ایک لمحے میں بچن کی آنکھوں سے اپنے لیے جھنجھکے پیار کو دیکھا پھر مسکرایا۔

”دعا! اب تو بہت اچھا کھانا بنانے لگی ہے، چائے بنانے میں تو ہے ہی ماسٹر، اماں! پھر کیا خیال ہے ہماری دعا کی شادی!...“ سہل نے دعا کی تعریف کرنے کے ساتھ ہی دعا کی شادی کے بارے میں اماں سے پوچھا تھا۔

”ہاں، ہاں جیسا کیوں نہیں، میں جلد ہی رضیہ سے بات کروں گی کہ وہ فرماں اور دعا کی شادی کی تاریخ طے کر لے۔“ اماں نے سہل کی بات کی تائید کی اور رضیہ (دعا کی ماس) سے بات کرنے کا کہا، پھر وہ تخت سے اٹھتے ہوئے گویا ہو گئیں۔

”اچھا جیسا! میں اب سوئے جا رہی ہوں، رات بہت ہو گئی ہے تم دونوں بھی جلدی سو جاؤ، ورنہ فجر میں آنکھ مشکل سے کھلے گی۔“ اماں ان دونوں کو جلدی سونے کی تلقین کر کے امداد کمرے میں خود بھی سونے چلی گئیں۔

”بھائی! آپ کا آج کا کام کیسا رہا؟“ دعا نے سہل سے پوچھا۔

”الہذا! آج تو بہت اچھا کام ہوا، مگر ایک امیر زادی نے بڑا داماغ خراب کیا۔“ سہل نے آخر میں بد مزہ ہوتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب بھائی؟“ دعا نے ناہنجی سے پوچھا۔

”آج ایک سر بھری ہندی لڑکی سے واسطہ پڑ گیا تھا، عجب لڑکی تھی، میرے بتانے کے باوجود بھی کہہ نہیں سکتی ہوئی ہے، پھر بھی اسے لینے کی ضرورت ہی تھی۔“

”کون؟“ دعا تجسس سے سچ میں پوچھ پڑی۔

”پھر کیا ہے؟“ دعا نے کرسی پر لیٹ کر دعا کی بات سننے لگا۔

لوگ بھی بڑے قریب ہوتے ہیں، جو چیز پسند آگئی اسے لے کر ہی چھوڑتے ہیں، خواہ اس چیز کی قیمت کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور ہم بے چارے غریب لوگ جب کچھ خریدتے ہیں، تو سو مرتبہ سوچتے ہیں، ہزاروں بار پرکھتے ہیں، مگر ان امراء کا کیا ہے جو جی میں آیا فوراً لے لیا۔“ سہل نے تاسف سے کہا۔

”بھائی! امیر ایسا نہیں ہوتا، ایسا صرف وہ کرتے ہیں جنہیں پیسے کی قدر نہیں ہوتی اور بھی خود کو کم تر مت سمجھا کریں، بے قدرے لوگ اکثر اپنی من پسند چیزوں سے بھی بہت جلد اکتا جاتے ہیں، مگر ہم جیسے

لوگ جب کچھ خریدتے ہیں تو اس کی خوشی کو مرے تک
 محسوس کرتے ہیں، آپ چھوڑیں یہ سب باتیں، اور سو
 جائیں ویسے بھی آج آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔" دعا
 کشانے کی نرے اٹھا کر کچن میں لے گئی اور کچن کا بلب
 بجھا کر بھائی کو شب بخیر کرتی خود بھی سونے چلی گئی، جبکہ
 سہل وہیں کچن میں کچھ تخت پر دوڑا ہوا گیا۔
 مریم، دعا اور سہل کی سگی ماں نہیں بلکہ خالہ تھیں،
 بچپن میں ٹریک ایکسٹنٹ میں ان دونوں کے
 والدین کا انتقال ہو گیا تھا، جب سے مریم نے ہی ان
 دونوں کی پرورش کی تھی، مریم نے ان کی پرورش کے
 لیے بہت مشقتیں اٹھائی تھیں، ان ہی کی محنت کا نتیجہ تھا،
 جو دعا اور سہل ایک اچھے مسلمان اور انسان بن پائے
 تھے، دعا نے اسی سال BS کے ایم اے کر دیے تھے،
 جبکہ سہل پچھلے سال MBA سے فارغ ہوا تھا، اس
 زمانے میں اچھی جاب بغیر رجسٹرڈ واٹر دوسرے کچے
 مشکل ہے، اسی لیے سہل نے جاب کی زندگی کے ساتھ
 گھر کا خرچ چلانے کے لیے ٹیوشن دینا شروع کر دیے
 تھے، ٹیوشنز کے ساتھ وہ ویک اینڈ پر اکثر فٹنیل میں
 اسٹارٹر بھی لگا پا کرتا تھا، یوں گھر کا خرچ چل جاتا تھا۔

☆ ☆ ☆

کچھ لوگوں سے پہلی نظر میں ہی ہمارے دل کا رشتہ
 جڑ جاتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری اس شخص
 سے صدیوں سے رفاقت ہو، وہ شخص شروع سے ہی
 ہمارا تھا اور ہمارا ہے، اپنائیت کی ایک خاص خوشبو
 انسان کو اپنا امیر بناتی ہے، دل لگوں میں کچھ لوگوں کو
 اپنا مان لیتا ہے، ایسا ہی کچھ شارق کے ساتھ بھی ہوا تھا،
 سرسری ہی ایک ملاقات اس کی زندگی بدل گئی تھی، وہ
 نہاج احمد کی آنکھوں میں جتنی خوبصورت آبشار میں
 ڈوب گیا تھا، نہاج کی آنکھوں سے جھلکتی مصمصیت
 اسے مسحور کر گئی تھی، اس کے دل نے اسی لمحے نہاج کو
 اپنا تسلیم کر لیا تھا، شارق نے اس کی آنکھوں میں جتنی
 آبشار میں مکمل ڈوبنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اس دن وہ بھی

میں تک ختم ہوتے ہی ایک پو پو سن کر تھا، وہاں اتفاقاً اس
 کی نظر پریشان کھڑی نہاج پر پڑی تھی، نہاج کی کشش
 اسے متناہیں کی طرح اپنی طرف متھک رہی تھی، یہی وجہ
 تھی کہ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس دن اس کا پیچھا
 کیا تھا۔ اگلے ہی روز اس نے اپنے والدین کو سبجی دلا
 نہاج کے رشتے کے لیے بھیجا تھا، جو مکمل چھان بین
 کے بعد کچھ ہی روز میں قبول کر لیا گیا تھا، نہاج اور
 شارق کی شادی دو مہینے بعد طے پائی تھی، جہاں نہاج
 کی شادی کی تیاریوں نے سبجی دلا میں روایتیں سمجھ دی
 تھیں، وہیں سبجی صاحب اور مہراہی اکلوتی بچی کے جدا
 ہونے پر افسردہ بھی تھے مگر ان کے دل کو اس بات کی
 تسلی تھی کہ نہ صرف ان کی بچی کو ایک خوبصورت اور
 جینکس شریک حیات مل رہا ہے، بلکہ شارق کے گھر
 والے بھی انتہائی سچے ہوئے لوگ تھے، نہاج کی شادی
 کی تیاریوں میں قاری اور مریم بھی سرگرم رہا اور ساتھ
 دے رہی تھیں، سبجی دلا میں بڑے زور و شور سے شادی
 کی تیاریاں جاری تھیں، سبجی صاحب اپنی اکلوتی بچی کی
 شادی بہت دھوم دھام سے کرنا چاہتے تھے۔

☆ ☆ ☆

"قاری اتم سبک بات پوچھوں؟" نہاج نے
 خندہ انداز میں اس سے پوچھا۔

"ہاں پوچھو، کچن مجھ سے کچھ پوچھنے کے لیے
 اجازت کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟" قاری نے
 حیرانی سے کہا۔

"قاری اتم مجھے کافی عرصے سے کہیں کھائی کھوئی
 لگتی ہو، کیا بات ہے مجھے بتاؤ؟ آئی نوٹ میری چھائی پر
 افسردہ ہو، مگر مجھے ایسا لگتا ہے اس کے علاوہ بھی کوئی
 بات ضرور ہے۔" نہاج کے لہجے سے غور مندی ظاہر
 تھی، قاری اس لمحے نہاج سے نظر کیا چما گئی تھی، وہ
 اسے غور بتانا چاہتی تھی مگر تانہیں پار ہی گئی۔

"اور کھو، بتاؤ مجھے کیا بات ہے؟" نہاج نے
 قاری کا منہ پر کر کے پوچھا۔

”دھڑکا رہا ہے مطلب؟“ ”نہاج نے ناگہی سے پوچھا۔

”اس کا جو انداز میرے پاس ہے، وہ وہاں موجود نہیں، کہاں ہے اس کا چہرہ تو مجھے نہیں معلوم۔“ ”قاری نے دل گزرا انداز میں کہا۔

”قاری! دیکھو ایک ایسا شخص جسے تم جانتی نہیں، صرف ایک چھوٹی سی ملاقات کی بنا پر اس کے لیے یکطرفہ اسے شدید جذبات رکھنا ٹھیک نہیں، تم کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی ہو اور جذبات میں آ کر کچھ فیصلے اکثر انسان کو بدباد کر دیتے ہیں۔“ ”نہاج نے اسے سمجھانا چاہا۔

”نہاج! میرے یہ احساسات محض جذباتی نہیں، میرا دل سب کو اپنا تسلیم کر چکا ہے، میرے دل کا رشتہ جڑ گیا ہے اس سے، ہم انسان اکثر سچی بھولی کرتے ہیں کہ دلوں کے فیصلوں کو بھی جذباتی فیصلے کا نام دے دیتے ہیں، جبکہ جذباتی فیصلے تو وہ ہوتے ہیں، جس میں انسان کا ساتھ نہ اس کا دل دیتا ہے، نہ دماغ، بس احساسات ہی سب کوئی فیصلہ کر دیتا ہے اور میرا یہ ماننا ہے کہ دل کے فیصلے کبھی انسان کو نبیوت آمودہ رکھتے ہیں، محض انسان کے اندر کو نبیوت زندہ رکھتا ہے، میرے جذبات میں کبھی ہے، مجھے امید ہے وہ مجھے ضرور ملے گا۔“ قاری کے نظروں میں عزم تھا اسے دھڑکا لئے گا اور لوگوں کو نبیوت کی سکراہٹ۔

”قاری! جو بھی کرنا سوچو کچھ کرنا، خدا نہ کرے کہ تمہیں بھی بھی اپنے کے کسی فیصلے پر بچھتا ہوا ہو، مگر ایک بات یاد رکھنا اپنے دل کی غلام مت بننا، دل انسان کو اکثر دغا دے جاتا ہے۔“ ”نہاج نے اسے دعا دینے کے ساتھ تحییر کی اور پھر شاپنگ بیگز کھولی کر اسے اپنے کپڑے دکھانے لگی، جو کل میراں کے لیے لائی تھیں۔

☆ ☆ ☆

میرے سر سے آج ٹھٹھا یا
یہ بیٹا ہوڑا یہ بیٹا ہوڑا

”نہاج! میں پاگل ہو گئی ہوں، مجھے خود بھی کچھ نہیں آ رہا کہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔“ ”قاری کی آنکھیں اچانک آنسوؤں سے گلاب جھری گئیں۔

”قاری! ریلیکس ہو کر بناؤ مجھے کیا بات ہے؟“ ”نہاج نے پانی کا گلاس اسے پکڑا دیا۔

”نہاج! وہ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔“ ”قاری نے اگلے ہوئے کہا۔

”کیا... کس سے؟“ ”نہاج نے ناگہی سے کہا۔

”سہل سے، آئی میں اسی شخص سے جس سے میری اس دن کی جین پر برقعہ ہوئی تھی۔“ ”قاری نے آہستگی سے کہا، نہاج کے لیے قاری کا یہ انکشاف حیرت انگیز تھا۔

”قاری! آؤ میرے؟ تم رات کو نہیں کر رہی؟“ ”نہاج نے کفرم کرنا چاہا، نہاج کو قاری کی بات سے زیادہ اس کے انداز اور سچے سچے حیرت تھا، چٹکا کیا تھا، یہ وہ قاری تو نہیں تھی، جو دنیا کو کچھ کچھ ہی سمجھتی تھی، جس کی آنکھیں بھی نہیں سمجھتی تھیں، مگر شاید یہ سچی چیز ایسا بڑے بڑے سوچاؤں کو گھسٹ کھانے پر مجبور کر دیتا ہے، قاری نے بھی آج تک کسی کے ہاتھوں گھسٹ نہیں کھائی تھی، مگر اس بار جیت محبت کی ہوئی تھی، سہل نے اسے اپنی محبت میں جکڑ کر ہر لویا تھا۔

”نہیں آئی ام میراں؟“ ”قاری نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں اس شخص کی افکار میں کیسی لگتی؟“

”فیضان بھائی سے ملی، مجھے اس کی افکار میں۔“

”نہاج کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی قاری بول پڑی۔

”پھر کیا ارادہ ہے؟“ ”نہاج نے کچھ بھی نہ کہا

سے پوچھا، نہاج کو قاری کی باتوں سے اس کی جلیبی کی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

”کچھ نہیں، اسے دھڑکا رہی ہے فیضان تو۔“ ”قاری نے اپنے رخساروں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

یہ ہری ہری چڑیاں۔!

لڑکیاں ایک طرف خوب زور شور سے گانا گانے لگیں تھیں، دوسری جانب لڑکیوں سے تھوڑا دور اونچا پر بیٹا جوڑا بیٹے ہاتھوں میں کچرے اور دھیر ساری ہری چڑیاں بیٹے، کھوکھٹ نکالے تھوڑی سی نہج بیٹھی تھی، مہندی کی خراب سبج والا کے لان میں رانچ کی گئی تھی، جیسے جیسے شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے نہج کا دل اور اسرودہ دور پاتھا، سبج والا کو پھوڑنا اور بھرانا، پاپا، فاری کی جدائی نے اسے بہت اداس کر دیا تھا، پھر فاری کی طرف سے اسے اب اور فکر مندی ہو گئی تھی، وہ عجیب کیفیات و احساسات کا شکار تھی۔

”ماشاء اللہ! اب اس صاحبہ آج تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔“ نہج اپنی کونجوں میں کھینچ کر تھی، جب اچانک فاری نے اس کے کھوکھٹ سے ہانک کر کہا۔
”یہ سب چھوڑ دے، تاتا کھینچ کر جا۔“ نہج نے فخر مندی سے پوچھا۔

”نہیں اب تک تلاش جاری ہے، آج بھی کیسی تھی اس کے گھر، مگر بے سود، روز کی طرح آج بھی تلاپ نکلا کیٹ پر۔“ فاری نے ہانپی سے کہا۔ نہج، فاری سے مزید اور بھی کچھ پوچھنا چاہتی تھی، مگر اس کے سر ہل والوں کے اونچ پر آ جانے کی وجہ سے دونوں کو خاموش ہونا پڑا۔

☆ ☆ ☆

”عید مبارک آئی!“ نہج نے شمرین سے گلے ملے ہوئے کہا، شمرین نے اس کی پیشانی چوم کر ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔ کلکیل خان، سبج صاحب اور شارق بھی ایک دوسرے سے عید مل رہے تھے، آج عید کے پرست موتی پر نہج، شارق، مہر اور سبج صاحب سب ہی کلکیل خلیس میں ملے ہوئے تھے، شمرین اور کلکیل صاحب نے آج کے دن کے لیے خاص اجہام کیا ہوا تھا۔
”آئی فاری! پھر نہیں آ رہی؟“ نہج نے فاری

کو نیچے سب کے ساتھ نہ پا کر پوچھا۔

”بیٹا! اوہ اپنے روم میں ہے، آپ اسے بلا کر لے آؤ، میں ذرا بچکی کے انتظامات دیکھ لوں۔“ شمرین نہج سے ملتی ہوئی بچکی کی طرف بڑھ گئیں۔
”سوری ہوں گی، یہ ایک آج بھی محترمہ۔“ نہج بڑبڑاتے ہوئے فاری کے روم میں داخل ہوئی، مگر آہنے کے سامنے بیٹھی فاری پر نظر پڑتے ہی اس کے قدم رکے تھے، یہ پہل فراق جس پر بہت خوبصورتی سے سلور کڑ کا کام ہوا تھا، تک تک سے تیار ہوئی وہ فاریہ نہیں بلکہ پرستان کی پری لگ رہی تھی۔

”وہاں کیوں کھڑی ہو، اندر آؤ ناں۔“ فاری نے دروازے پر حیران و پریشان کھڑی نہج سے کہا۔

”واہ! کبھی! آئی تو لمبی دہکن میں ہوں اور یہاں دہکنوں کی طرح کھڑی ستوری آپ بیٹھی ہیں۔“ نہج نے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آ کر کہا اور پھر نہج کے پیچھے کھڑی ہوئی۔

”یار! میں نے سوچا کہ میری دوست شادی کے بعد بھی دفعہ میرے گھر آ رہی ہے، تو کچھ خاص تیاری ہوئی جائے۔“ فاری نے نہج کو شوشی سے جواب دیا۔
”یہ کیا فاری! اب تک تیار نہیں ہوئیں؟“ نیچے بات سن کر آہٹ ہوئے، عید لیٹ ہی تیار ہونا آپ، نہج بیٹا اور جلدی ان کو تیار کے باہر لے آئے۔
”شمرین کی آواز پر دونوں نے نیچے مڑ کر دیکھا تھا وہ فاری پر غصہ کرتی نہج کو اسے جلدی تیار کرنے کا کہہ کر تیزی سے واپس پلٹ گئی تھیں، مگر نہج پر تو حیرانگی کا ہم پٹا تھا۔

”باربات.....؟“ وہ ہوشوں کی طرح کھڑی فاری کو دیکھ رہی تھی۔

”ہاں میری بارات، آج شادی ہے میری پہل سے، اور ذرا اب دوپٹہ کیٹ کر دو، ادھر آ کر۔“ فاری نے گلاب دانی سے کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔
”تمہاری آج شادی ہے اور تم نے مجھے بتایا تک

اپنی کردار کا غرض ہے، پاپا بھی سہل کی پرستانی سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ "فاری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر فاری! تم اس نڈ لائف اسٹائل کو کیسے ایڈجسٹ کرناؤ گی؟" نہج نے ٹھنڈی سی بات کہی۔
 "سہل کی جاب اچھی فرم میں لگ گئی ہے، اس کی قابلیت کی بناء پر جلد ہی اسے کمپنی کی طرف سے گھراور گاڑی ملنے والی ہے، اور سہل میں خود بھی اتنی Ability ہے کہ وہ مجھے زندگی کی ہر سہولیات مہیا کر سکتا ہے، اور سچ تو یہ ہے اگر یہ سب بھی نہیں ہوتا، تب بھی مجھے سہل کا ساتھ منظور تھا، میں اس کے اس چھوٹے سے گھر میں بھی اس کے سنگ اپنی ساری زندگی بتا سکتی ہوں۔" فاری کا لہجہ بہت مضبوط تھا اور اس کے چہرے پر پہیلی مسکان اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔ نہج بھی فاری کی سوچ اور اس فیصلے سے اچھر لیں ہوئی تھی۔

"اب ڈراما جلدی سے دوپٹ بیٹ کر دو، اس سے پہلے سہل مجھے بلانے خود یہاں آ جائیں۔" فاری نے غصے سے کہا اور اس کے ہاتھوں کی مصروفی دیکھ کر نہج نے غصے سے کہا، "فاری! تم نے مجھے کیا سمجھا کر کہا ہے؟" فاری نے غصے سے کہا، "میرے پاس تو وہی بات ہے، فاری! نہج کی بات پر ہنس کر کہی۔

"سہل کی شرط تھی کہ میں شادی کے بعد اس کے گھر میں رہوں اور اپنی چوری جائیداد سے دستبردار ہو جاؤں، میں بھر میں نے اس کی شرط مان لی، گو کہ میرے لیے یہ سب کرنا کچھ مشکل تھا، مگر یہاں قرعہ بانی مانگتا ہے، میں نے بھی اپنے دل کی خاطر قرعہ بانی دے دی، بلکہ اللہ نے سہل کے ویسے سے مجھ سے سہل کا کام کر دیا، میں نے اپنے صبر کی سب پر اپنی Donate کر دی ہے، اور اب میں بہت مطمئن ہوں، اب بھی بات تو یہ ہے کہ مرنا پاپا بھی میرے اس فیصلے سے بہت خوش ہیں، سہل ایک کچھ دار، انتہائی خوددار اور

نہیں؟" نہج تجزی سے آگے بڑھی اور فاری کا گلا پکڑ لیا۔

"ارے، ارے چھوڑو میرا گلا، شادی والے دن مارنے کا ارادہ ہے کیا؟ اور اگر پہلے بتا دیتی تو یہ ری ایکشن دیکھنے کو کیسے ملتا؟" فاری نے نہج کی حالت سے ملاحظہ ہو کر کہا۔

"بہت بری ہو تم۔" نہج نے بیڑے سے کھن اٹھا کر فاری پر مارا تھا، جسے اس نے بخوبی کچل گیا۔

"تمہیں موصوف سہل رحمان نے کب، کیسے اور کہاں؟" نہج نے اچانک سہل کی گمشدگی کا یاد آ جانے پر پوچھا۔

"یارا وہ سہل کا گناہ نہیں تھا، ان دنوں وہ اپنی بہن کی شادی کے لیے کوچ کر گیا ہوا تھا، اس کے کراچی لوٹنے میں اس سے سی اسے اپنا دلچسپی کا بتا دیا اپنی بچی بہت کا یقین دلا دیا۔"

"شادی پر کیسے ماضی ہوا وہ تم سے؟" نہج نے گھٹنے میں بولنے کی کوشش کی پر فاری نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔
 "میرے وہی بتا رہی ہوں، تھوڑی دیر میں دیکھو۔" فاری نے نہج کو مصروفی سے کہا۔

"یہ تجزیہ مت کرو، جلدی بتاؤ، بہت مزہ آرہا ہے تمہیں مجھے لگ کر کہے۔" فاری، نہج کی بات پر ہلکے سے ہنس کر کہی۔

"سہل کی شرط تھی کہ میں شادی کے بعد اس کے گھر میں رہوں اور اپنی چوری جائیداد سے دستبردار ہو جاؤں، میں بھر میں نے اس کی شرط مان لی، گو کہ میرے لیے یہ سب کرنا کچھ مشکل تھا، مگر یہاں قرعہ بانی مانگتا ہے، میں نے بھی اپنے دل کی خاطر قرعہ بانی دے دی، بلکہ اللہ نے سہل کے ویسے سے مجھ سے سہل کا کام کر دیا، میں نے اپنے صبر کی سب پر اپنی Donate کر دی ہے، اور اب میں بہت مطمئن ہوں، اب بھی بات تو یہ ہے کہ مرنا پاپا بھی میرے اس فیصلے سے بہت خوش ہیں، سہل ایک کچھ دار، انتہائی خوددار اور

☆.....☆.....☆

نمبر 10 سے 10 جولائی 2014 تک

زبردست ڈسکاؤنٹ آفر

برائینڈل میک اپ اور پارٹی میک اپ پر

20% ڈسکاؤنٹ

ایکسپریٹ
دہلی میک اپ

From Rs. 5000/-

Up to Rs. 10,000/-

Make-up: Sateesh Ehsan

Only Rs. 4000/-
Up to Rs. 5000/-
Rs. 2549/-

روز آف کیسجن

وائٹنگ اینڈ لفٹنگ فیشل



کیسجن فیشل کے ذریعہ چہرے پر موجود تمام جراثیم اور آلودگی کو ہٹا دیا جاتا ہے۔
اس کے بعد چہرہ پر کیسجن کریم لگائی جاتی ہے جس سے چہرہ پر جراثیم کی افزائش نہیں ہوتی۔
اس کے بعد چہرہ پر لفٹنگ کریم لگائی جاتی ہے جس سے چہرہ پر جراثیم کی افزائش نہیں ہوتی۔

کیراٹن

ٹریٹمنٹ



کیراٹن ٹریٹمنٹ کے ذریعہ چہرے پر موجود تمام جراثیم اور آلودگی کو ہٹا دیا جاتا ہے۔
اس کے بعد چہرہ پر کیراٹن کریم لگائی جاتی ہے جس سے چہرہ پر جراثیم کی افزائش نہیں ہوتی۔
اس کے بعد چہرہ پر ٹریٹمنٹ کریم لگائی جاتی ہے جس سے چہرہ پر جراثیم کی افزائش نہیں ہوتی۔

ری بونڈنگ
پال
زیادہ خوبصورت اور میکانی

From Rs. 10,000/-
Up to Rs. 25,000/-



35833929-35833930 برآمد 34977970-34977972

36636824-36636825 برآمد 36707479-36707480

Instagram: @rozeeparlour Email: rozeegroup@gmail.com Website: www.rozeeparlour.com

روز بیوٹی پارلر

Photographer: Sateesh Ehsan

اسپرکے جملے

سوچتا ہے۔ "آج بھر وہ دسب سوال دراز کر رہی تھیں۔

"تم تو ہتھیلی پر سر سوں بھا رہی ہو، اتنی جلدی تیار کیسے ہوگی؟" بابا پریشان ہو گئے تھے۔

"ہم کون سا رخصتی کر رہے ہیں، بس چند لوگ نکاح میں شریک ہوں گے، روز روز اسلام آباد سے آتا بھی تو ممکن نہیں ہے۔" شافہہ ہنسنے لگی، "میں اس کی محفل اندرجی تھی، جبکہ ذریاب اور اسد کی رخصتی تھی اور شہرے۔ شامین عسری کی تیاری میں مددگار تھا۔"

شہرے نے ذریاب بھائی کو کھانے کا بالکل شوق نہیں تھا، مگر تمنا اچھا لگتی ہو، دیکھنا کتنے مومے ہو جا تھیں گے شادی کے بعد۔" شامین کی بات پر شہرے نے ہنس بھر کر تھوڑی سی ماری تھی، افطار کے بعد شہرے اور شامین کا بابا کے ساتھ بازار جانے کا پروگرام تھا، جسے اسد نے چالاکی سے بدل کر ذریاب اور خود کو بابا کی جگہ لٹ کیا تھا۔ "بیٹا جلدی آ جانا، حالات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، کب کیا ہو جائے، یہاں راتیں اب نہیں جا سکتیں۔" بابا نے جاہلیت کی تھی۔

"جی اگلے آپ پریشان نہ ہوں، میں جلدی لے آؤں گا سب کو۔" ذریاب نے انھیں تسلی دی تھی۔

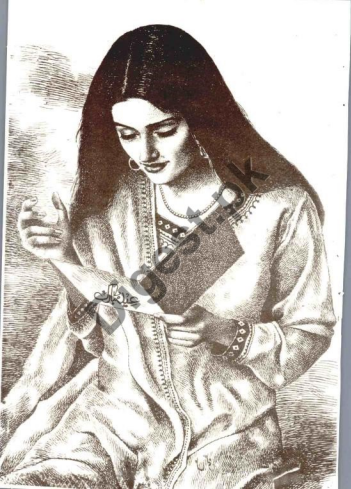
"پہلے روز سے کی ایکسٹنٹ کی کیا بات ہوتی ہے، عسری کے دھڑکے میں چوری رات نیند نہیں آئی، اور افطار کے انتظار میں، انھیں کتنا کیوں؟" اسد نے بھروسہ میں رکھتے شہرے سے تائید چاہی تھی۔

"بہتر بات بیٹا! جب دوست دن انتظار کیا مہر کیا، تو اب کسی بے صبر کی، اللہ چاہے، ہوگا ہے۔" امی نے سر دھس کی تھی۔

"اے امی! آ جاتا ہوں مگر رمضان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تھوڑا مہربان دے دیتے ہیں۔" اس کی ڈھٹائی برقرار تھی۔

"شہرے نماز کے بعد نیوڑ لگاتا، دیکھیں سب خیر خیر سے گزرا آج کا دن۔" بابا نے مسجد کی طرف جاتے اسے جاہلیت کی مٹی اور وہ سوچ میں پڑ گئی تھی، رختوں کے مینے میں انسانوں کو درندہ صفت انسان سے کتنا خطرہ ہے، پہلا مشرہ رختوں بھرا گزرا کہ روئین میں ٹپکلیں، شہرے کی خال نے ڈالی، جو بچپن سے اپنے بیٹے کے لیے شہرے کو مانگ چکی تھیں، اب ذریاب اور شامین کے ساتھ آ گئی تھیں۔

"بھائی صاحب! اب تو بات پکی کر دیں، بنگلی تو ہوئی نہیں ہے، عید کے دوسرے دن نکاح رکھ لیتے ہیں، بھر ذریاب کے بعد مجھے شامین کا بھی



”شیرے! اس کے آفس فون کرو، سوباکل تو بالکل ناکارہ ہو گئے ہیں اس وقت۔“ ہاپا نے روتی ہوئی شیرے کے کندھا چلا دیا تھا، مگر اس سے پہلے ہی زریاب فون کی طرف بڑھا تھا، اور مایوس لونا تھا کہ لینڈ لائن کی حالت بھی بری تھی، مگر سے مصر کا وقت ہو گیا تھا، یوں تو وقت زیادہ نہیں تھا، مگر جب کسی کا شدت سے انتظار ہو تو نہ جانے کیوں لمبے صدموں پر محیط ہوتے ہیں اور ان دلوں کا حال کوئی کہا جانے جن میں رہنے والے کی آہٹ تو ہر وقت سنائی دیتی ہے، مگر نظروں میں سوئی چونکٹ ہو، مصر سے یکدم ویرانہ اسد گھر آیا تھا تو سب کی جان میں جان آتی تھی۔

”کہاں تھے تم؟... کب سے یہ حادثہ ہوا ہے، تیل بھی آف تھا تمہارا۔“ اسی اس پر ماریش بھی تھیں اور آفس بھی رواں تھے، اس نے ایک نظر میں سب کے پریشان چہرے اور شیرے، شامین کی سوئی آنکھیں دیکھ لی تھیں۔

”کیا! میں اس مسجد میں نہیں تھا، کام کی وجہ سے غلط آفس میں ہی پڑھ لی تھی، مگر ٹریک اپنی بری طرح کام میں آگیا، اسٹرونگ ہاک تھے، اس لیے ٹائم لگ گیا۔“ اس نے اسی کے ہاتھ دبا کر تسلی دی تھی۔

”اچھا اب تو میں آ گیا، تم لوگوں کا کام چہرا اٹھ جاؤ، افطاری کی تیاری کرو، کچھ پتہ ہے بھانہ کر کے کوئی کام نہیں کیا ہوگا۔“ اس نے شیرے اور شامین کو ٹوکا تھا، چہرے ہونے بھی اسی کی بات سن کے خس پڑی تھیں۔

”اسد! تم آفس میں ہی نماز پڑھ لیا کرو، مسجد نہ جاؤ۔“ اسد نے حیرت سے ماں کو دیکھا تھا۔

”ای! کیا کہہ رہی ہیں، مسجد کیوں نہ جاؤں، مسجد میں دھماکا ہو گیا تو نماز پڑھنا چھوڑ دیں، بازار میں ہو جائے تو باہر نکلتا چھوڑ دیں، اب تو بچوں کے اسکول بھی محفوظ نہیں تو کیا وہ بھی اسکول نہ

”اسد! جلدی کرو تم اور ویرانہ رہے ہو، تم دونوں کی کتنی شاپنگ رہ گئی ہے ابھی، شامین ابعد میں کر لیتا۔“ اب زریاب کی جلدی پر اسد نے اپنا سر پیٹ لیا تھا کہ کیوں اسے اپنے ساتھ لایا۔ ان کے 3،4 گھنٹے کے چان کو وہ فیزہ 2 گھنٹے میں ختم کر دے آ یا تھا، جس پر اسد کا خون کھول اٹھا تھا۔

”واہ! اپنی ہونے والی جگہ کے لیے گفٹس اور چوڑیاں لے لیں، میں کچھ بھی نہ لے سکا، تمہاری جلدی میں۔“ وہ اس کے سر پر کھڑا تھا، جس نے اپنی پسینہ سے شیرے اور شامین دونوں کو شاپنگ کروائی تھی۔

”تو تم نے کیا اپنے لیے لیں تھیں چوڑیاں؟“ زریاب نے آنکھیں نظروں سے اُتار دیا تھا۔

”شیرہ دار! اپنے لیے نہیں اپنی ہونے والی ان کے لیے۔“ اسد نے ٹپ کر اس الزام کی تردید کی تھی۔

”کیا... کہاں ہے وہ؟ جو ہمیں نہیں پتہ۔“ شیرے نے جھراگئی سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا۔

”تم دونوں کی قریب کی نظر کھو رہے۔“ اسد نے شیرے اور زریاب کو ایک ساتھ پینا تھا، جس پر دونوں نے گھوم کر شامین کو دیکھا تھا جو مصوبیت کی انتہا پر کافی بی رہی تھی، زریاب کے کھونڈے پر کشن منہ پر رکھ لیا تھا، زریاب نے اٹھ کر اسد کو گلے لگایا تھا اور شیرے سب کو بری ٹیکنگ نیوز دینے چلی گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

آخری عشرے کی شروعات تھی کہ غم کے وقت شہر میں مسجد خوں سے رنگ دی گئی، اپنی جانی نام نہاد شریعت کے چروکاروں نے خدا اور رسول کی شریعت اور تعلیمات کی دھجیاں اڑا دیں، باقی سب تو گھر تھے مگر اسد کے آفس آؤر تھے دھماکے کی جگہ اس کے آفس سے قریب تھی۔

جنس کے دکھا دوں، مگر دل لہو لہو ہے، یہ کیا کر دیا ہم لوگوں نے، کہیں نہ کہیں تو ہماری غلطی ہے ناں؟“

اسد نے زریاب سے پوچھا تھا۔
 ”ہاں غلطی تو ہماری ہے کیوں کر ایسے لوگوں کی حمایت کرنے والوں کو سزا گھنٹوں پر بٹھا کر اپنے ہی معافیتوں کی پشت خالی کر دی، اسی غلطی کا شکار وہ ہم بھگت رہے ہیں، اب گنجائش نہیں کہ غلطی در غلطی کی جائے مگر نہ شاید کسی کو دکھانے کے لیے بھی ہم جنس نہ نکلیں۔“ زریاب نے سر موٹنے کی پشت سے نکال دیا تھا، جب ہی اذان مغرب کی صدا نے اللہ کی رحمت کا احساس اجاگر کیا تھا، چاہے کوئی نہ بھی ہو تو بھی اللہ اپنے بندوں کے لیے موجود ہے بشرطیکہ بندہ رجوع تو کرے۔

☆.....☆.....☆

جائیں، مگر بھی کسی حد تک غیر محفوظ ہیں، مگر بھی چھوڑ دیں، آخر تک ہم پیچھے ہٹتے رہیں گے، آج اگر یہ لوگ اسے مضبوط ہیں تو اسی لیے کہ ہمیں پیچھے ہٹنا پڑا گیا ہے، جگہ دی انہیں آگے بڑھنے کی، نہیں ہم وہ قوم ہیں جو ہر مصیبت سے لڑ کر مسکرا اٹھتی ہے، اسی لیے دشمن آج تک ناکام ہے ہمیں کمزور کرنے میں، اور ہم اللہ کا کھر کیسے دیران کر دیں، یہ تو ان نام نہاد مسلمانوں کی خواہش ہے کہ ہم سے ہمارا دین چھین لیں، اسی اب ہر سڑک پر مرنے سے بہتر ہے، مسجد میں اللہ کے سامنے سر بھیجو، دہو کر جان دی جائے، ایک وقت تھا ہم اپنی عیدیں اور خوشیاں خوشی ہو کر مناتے تھے، آج عید آتی ہے، ہم محض رسم بھاتے ہیں مگر دل اداس رہتے ہیں، یہ ان منافقین کی وجہ سے ہی ہے مگر یہ ان کی بھول سے کہ ہم خوشیاں منانا چھوڑ دیں، ہم مسلمانوں کی خوشی ہی نماز اور پاکستانی ہونے کے تاج جشن ہی شہادت ہے، ہمارا فخر ہمارے پیاری ہیں جن کے لیے آپ بھی مائیں دعا کرتی ہیں امی!“ اسد نے جذب سے ان کے ہاتھ چوم لیے۔

”شہرے! سن لو، میں افساری بھی نہیں چھوڑوں گا، ابھی تک یہیں بھی ہو، نصیب پھوٹ گیا زریاب! اہم دونوں کا۔“ اس کی حرکت پر سب جنس بڑے تھے، شہرے نے جوابی حملہ نہیں مارا کیا تھا، سب کے باہر جانے کے بعد زریاب نے اسے اٹھا کر گلے لگایا تھا اور اسدا کیلے میں اس کے سہارے اپنے آنسو سے سوئپ گیا تھا۔

”زریاب! میں بھی اسی مسجد میں تھا، خوش قسمتی سے میں ابھی گیت سے باہر تھا، زریاب! ان انسانی جانوں کی بے حرمتی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی، کئی کو میں نے ایسویٹس تک چھوڑا، ہم دس دن بعد عید منا میں گے، لاکھ میں سب کو

اگرچہ دنیا کا ہر گوشہ کی طرف سے
پیشہ ور کے لیے بہترین صورت حال

گنجائش اور تیش
سالانہ محدود
2500 روپے

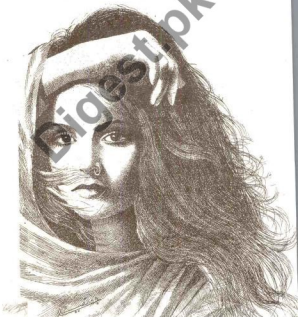
کچی کھانیاں آگہو کی
سالانہ محدود
500 روپے

تم چھوڑ دے گا کہ
سالانہ محدود
500 روپے

دہلی کم تک پورٹ اردو بازار کراچی

جو عشق میں بیٹھی وہ عشق کی جہانی

جلا ہوا دل ہے میرا بچھا ہوا ہے
دھواں دھواں کن سکہ رہتا میری سزا ہے

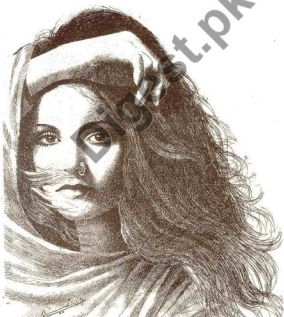


شکر کی دلچسپ آواز یکدم بدھم بدھم پڑتی ایک انگلیش نمبر کے میز میڈک میں غائب ہو گئی تھی۔ بیک گراؤنڈ میڈک میں اس کی کھٹکھٹائی اسی جی شامل ہو گئی تھی۔
 ”فرمن! خدا کے لیے بیک گراؤنڈ بھیج کر دو۔“ عثمان کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

”ایسا بالکل نہیں ہوگا، ویک اینڈ کا فارمیٹ ہے خوشی، دلچسپی، سنجیدگی، سنجیدگی میں سب پا چور ہے ہیں کہ آپ کے موز کو ہوا کیا ہے، خواہ عثمان زادہ پریشان ہیں۔“ بیک گراؤنڈ میڈک کی بلند ہونی آواز کے ساتھ ایک بار پھر اس کی کھٹکھٹائیں کھری تھیں۔

”کیونکہ نیکل پراہم کی وجہ سے کائنات کا سلسلہ رک گیا تھا مگر اب ہمارے انجینئر صاحب یہ پراہم دور کر چکے ہیں۔“ دیکھتے ہوئے بیک گراؤنڈ کے ساتھ عثمان کی آواز ابھری تھی۔

”پھر جلدی سے کال شامل کرتے ہیں اور سنتے ہیں آج کے ٹاپک کے بارے میں اپنے لسنرز کی رائے۔“ فرمن نے کہا تھا۔



”مجھے یقین ہے کہ اس کال میں بھی آپ سے یہی سوال کیا جائے گا کہ آپ کا بولنے کا انداز ہارون سے ملتا جلتا کیوں ہے؟“ عثمان کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔

”اگر آج بھی یہ سلسلہ چلتا رہا تو میں یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤں گی کہ ہارون مجھ سے کچھ زیادہ ہی امپریس ہیں، اور وہ مجھے کافی کرتے ہیں۔“ وہ بے ساختہ ہنسی مٹی۔

”میں دعا کر رہی ہوں کہ ہارون اس وقت تمہارا یہ انٹرنیٹ کن رہے ہوں۔“ عثمان نے کہا تھا۔

”مجھے نہیں لگتا کہ یہ پروگرام سننے کا اسٹیمنا ان میں چلتا ہوگا۔“ وہ ہنسنے ہوئے بولی گئی۔

”ظاہر ہے، اپنے پروگرام میں شادی کے پراپوزلز لینے دیتے وہ تھک جاتے ہیں۔“ عثمان نے کہا تھا۔

”اب تو میں دعا کر رہی ہوں کہ ہارون پروگرام کن رہے ہوں۔“ فرمن ہنسی مٹی۔

”کون ہے ہمارے ساتھ لائن پر؟“

”میری کال مل گئی، مجھے یقین نہیں آ رہا، میں کب سے فرائی کر رہا تھا، فرمن! مجھے لازمی آپ سے بات کرنی تھی۔“

”فرمن! اس کی لائن کاٹو۔“ عثمان نے فوراً کہا تھا۔

”نہیں، نہیں، عثمان بھائی! مجھے آپ سے بھی بات کرنی ہے۔“ لڑکا گلابیڑا اٹھا تھا۔

”اپنا نام بتاؤ کیا؟“ فرمن ہنسی مٹی دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”میں چھوٹا سا نہیں ہوں، آپ مجھے جتنا مت کہیں۔“ وہ لڑکا ہول کر بولا تھا۔

”تم چھوٹے نہیں ہو، مگر ان کا رتبہ بہت بڑا ہے۔“ یہ میرے جیسے انسان کی روحانی استاد ہیں، اب تم خود ان کی عمر کا اندازہ لگاؤ۔“

”عثمان! یہ کچھ زیادہ ہو رہا ہے۔“ فرمن کے خشک گیس لینے پر وہ عثمانی سے بڑھا تھا۔

”میری لائن کٹ جائے گی، آپ دونوں میری طرف بھی دھیان دے لیں۔“ کارل نے انہیں یاد دلایا تھا۔

”جلدی سے اپنا نام بتاؤ ورنہ تمہاری لائن کاٹ دوں گا۔“ عثمان نے پھر کارل کو بولا تھا۔

”میں وہی ہوں جسے آپ نے اپنے شو کے اسٹارٹ میں برتھ ڈے دیا تھا؟“

”خدا غوا! تم ایک تو نہیں ہو؟“ عثمان نے پوچھا تھا۔

”جی ہاں، میں ایک ہی ہوں، اور میں نے پہلی بار آپ کے شو میں کال کی ہے، میں آپ دونوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ آن ایئر آپ نے مجھے دس کر کے مجھے اور بھی خوش کر دیا ہے۔“

”ایک! اسٹائلس لے لو اور ٹرین سے آخر کر بات کرو۔“ اس کی اسپیڈ پر فرمن ہنسی مٹی۔

”فرمن! میں آپ کی اتنی پیاری ہنسی کا بھی غین ہوں، کیا میں آپ سے ملنے پر یہ پوچھتا ہوں؟“

عثمان بھائی سے تو میری ملاقات ہو چکی ہے، یہ تو بہت زیادہ عظیم ہیں، ان کو تو ویسے بھی سب میگزینز میں دیکھ چکے ہیں، مگر میری خواہش ہے کہ میں آپ سے ملوں۔“

”ایک! ہماری بھی سن لو بھائی!“ عثمان نے پھر اسے روکا تھا۔

”فرمن! ضرور تم سے ملیں گی، مگر اس کے لیے ابھی تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔“

”میں کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں۔“
 ”مٹان! آپ اس کا ہنڈ بھوس کر رہے ہیں؟“ خرمن نے کہا تھا۔
 ”ابھی سارے ہنڈ بے سامنے آ جائیں گے، ایک انٹیمس بس یہ کرتا ہے کہ ابھی خرمن کو پاچے بار خرمن
 باجی کہہ کر پکارو۔“

”یہ تو بہت چھوٹا کام ہے، کوئی بڑا کام بتائیں۔“ ایک کے برہنہ کپڑے پر خرمن بے ساختہ ہنسی تھی۔
 ”بڑا کام کرنے کے لیے پہلے انٹیمس بڑا ہونا پڑے گا، کتنے سال کے ہو گئے ہوں؟“ مٹان نے پوچھا تھا۔
 ”آج 12 بجے کے بعد پورے 19 سال کا ہو جاؤں گا۔“

”19 سالوں میں کتنی کرل فریڈ زوڈ لی ہیں تم نے؟“ خرمن نے پوچھا تھا۔

”میری ماما یہ سوچن رہی ہیں۔“ ایک کوٹھڑی ہوئی تھی۔

”یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔“ خرمن ہنسی تھی۔

”ایک! انٹیمس یہاں آ کر خرمن سے ملنا ہے تو بس ایک آسان سوال کا جواب دے دو اور وہ یہ ہے کہ
 ہارون شادی کب کرے گا؟“ مٹان نے کافی بیچیدگی سے پوچھا تھا۔

”یہ تو ان کو ہی پتہ ہوگا۔“
 ”انٹیمس ابھی تو پتہ رکھنا چاہیے، بڑے بھائی کی کوئی ذمہ داری تم پر بھی تو عائد ہوتی ہے۔“ خرمن نے
 جیسے سمجھا دیا تھا۔

”آپ ان سے بات کر لیں وہ آپ کو بھی رہے ہیں۔“ ایک کی اطلاع نے اسے دنگ کر دیا تھا۔
 ”ہارون! آپ نے سنا خرمن آپ کے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں؟“ مٹان نے فوراً دامن بچانے کی
 کوشش کی تھی۔

”میں خرمن کو بھی سن رہا ہوں اور تمہیں بھی، تم دونوں میرا اپنی جڑھڑے کیوں کر رہے ہو؟“ ہارون کے
 کہنے پر وہ دونوں ہی فٹے تھے۔
 ”یقین کریں، میں سمجھ کر دیکھ رہی ہوں اور سب ہی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ شادی کب کر رہے ہیں؟“
 خرمن نے بتایا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ میرا بیٹہ بھائے بغیر بھی آپ دونوں کا پروگرام زبردستی چلا دے۔“ ہارون کے
 جواب پر وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔
 ”ہارون! میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے پروگرام میں خرمن کو کاپی کرتے ہیں؟“ مٹان کے سوال پر وہ بے
 ساختہ ہنسا تھا۔

”اگر تمہاری طرح میری روحانی استاد بھی خرمن ہوتیں تو میں بغیر سوچے کہے یا اصرار قبول کر لیتا، میرا
 خیال ہے کہ کال ٹول ہورہی ہے دوسرے کالرز انتظار کر رہے ہوں گے۔“ ہارون نے یاد دلایا تھا۔
 ”ہارون! بہت شکر ہے کہ آپ ہمارا سوچن رہے ہیں، آپ جیسے سینئر ذکی حوصلہ افزائی ہمارے لیے باعث
 فخر ہے۔“ خرمن نے بیچیدگی سے کہا تھا۔

”میں اپنے لسنرز کو یہ بتا دوں کہ میں اور خرمن اگر ان بات سیٹ پر موجود ہو جائیگ کو استعمال کرنے کے
 قابل ہوئے ہیں تو صرف ہارون کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے۔“ مٹان نے کہا تھا۔

”بہت زیادہ کسر قلمی سے کام مت لو تم دونوں جہاں ہو وہاں تک اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہو، دوسرے ایک کو دودھ کچھ بات کرنا چاہ رہا ہے۔“ ہارون نے کہا تھا۔

”عثمان بھائی! پروگرام کے ایڈ میں دو بارہ میرا نام لے کر دیا ہے آپ دونوں نے، اور میرے فریڈ نے آپ کے چوکیدار کو بھی رپورٹ کر دیا ہے۔“

”صرف ایک رپورٹ کر دیا ہے ہو؟“ عثمان نے گھر کا تھا۔

”اور بھی بہت کچھ ہے، ایک ضرور کھائے گا۔“

”ایک اتہار بہت شکر ہے مگر اتنی دقت کیوں کی تم نے؟“ فرمن نے کہا تھا۔

”کیونکہ آپ دونوں نے مجھے دیا ہے۔“

”ایک ہارون کی رپورٹ دے کب آ رہی ہے؟“ عثمان کے سوال پر فرمن بے سانسہ ہنسی تھی۔

☆.....☆.....☆

”مجھے زیادہ دیر تو نہیں ملے گی؟“ فرمن سیٹ پر بیٹھتی وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”پہلے ہی پھرتی ہے تم؟“ سب ہو گئے ہو اور اب تو پختے میں عین دن مجھے شکر نے ہوں گے۔“ کچھ

شرمندہ لہجے میں وہ بولی تھی۔

”میں تمہاری بہن سے کب دُشمن نہیں ہوتا؟“ مسکراتی نظر اس نے فرمن پر ڈالی تھی۔

”کسی بات کے لیے چار بیانیہ صحت ہو، ممکن تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے کسوت تمہیں زیادہ سے زیادہ

سننا چاہتے ہیں۔“ عارش کے نرم لہجے پر وہ خاص مبالغہ کر رہی تھی، پیچھے بھاگتے مناظر سے نظر ہٹا کر وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”کیا ہوا... کوئی مسئلہ کوئی پریشانی ہے؟“ عثمان کے سوال پر وہ حیران ہوا تھا۔

”نہیں مگر تمہیں ایسا کیوں لگا؟“

”تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے، خاموشی بھی ہو کچھ، فرمن کی چار بیانیہ نظروں پر وہ اس سے نظر نہیں

ٹکاسکا تھا کہ اتنی وہ اچھن میں تھا، اسے سلجھانے کی کوشش میں بھی اکی تھا مگر کوئی سر ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ لیکن

وہ حیران ضرور تھا کہ فرمن نے کب سے اس کے چہرے کو چھوٹا شروع کر دیا اور یہ کہ وہ کب سے اس کی

خاموشی کی پروا کرنے لگی ہے، اتنی اہمیت تو اسے بھی فرمن سے نہیں ملتی تھی۔

”شاید تمہیں دہم ہوا ہے، وہ نہایا تو کچھ نہیں ہے۔“ عارش نے اسے جلا تھا۔

”کچھ کھانے کا دل چاہ رہا ہے تو ابھی بتا دو، ویسے بھی تم نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا اور میں تمہارے

ساتھ کھانا کھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔“

”مگر میں کھانا تیار رکھا ہے اس کے علاوہ کیا کھاؤں، رہنے دو۔“ وہ بولی تھی۔

”میں جانتا ہوں کہ تم خود کھیل ہو چکی ہو، مگر بھی کبھی تو مجھ سے کوئی فرمائش پوری کروا کر دو۔“ وہ کچھ

باراشی سے بولا تھا۔

”تم کسی چیز کی نہیں چھوڑے لہذا فرمائش کرنے کی فہمیت ہی نہیں آتی۔“ فرمن نے مسکراتے ہوئے

اسے دیکھا تھا۔

”لیکن اگر تمہیں میرے بنائے کھانے میں ڈانڈ محسوس نہیں ہوگا تو احتیاطاً تم اپنے لیے کچھ کھانے

کے لیے خرید سکتے ہو۔“
 ”روز روز کھانا یا ہر سے لانے کے بجائے میں اسے کیوں نہ بیٹھ کے لیے آؤں جس کے بجائے
 مجھے کھانے میں ذائقہ ہو؟“ ایک مسکراتی نظر عارض نے اس پر ڈالی تھی۔
 ”سیری طرف سے تم آج ہی لے آؤ، مجھے کیا فرق پڑے گا، مرد ایسے کام کرتے ہی رہتے ہیں، اور تم بہت
 مجھے پہلے ہی بھروسہ نہیں ہے، سیری طرف سے سو بار ایسے کام کرو تم، حیرت نہیں ہوگی مجھے۔“ اس کے ساتھ
 پر عارض کے تاثرات بدلے تھے۔
 ”خاکہ ہے، جو محبت کے قابل نہیں، وہ تمہارے لیے بھروسے کے قابل کیسے ہو سکتا ہے۔“ عارض کا لہجہ
 طعنیہ ہوا تھا۔

”تم محبت کے راک جہنم میں نہیں بھیج سکتے؟“ خرمن نے کوفت سے اسے دیکھا تھا۔
 ”کہو تو میں چلا جاؤں؟“
 ”پہلی فرصت میں۔“ عارض نے بوز پر نظر ڈالتی وہ سمجھ گئی سے بولی تھی۔
 ”تم مذاق میں کسی کی باتوں کو کسی اتنی جتنی نظر سے کیوں دیکھتی ہو؟“ وہ مزید ہو کر بولا تھا۔
 ”میں وہی دیکھتی ہوں جو تم سے بڑا اور وہ کسی سے بڑا دانت نہیں ہوتا۔“ وہ مرد لہجے میں بولی تھی۔
 ”تم وہی دیکھتی ہو جو تمہاری نظر میں دیکھنا چاہتی ہیں، اور نہ وہی بھی تمہیں دکھائی دے سکتے ہیں جو کچھ
 پڑے ہیں تمہارے سامنے، مگر ان کو صرف دیکھنا چاہتی ہوں، دیکھنا چاہتی ہوں۔“ وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔
 ”میں کسی کی تابع نہیں ہوں، جو چاہوں گی وہی کروں گی، تمہیں کوئی لگتا ہے تو لگاؤ، مجھے پرواہ نہیں۔“
 اس کے غوت بھرے لہجے پر وہ بد شکل خود کو بچھڑکے روک رکھا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا حاصل
 بحث کو لے کر وہ اپنے اور اس کے تعلقات کو دبا کر سب کچھ کرے۔
 ”سنو!“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ وہ بارہا اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”بابا کی شاپ سے فون آیا تھا، کچھ حساب کتاب کا معاملہ ہے، بجائے مجھے تاکیدی تھی کہ تمہیں یاد
 دلا دوں، کل پچھٹی کا دن ہے، تم فری ہو کے تو کل ہی شاپ لا پھر آؤ گے۔“
 ”چلا جاؤں گا۔“ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بکڑے تاثرات کے ساتھ ہی بولا تھا۔
 ”کہاں... جہنم میں؟“

”تم مجھے سکون سے ڈرا کر بھگے کرنے دو گی بھی یا نہیں؟“ اس کے جھلائے اٹھا پر وہ اپنی نمسی نہیں روک
 سکی تھی۔

☆.....☆.....☆

”صرف ایک گھنٹے کی بات ہے، خرمن کے سامنے تم مان گئے تھے اور اب مجھے یہاں پھوڑ کر بھاگ جانا
 چاہیے ہو۔“ سیز ورج ہو کر بولی تھی۔

”خرمن کے سامنے میں اس لیے انکار نہیں کر سکا کیونکہ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے، بس... یہی سننا
 چاہتی تھیں تم؟“ عارض نے تنگیوں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تمہاری فریڈ کی بہن کے لیے میں میرا آڑ کیا کام؟ میں ایک گھنٹے بعد تمہیں پک کر لوں گا۔“
 ”تم میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے، اگر سیری بکھر خرمن ہوئی تو کیا تم اسے گھر سے اتنی دور یہاں تھا

چھوڑ کر بھاگتے؟“ منیزہ نے شدید ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

”اگر تمہاری جگہ خرمین ہوتی تو وہ میرے بغیر ہی یہاں آنا پسند کرتی، اور تمہارے کیا مطلب ہے تمہارا؟ ویسے میں کیا صرف تم ہی انوائٹڈ ہوا اور لوگ نہیں ہوں گے؟“

”اچھا ریشم سن تک تو چھوڑ دو یا ابھی فون کروں خرمین کو؟“ منیزہ نے کہا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا چار عارض کو اس کی ڈھٹائی کے سامنے ہتھیارا ڈالنے پڑے تھے۔

”اب جاؤں میں؟“ ایک طائرانہ نظروں سے سبزے پر پھیلی رویتوں پر ڈال دیا وہ منیزہ سے مخاطب ہوا تھا، مگر اگلے ہی لمبے پوٹھلا اٹھا تھا جب منیزہ جا چکی تھی دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو دوپے حریف آگے بڑھی تھی۔

”کیا کر رہی ہو، میں اس سے آگے نہیں جاؤں گا۔“ اپنا بازو چمڑاتے ہوئے عارض نے اسے گھر کا تھا، جو کھٹکھٹا کر منتی چلی گئی تھی ہی اسے نام کی پکار پر عارض چونک کر اس جانب متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی لمبے غورنگو رحمت میں جھلا ہوا تھا، ایک گئے مسکراتے چہرے کے پیچھے ہی آتے ایک عجیبہ سے چہرے نے منیزہ کی مسکراہٹ غائب کر ڈالی تھی، بلیک ڈزموٹ میں لمبوں و چاہت سے بھرپور وہ شخص آج بھر اس کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر گیا تھا۔

”میں تو آپ پر نظر پڑتے ہی ادھر دوڑا آیا، یقین کریں میں یہاں بہت دور ہو رہا تھا، آپ نے یہاں اینٹری دے کر میرا موڈ ہی بچھ کر دیا ہے۔“ ایک اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

”ویسے بائی دادا سے آپ دونوں آپس میں کھٹکھٹا کیوں تھے؟“ ایک کے حیران لہجے پر عارض نے دھڑپ سے ہنسنے ہوئے منیزہ کے شہنشاہی اشارے دیکھے تھے جو کہ پہلے ہی خود پر جمی گہری نظروں پر پزل کھڑی تھی۔

”اس لیے کہ اس تقریب سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ محترمہ مذہبی اپن اپنے ساتھ مجھے یہاں بھیجے گا ہی ہیں۔“

”پھر تو ایک کو ان کا شکر ادا کرنا چاہیے، بلکہ مجھے بھی۔“ منیزہ ہی مسکراہٹ کے ساتھ بارون نے ایک نگاہ اسے بھی دیکھا تھا، جو آج بالکل ایک مختلف اور منفرد روپ میں سامنے کھڑی تھی، لائٹ اور ڈارک فلر کو متضاد کے فنی لباس میں اس کا ہلکے ہلکے میک اپ سے ہاسٹورا پیچ و بہت پرکشش لگ رہا تھا، شانوں سے نیچے تک جاتے ادھ کھلے بالوں کی سیاہ تراشید میں اس کے چہرے کے گہرا بہت کئی لگ رہی تھیں، درجی سبکی کمر کاٹوں میں جھنگا گئے آؤبوں نے پوری کر دی تھی، اپنے چہرے سے نگرانی لگا ہوں کی تلاش نے اسے کچھ بھراہٹ میں جھٹکا کیا تھا، جبکہ عارض ان دونوں کی طرف متوجہ منیزہ کو تقریباً بھول ہی گیا تھا۔

”عارض! میں اپنی فریڈ کے پاس جا رہی ہوں، تم جاؤ گے تو نہیں؟“ اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے منیزہ نے انتہائی نظروں سے دیکھا بھی تھا۔

”آپ بے فکر ہو کر جائیں، آپ کے لیے نہ کسی مگر میرے لیے تو ان کو رکنا پڑے گا۔“ عارض سے پہلے ہی ایک بول اٹھا تھا۔

”ظاہر ہے، اب تو رکنا پڑے گا مگر ایک سمجھنے سے زیادہ نہیں اور تمہارا چہرہ شروع ہو چکا ہے۔“ عارض کی تائید پر مسکراتے ہوئے اس کی نگاہیں بس ایک لمبے لمبے بارون سے ملی تھیں، مگر بھر دوسرے سے آگے بڑھ گئی تھی، ان دونوں کی ہر ای میں ایک نسبتاً پرسکون گوشے میں ٹھیل کے گرد وہ براہمان ہوتا دونوں کی

طرف متوجہ تھا۔

”آپ دونوں یہاں کیسے؟“

”اعظم انکل، پاپا کے قریبی دوست ہیں اور یہ ویرمہ ان کے بیٹے کا ہے، شرکت تو کرنی ہی تھی۔“ ہارون

نے بتایا تھا۔

”مجھے تو پایا زبردستی لے آئے ہیں، سخت بدور ہو رہا ہوں، اگر آپ مجھے نظر نہ آتے تو میں یہاں سے

بھاگنے والا تھا۔“ امیک نے تفکرات میزنگوں سے اسے دیکھا تھا۔

”میں تمہاری ٹینگو بھرتے ہو گا کیونکہ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے، ویسے آج تم بہت زیادہ اچھے

لگ رہے ہو۔“ عارش کی تعریف پر امیک نے غر سے اپنا ہی شانہ چھتایا تھا۔

”عارش آپ تم جیسے اچھے دوست کے لیول تک آنے کے لیے اس کو اچھا نظر آنے کی سر توڑ کوشش تو

کرتی ہی ہوگی۔“ ہارون نے بہت سنجیدگی سے امیک کا غر عارت کیا تھا۔

”نہیں، امیک مجھ سے زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔“ عارش نے مسکراتی نظروں سے امیک کو دیکھا تھا۔

”سن لیا آپ نے وہ اب آپ میرے دوست کے سامنے میری اسلٹ کرنا بند کریں۔“ امیک نے

غشکیں نظروں سے ہارون کو دیکھا تھا۔

”ویسے آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی ہے۔“ وہ ہارون سے مخاطب ہوا تھا۔

”آپ کو لوگ جانتے ہیں، یہاں جانتے ہیں اور جب انسان لائم لائن میں آ جاتا ہے تو زیادہ لوگوں کے

درمیان جانے سے چلتا ہے۔“

”کیسی لائم لائن...؟“ مجھے اس سے دور ہی رکھ کر ہلکی سی وجہ سے اور اللہ کی مہربانی سے مجھے کچھ نام ضرور

ملا ہے، مگر لوگ مجھے صرف میرے نام اور کبھی کسی آواز سے عام طور پر پہچان جاتے ہیں، کیونکہ جو مجھے سننے

ہیں، انہوں نے کبھی مجھے نہیں دیکھا ہے۔“

”واقعی ایسا ہے؟“ عارش کو حیرت ہوئی تھی۔

”جی ہاں، ایسا ہی ہے، بھائی نہ تو کسی میگزین کے لیے انٹرویو دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے مسخرے سے ملاقات

کرتے ہیں۔“ امیک نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

”مگر مزے کی بات یہ ہے کہ لوگ اتنا ہی ان کو جانتے اور دیکھنے کے لیے تائب ہیں، خاص طور پر

گراؤ۔“ امیک نے شرارتی نظروں سے ہارون کو دیکھا تھا۔

”میں امیک کی تائید کروں گا، کیونکہ میں نے جب جب آپ کا پروگرام سنا تھا وہ تمام کاٹز خواتین کی ہی

تھیں۔“ عارش کے مسکراتے لہجے پر وہ میرے سے ہنسا تھا۔

”ہاں، یہ الزام تو مجھ پر ہے لیکن اب میں کیا کر سکتا ہوں، کاٹز لینے وقت مجھے بھی نہیں پتا ہوتا کہ دوسری

جانب کون ہوگا اور میں اپنے تمام کاٹز کی بہت عزت کرتا ہوں مگر پریشانی ان سے ملتا میرے لیے ذرا مشکل

ہے۔“ اپنی صفائی دیتے ہوئے ہارون نے کہا تھا۔

”آپ کے قادر نہیں ہیں؟“ بلا خریہ سوال کرنے سے عارش خود روک نہیں سکا تھا۔

”خاطر ہے اس کی یہاں موجودگی لازم ہے۔ وہ اعظم انکل کے ساتھ ہی ہوں گے۔“ ہارون نے ارد گرد

بکھرے لوگوں پر نظر بھی دوڑائی تھی۔

”عارضہ پایا تو آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ ملیں گے ان سے“ ایک نے پوچھا تھا۔
 ”ہاں ضرور، کیوں نہیں؟“ عارضی نے فوراً کہا تھا کہ قدرت کی طرف سے اسے ایک اور راستہ مل رہا تھا اور وہ اسے کسی صورت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔
 ”کل مجھے بالکل وقت نہیں ملا تھا، مگر تم نے بھی مجھے کال نہیں کی، تم کہاں مصروف تھے؟“ عارضی نے ایک سے شکایت کی تھی۔

”ڈے نائٹ بیچڑ کے علاوہ اس کی کیا مصروفیات ہو سکتی ہیں۔“ ہارون نے درمیان میں کہا تھا۔
 ”رات میں، میں آپ کو کال کرنا چاہ رہا تھا مگر بھریاؤ یا آپ کو سو چکے ہوں گے، مجھے کچھ نہیں آتا کہ
 آپ اتنی جلدی کیسے سو جاتے ہیں۔“ انیک نے کچھ حیرت سے پوچھا تھا۔

”اب تم اسے میری کمزوری کہو یا عادت کہہ دو مجھ پر جلدی مہربان ہو جاتی ہے، زیادہ رات تک جا گیا میرے لیے مشکل ہوتا ہے، مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ لوگ رات بھر جاگ کر مود پر کیسے دیکھ لیتے ہیں، یا مطالعہ کیسے کر لیتے ہیں، میں تو اس بارے میں سوچ کر ہی پریشان ہو جاتا ہوں۔“ عارض نے کہا تھا۔

”آپ کو کیا لگتا ہے، لوگ صرف موسیٰ اور مطالے کے لیے ہی رات بھر جاگ سکتے ہیں؟“ شرابی نظروں سے حارس کے حیران چہرے کو دیکھتا رہتا تھا۔

”ایک اقیانوس کے دائرے میں رہا کرو، تم سے زیادہ منہ پھٹتے ہوئے جا رہے ہو۔“ ہارون نے گامواری سے اسے ڈنچا تھا جو اپنی گھبراہٹ کی گواہی دے رہی تھی، اس نے ہنسنا شروع کیا۔

”ایک مہینہ گزر چکا ہے، بھابھابہانا کو کیا قسمت واج میں وقت دیکھتے ہوئے عارش نے کہا تھا۔“

”ایک اہم مجھے کسی سے ملوانا چاہتے تھے۔“

”جی ہاں، میں چاہا کوئی دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہ تو کہیں یہاں چھوڑ کر بھول ہی گئے ہیں۔“

”میں بھی اب مزید نہیں دیکھنا چاہتا مگر پاپا! انھی واہیں جاوے کہ بے تیار نہیں ہوں گے۔“ ہارون بولا۔

”میں آپ کو گھر ڈراپ کروں گا۔“ عمارش نے کہا تھا۔

”خسبیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا“ ایک بلی کو کچھ سوچ کر مارون نے پوچھا تھا۔

”مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ آپ کا گھر میرے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے۔“

"لیکن سہیں اپنی کزن کو بھی تو ان کے گھر ڈراپ کرنا ہوگا۔" ہارون نے کہا تھا۔

ان کی آپ غم نہ کریں بھائی امداد میں ہیں ان کی فکر کرنے کے لیے۔ ایک سے معنی خیر لےجے، جہاں

یہ تحریر ان ہوا خواروں کی ہماروں کو دکھائی دیتی ہے جو ہمیں ہرگز نہیں سمجھتے۔

آپ دونوں چمے جائیں گے تو میں کیا کروں گا یہاں؟ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ ایک ہزار ہو کر چلا

بسم الله الرحمن الرحيم

”عادش! میں یہاں تھیوار“ انتھار کرتا ہوں، تم ایک کرسچن تھے۔“

کرنے کی دہر تھی وہ فوراً ہی ایک کی تھلی میں آگے بڑھ گیا تھا، ان دونوں کی پشت سے نظر ہٹاتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو سمجھنے کا اثرات کے ساتھ اس کی طرف آ رہی تھی، بارون اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”عارضی کہاں گیا ہے؟“ وہ جھجکے لہجے میں ہی پوچھ رہی تھی۔

”اسلام علیکم؟“ جو اب بارون کے سلام پر وہ بری طرح شرمندہ ہوئی تھی مگر دم آواز میں سلام کا جواب دے دیا تھا۔

”آپ نے تو اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے جانتی نہیں ہیں مجھے۔“ بارون کی شکایت سے زیادہ وہ اس کی گہری نظروں سے پریشان ہوئی تھی۔

”ہیسا تو نہیں ہے۔“ وہ گڑبڑاتی تھی۔

”آپ نے عارضی کو بتایا تو نہیں کہ...“ وہ بات مکمل نہ کر سکی تھی۔

”کیا نہیں بتایا۔۔۔ یہی کہ ہم فیسیول میں ملے تھے اور آپ میرا آؤ گراف لیے بغیر فرار ہو گئی تھیں؟“

بارون کے سمجیدہ سوال پر لہجے نے اسے دھک کیا تھا۔

”میرے نزدیک۔۔۔ وہی ایسی نازیبا بات نہیں ہے کہ مجھے چھپایا جائے، بہر حال میں نے عارضی سے آپ سے متعلق کوئی ایسی بات نہیں کی، البتہ پریشان مت ہوں، آپ متعلق نہ ہوں مگر اپنے بارے میں میرا کبھی خیال

ہے کہ میں کافی شریف انسان ہوں۔“

”آئی ایم سوری۔۔۔ میرا مطلب۔۔۔ ہرگز نہیں تھا، دراصل میں نے عارضی کو نہیں بتایا کہ فیسیول میں ہم ملے تھے، اور آپ اس کے دوست ہیں، میرے معاملے میں وہ تھوڑا تنگ نظر ہے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ آپ کے بارے میں کچھ غلط سوچے۔“ معذرت کہنے کے لئے وہ شرمندہ تھی۔

”بہت شکور ہیں آپ عارضی سے؟“ بارون کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو بیک وقت مزیدار اور جبرانی اور ناگواری میں جٹکا کر گیا تھا۔

”جی بالکل اسی طرح جیسے کوئی بھائی اپنی بہن سے اچھے اور محترم ہوتا ہے۔“ سپاٹ لہجے میں مزیدار نے بتایا تھا۔

”یہ بہت اچھی بات ہے۔“ بارون نے بے ساختہ ہی کہا تھا جبکہ شہزاد نے خاص طور پر اس کی آنکھوں میں بڑھتی چمک کو نوٹ کیا تھا۔

”عارضی کو زیادہ دیر نہیں لگے گی، آپ یہاں بیٹھ کر میری طرح ان کی دوا بنی کا انتظار کر سکتی ہیں۔“ بارون نے کہا تھا۔

”دراصل میرے بیک میں میرا فون نہیں ہے، اور مجھے یاد نہیں آ رہا کہ فون گھر میں رہ گیا ہے یا گاڑی میں۔“ شہزاد نے بتایا تھا۔

”آپ میرے سیل فون سے اپنے فون پر کال کر لیں گھر میں ہوا تو کوئی ریسیو کر لے گا، ورنہ وہ یقیناً گاڑی میں ہوگا۔“ بارون نے فوراً ہی اپنا فون اس کی طرف بڑھایا، وہ ایک پل کو حذب نہ ہوئی تھی مگر پھر اس کا سیل فون لے لیا تھا، جبکہ بارون دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

”فون گاڑی میں ہی ہے اور اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے ہی اسے ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔“ کچھ جھپٹے انداز میں شہزاد نے سیل فون واپس کیا تھا۔

”آپ کی بھول سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ آنو گراف کے بعد اب آپ کا نمبر بھی میرے پاس آچکا ہے، مگر فکر مت کریں میں اس کا غلط استعمال نہیں کروں گا کیونکہ۔۔۔“

”کیونکہ آپ کافی شریف انسان ہیں۔“ میز وہ مسکراتے ہوئے اس کا جملہ مکمل کیا تھا۔

”مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے بارے میں کافی بھاری انتہائیت دے دیا ہے، اب تو اپنی زبان پر قائم رہتا ہی پڑے گا۔“ ہارون کے مسکراتے لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی مچ گئی۔

”میں کچھ دیر میں واپس آتی ہوں تب تک عارض کی واپسی بھی ہو جائے گی۔“ میز وہ نے جانے کے لیے پرتو لے گئے۔

”یعنی اب عارض کے ساتھ ساتھ مجھے آپ کی واپسی کا بھی انتظار کرنا ہوگا۔“ گہری نظروں سے ہارون نے اسے دیکھا تھا۔

”دونا میں بہت سے انسان یہ کام کرتے ہیں، آپ بھی میرے یہ کام کریں۔“ مسکراہٹ چھپاتی وہ جانے کے لیے لپٹی تھی جب ہارون کی نظروں کے سبزے پر دیکھتے دوپٹے کے پلو تک مچی تھی، اس نے فوراً زرا جھجک کر وہ پٹے کو چٹکی مگر پکڑ کر اٹھا لیا تھا۔

”اپنا دوپٹہ سنبھال لے۔“ ہارون کی آواز پر وہ پلو تک کر لپٹی اور چھینچی مسکراہٹ کے ساتھ دوپٹے کا پلو اپنے ہاتھ میں سنبھال لیا تھا۔

”میرے لیے تو اسے سنبھال رکھنا ہی مشکل ہو رہا ہے۔“ پلو جھاڑتے ہوئے وہ بیس ایک پلو کے لیے ہارون کی خاموش مگر گہری نظروں کی طرف متوجہ ہوئی تھی، مگر اگلے ہی پلو سرخ چہرے کے ساتھ سرعت سے آگے بڑھ گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اسے دور جاتا دیکھا، ہاتھ اور پھر گہری سانس لیتا واپس ٹیبل کے گرد جا بیٹھا تھا۔



”وہ رہے بابا۔“ ایک کی اطلاع پر عارض کی نظروں کی گہری طرح لہجہ جانب مچی تھیں، جہاں چند اشخاص باتوں میں مشغول تھے۔

”آپ نہیں دیکھیں، میں بابا کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔“ ایک اسے جاگزیٹ کرتا گیا تھا، عارض کی نظروں ان کی پشت پر ہی تھیں، جن کے قریب ایک پہنچ چکا تھا، ایک کی بات سنتے ہوئے وہ عارض کی طرف متوجہ ہوئے تھے، جس کے دل میں یکدم ہی ایک بھان سا اٹھا تھا، وہ اپنی نظروں ان پر سے ہٹا نہیں سکا جواب ایک کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہے تھے، سیاہ سفاری سوٹ میں بیٹوں وہ برہنہ اور مرحوب گردنے والی ملا جلتوں کے حامل نظر آرہے تھے، جس وقت وہ قریب آئے عارض کی دھڑکنیں ساکن ہونے لگی تھیں۔

”عارض ایہ ہیں میرے بابا اور بابا! ان کے بارے میں تو آپ کو میں بتا چکا ہوں۔“ ایک نے مسکراتے ہوئے تعارف کر دیا تھا جبکہ عارض کسی فرانس سے نکلا تھا۔

”تم سے مل کر خوشی ہوئی عارض! گرم جوشی سے مصافحہ کرتے دو ہو لے تھے۔

”ایک تمہارا بہت ذکر کرتا ہے تمہارے بارے میں اس سے اتنا کچھ نہن چکا ہوں کہ لگتا نہیں تم سے پہلی بار ملاقات ہو رہی ہے۔“ ان کے صوب دادگر پر طلوس لہجے پر عارض بمشکل ہی مسکرایا تھا۔

”مجھے بھی آپ سے مل کر اچھا لگا، میں دو بار وہ بھی ضرور آپ سے ملنا چاہوں گا۔“ بغور ان کی آنکھوں کو

دیکھا وہ بے اختیار بول گیا تھا۔
 ”پاپا! یہ سوچ اچھا ہے، عارض کو گھر پر انوائٹ کر لیں، کیونکہ میرے کہنے پر تو یہ اب تک تشریف لائے
 نہیں۔“ ایک نے کہا تھا۔
 ”تم کیسے دوست ہو جواب تک اپنی بات نہیں منوا سکے۔“ ہشام قزلباش نے مسکراتے ہوئے بیٹے کو گھر کا
 تھا۔
 ”عارض! اگر تمہارے پاس کل شام وقت ہے تو چائے پر ہماری طرف ہی آ جاؤ، پھر اطمینان سے باتیں
 ہوں گی۔“

”اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے، میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور بہت جلد۔“

”بیٹا! یہ تکلف نہیں، خلوص اور محبت ہے۔“

”میں جانتا ہوں اور مجھے ان جذباتوں کی بہت قدر ہے۔“ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا تھا۔
 ”عارض! امیر سے دوستوں میں سے واحد ایک آپ ہیں جو کہ پاپا کے نزدیک ناپسندیدہ قرار نہیں دیئے
 گئے۔ آپ ان کا انوشیزان مسکن کریں، میں صبر نہیں کر سکتا۔“ ایک بھڑکا۔
 ”مگر پھر بھی؟ میں صبر کرنا چاہتا ہوں، ان کے لیے بھی جو صبر سے کھو جاتے ہیں یا جن کو ہم خود چھوڑ دینے پر
 مجبور ہو جاتے ہیں، صبر کرنے سے زندگی کو کتنی نہیں ہے، سب کچھ عمل ہی تو ہوتا ہے۔“ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے
 ساتھ یوں وہ ہشام قزلباش کو جتکا گیا تھا۔

”آپ کا کیا خیال ہے؟“ عارض نے پوچھا۔
 ”تم نے ٹھیک کہا، میری زندگی کے سفر کو دیکھیں، سب کچھ عمل رہتا ہے، مگر صبر کرنے والے کے لیے
 نہیں بکمل صرف۔“ نظر آتا ہے۔“ وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔
 ”آپ دونوں گھٹکھٹکوں کو کہاں اتنے سنجیدہ رہنے پر آمادے کیا؟ آپ مگر پر عارض کے ساتھ کسی خشک موضوع
 پر دشمنی شروع مت کیجیے گا ورنہ میرا بی بی لو ہو جائے گا۔“ ایک نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
 ”عارض! جب مناسب لگے، مگر ضرور آ نا وقت نکال کر ایک کی طرح گنگے کی تمہارا انتظار رہے گا۔“
 بنور عارض کو دیکھتے دو بولے تھے۔

”مجھے امید ہے کہ آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا، آپ کا انتظار میرے لیے اجلا ہے جسے میں کچھ
 دن تک اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔“ اس کے پر اعتماد لہجے پر ہشام مسکرائے تھے۔

☆.....☆.....☆

تیزی سے پیچھے جاتے مناظر کو گنتے ہوئے وہ بیک سیٹ پر موجود ان دونوں کو بھی سن رہی تھی، جہاں پس
 میں باتوں میں مشغول تھے۔

”بارون! آپ کی فحش سیتے عرصے سے اس شہر میں ہے؟“ عارض کے سوال نے اسے چھٹکا دیا تھا۔
 ”تم کیسے کہتے ہو کہ میں اور میری فحش ہمیشہ سے یہاں نہیں ہیں؟“ بارون کے سوال پر وہ بس ایک
 ہل کے لیے گریزا سا گیا تھا۔

”ایک سے اس بارے میں تھوڑا بہت معلوم ہوا تھا۔“ عارض نے سادہ سے لہجے میں بتایا تھا۔
 ”تقریباً 12 سال پہلے ہم یہاں مستقل طور پر آ گئے تھے، پاپا جاب ترک کر کے اپنا بزنس شروع کرنا

چاہتے تھے، یہاں ان کے لیے بہتر مواقع تھے، انھوں نے چوٹے پانے پر لیور گڈز کا کام شروع کیا جو کہ پیسہ پٹا گیا، تمام مکی ٹیکنکری کے ذریعے پر آؤ۔ "مختصر لہجہ آتے ہوئے بارون نے دعوت بھی دی تھی۔

"میں ضرور آنا چاہوں گا، آپ اپنے قار کے ساتھ بے پریس سنبھالتے ہیں؟"

"ہاں، میں ان کے ساتھ ہی ہوتا ہوں، میری مکی کو تلاش ہوتی ہے کہ اب ان پر کام کا زیادہ پریشور ہو، حالانکہ وہ کافی مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔" بارون نے کہا تھا۔

"وہ بہت یک بھی دکھائی دیتے ہیں، مجھے ان کی شخصیت نے بہت متاثر کیا ہے۔" عارش نے پوری سچائی سے کہا تھا۔

"عارش! میں جانتا ہوں کافی قائم ہو چکا ہے لیکن اگر کچھ دیر کے لیے میرے گھر میں آؤ گے تو مجھے اچھا لگے گا۔" سفید آبی گیت کے سامنے گاڑی رکھی تھی جب بارون نے کہا تھا۔

"کچھ دیر کے لیے نہیں میں آپ کے گھر بہت دیر تک کے لیے بھی آؤں گا، مگر اس وقت مجھے آپ سے مصدقہ کرنی پڑے گی۔" عارش نے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں، اس وقت تمہیں بخش دیتا ہوں۔" مکی کی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ فرنٹ سیٹ سے اتر گیا تھا۔

"خیزو آگے آ جاؤ،" عارش کی حمایت پر وہ بیک سیٹ سے نکل آئی تھی، پیچھے بیٹھے ہوئے بارون نے فرنٹ سیٹ کا دوسرا کے لیے سر پر کھول دیا تھا اس کی مسکراتی نظروں پر کچھ بھیجیتے ہوئے وہ فرنٹ سیٹ پر جا چکی تھی۔

"مجھے بخفا عت، بخیر و عافیت، شکریہ، عارش! " فرنٹ ڈور بند کر کے وہ عارش سے مخاطب ہوا تھا جبکہ خیزو، بمشکل اندنی ہنی کولیوں کے درمیان کھڑی تھی۔

"ذریعہ تمہارے ساتھ بریانی تقریب میں کچھ کھا لے گی اس صحت اب مجھے کچھ آ رہی ہے۔" عارش کے سنجیدہ لہجے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"میں کچھ نہیں۔" ڈائیش بورڈ سے اپنا فون اٹھاتی وہ بولی تھی۔

"پہلے مجھے سمجھنے دو پھر شاید میں تمہیں بھی سمجھانے کے قابل ہو جاؤں۔" دھڑا اسکرین کے بارہ دیکھتا وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا اور وہ جوا بھی اُسے دیکھ رہی تھی، چونکہ کراپے فون کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"میں دعا کر رہا ہوں، وہ بارہ کوئی ایسی صورت حال نہ درپیش ہو، جس میں آپ کو میرے گھر کے دروازے سے ہی واپس جانا پڑے۔" نتیجہ پڑھتے ہوئے بے اختیار وہ مسکرا اٹھی تھی۔

☆.....☆.....☆

گرین ایریا میں تیز رفتاریوں کے باعث رات کے وقت بھی دن کا سماں تھا، اہل بیت صحتی تنگی کی وجہ سے چہل قدمی کرنے والے لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، ٹریک بالکل خالی تھا، گرم اسٹارف کے ساتھ سرد ہوا سے بچنے کے لیے اس نے گرم شال بھی شانوں کے گرد لپیٹ رکھی تھی، شام سے ہی اسے اپنی طبیعت میں کڑوا کا احساس ہو رہا تھا اس کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، موسم سرد ہو یا نہیں ان اہل بیت کی ضرورت اسے پڑ ہی جاتی تھی، ان ٹریک کا استعمال اسے عارش سے چھپ کر کرنا ہوتا تھا، ورنہ وہ تو اسے ڈاکٹر سے چیک کروائے بغیر مطمئن نہیں ہو سکتا تھا، پھر تھا کہ عارش کو اسٹیٹیٹ سے واپس گھر آ کر بھی رکنے کا موقع نہیں ملا

تھا، کیونکہ منیزہ اس کے انتظار میں ہی تیار بیٹھی تھی، مگر عجب میں جانے کے لیے، اگر منیزہ نہ ہوتی تو وہ بیٹھنا اس کا چہرہ دیکھ کر ہی تشویش میں مبتلا ہو جاتا اور غصہ تو شروع سے ہی ڈاکٹر زوردار دواؤں سے اس طرح غصہ رہتی تھی جیسے کب سے کافر۔

ٹریک کی طرف بڑھتے ہوئے وہ گردن موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو لیے لیے ڈاک بھرتا اسی کی طرف آ رہا تھا۔

”بہت شوق ہے تمہیں خود کو ایکسوز کرنے کا، سردی نہیں لگ رہی تمہیں؟“ مٹھن کو چھوٹی سی باف ملیوں کی لوز شرت میں ملیوں دیکھ کر اس نے گھر کا تھا۔

”اب میں تمہاری طرح دھان بان سا تو ہوں نہیں کی ایسی معمولی سردی میں بھی مکمل لیٹ کر رکھوں۔“
 ”بالکل ٹھیک کہا، ذمیت چھڑی پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔“ اس کے ساتھ ٹریک پر آتے ہوئے وہ مسکائیں
 کچھ میں بولی تھی۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ بلا کو ساتھ لے کر آنا۔“

”میں نے اسے ساتھ آنے کے لیے کہا، مگر اس نے انکار کر دیا۔“

”تم نے اس کو بتایا کہ میں نے اسے واک کے لیے بلایا ہے؟“

”وہ میرے سامنے رہتی تو میں مزید چوکھتا، میری موجودگی میں وہ اپنے پار میں رہ کر اسے سنوارنے میں ہی لگی رہتی ہے، تمہیں بھی بہت ضروری تھا یا در کا شوش چھوڑنا۔“

”یکدمت، اس کے لیے یہ مصروفیت ضروری ہے، دماغ پر اور طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا ورنہ سارا دن خالی بیٹھ کر اس نے انٹرنیٹ کا سوچ کر مزید خستہ ہو جائیگا۔“ ٹرمن نے گھر گئے والے انداز میں ہی کہا تھا۔

”ذرا تیز چلو، یہاں واک کرنے آئی ہو، میرے ساتھ بیٹھ کر بیٹھیں۔“

”اور کتنا تیز چلوں؟“ وہ بھلائی تھی۔

”عارضی کہاں رہ گیا، منیزہ سے معلوم کرو، سب کچھ ٹھیک تو ہے، بے بیماری کی بھی ایسے بندے کے ساتھ ہے جو اس وقت خیمہ میں ڈونڈا ڈرائیو کر رہا ہو گا۔“ مٹھن کی تشویش پر وہ ہنسی کی۔

”منیزہ سے بات ہو چکی ہے، وہ تو گھر پہنچی چکی ہے، عارضی کی دوا بھی مٹی ہوئے والی ہے۔“ ٹریک پر اس کے ہتھ مچکتی وہ بتا رہی تھی۔

”سنو اقم نے کاترکٹ سائن کر لیا ہے، شرافت سے ٹریٹ دے رہے ہو یا میں منیزہ کو تمہارے پیچھے لگاؤں؟“

”اس کا تو نام بھی مت لو، آدمی زندگی وہ ٹریٹ کے نام پر لوگوں کو کنگال کرتی گزار چکی ہے۔“

”زیادہ مت بولو، ٹریٹ نہیں دے سکتے تو مصافی ہی کھلا دو، موہاگل کپتھی نے تمہیں اپنا براٹر ایسوسیٹ رہنایا ہے، مگر ٹیکل آن ایئر ہونے والا ہے، گیارہ جنس کے اتنے پروڈیوٹ کے لے کر دولت کمار ہے ہو مگر رہے وہی تجبوس۔“ ٹرمن نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

”بات سنو اقمس کچھ تم مجھے لے آئی ہو، یہاں اپنا ذاتی ایڈارمنٹ خریدنے کے لیے اگلے پانچ سال میں بھی میں بھٹی دولت کمالوں وہ لونٹ کے من میں ذمے کے برابر ہی ہوگی، تمہارے شوہر کا معاملہ اگلا ہے، اس کی زندگی میں جو تھے اور جو ہیں وہ اسے اچھی طرح سمجھو دے گئے ہیں جبکہ مجھے تو میرے اپنے خود

سے کاٹ کر الگ پھینک چکے ہیں۔" وہ جھٹلچھٹلچھٹ بولا تھا۔

"مٹھائی یہ مت بھولو کہ وہاں بھائی آج بھی تمہیں ہر طرح کی سپورٹ دینے کے لیے تیار ہیں، مگر تم نے کسی کی بھی سپورٹ لینے سے انکار کر دیا تھا تو ہلراب یہ شکایت بھی مت کرو۔ تمہیں خود پر فخر ہونا چاہیے کہ تم اپنے زور بازو پر اپنی زندگی کو بچھڑ کر رہے ہو، اگر ابھی بھی بچھڑ شے تمہیں اچھا نہیں کہتے تو ان کو تم یہ موقع بھی نہیں دو گے کہ وہ یہ تمہیں کہہ کر تمہیں قتلہ تھے، سارے شکوے بھول کر تم خود کو تکمیل شے کرنے میں لگاؤ، نا چاقوؤں کے باوجود شے اپنی جگہ موجود ہیں گے، خواہ مخواہ ان کے لیے کڑھ کر اپنا خون مت جلاؤ بلکہ یہ ثابت کر دو کہ تم قتلہ نہیں ہو، نہ قتلہ کے لیے اور نہ ہی ان سب کی نظر میں جو تم سے بدظن ہیں، تمہاری ماں تمہارے ساتھ ہیں، فی الحال تمہارے لیے یہی کافی ہونا چاہیے۔" ظہیر نے لہجے میں اسے سمجھاری مٹی جو خاموش ہی تھا۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی، عارض بھی کر سکتا تھا مگر میں نے اسے روک دیا۔" چتر لہوں بعد فرخمن نے یہ کہہ کر اسے چڑھایا تھا۔

"فاروق بھائی نے عارض سے کہا ہے کہ وہ اپنے والد کی پراپرٹی میں سے جتنا حصہ چلا کا جاتا ہے، وہ اس کے بچہ زچہ کر چکے ہیں۔"

"یہاں کو اس شخص سے کچھ نہیں جانیے۔" مٹھان ناگواری سے بولا تھا۔

"فاروق بھائی اسے کچھ نہیں کہے رہے، یہاں کو جو کچھ مل رہا ہے، وہ اس کے باپ کی جائیداد ہے، فاروق بھائی کی نہیں، یہاں کا حق ہے اپنا حصہ اپنا حق، وہ لیتی ہے یا نہیں یہ فیصلہ یہاں کو کرنا ہے۔"

"اس سے اس بارے میں بات نہ کی تم نے؟" مٹھان نے پوچھا تھا۔

"ہاں، آج سچائی میں نے اس سے بات کی ہے اور اس نے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے۔" فرخمن کی اطلاع پر وہ خاموش رہا تھا۔

"میں اسے مجبور نہیں کر سکتی اس معاملے میں، مگر مجھے نہیں لگتا کہ اسے اپنا حق چھوڑنا چاہیے، اپنے ماں باپ پر اس کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ فاروق بھائی کا ہے، فاروق بھائی صرف اسے وہ سب دے رہے ہیں جو اس کے ماں باپ نے اس کے لیے مخصوص رکھا تھا۔" مٹھان کے تاثرات کو نہ کرتی وہ بولی تھی۔

"میں کہتی ہوں کہ اگر اس طرح اپنا حق چھوڑنے سے سب کچھ چھلچھلا جاتا ہو سکتا ہے تو وہ ضرور اپنے انکار پر قائم رہے اور تم جانتے ہو کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا، فاروق بھائی نے اس سے تعلق توڑا ہے مگر اس کے ماں باپ نے نہیں، وہ اپنے حق کو نہیں اپنے ماں باپ کی محنت اور محبت کو بھرا رہی ہے، کسی ایک شخص کے لیے۔" خاموش ہو کر فرخمن نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا جو سامنے نظر بنائے کسی گہری سوچ میں چل رہا تھا۔

"فاروق بھائی پراپرٹی کے بچہ ز عارض کے ذریعے تم تک پہنچانا چاہتے تھے مگر میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ خود بچہ ز چلا کے حوالے کر دیں، میں نے ان سے معذرت کر لی ہے کہ اس معاملے میں وہ مجھے اور عارض کو درمیان میں نہ لائیں، کل رات وہ میری طرف آئیں گے جب عارض موجود ہوگا، میں تمہیں کال کروں گی جہاں بھی مصروف ہو، کچھ وقت نکال کر آ جانا، یہاں ان کے سامنے آنے سے بھی انکار کر چکی ہے، مجھے اور جذبات سے کام لینے کا وقت نہیں ہے، کبھی سے اس بارے میں سوچا، اس وقت تم ہی یہاں کے لیے بہتر فیصلہ لے سکتے ہو، کل تمہیں انکار کرنا ہو یا بچہ ز قبول کرنے ہوں یہ تمہارے اختیار میں ہے، جب فاروق بھائی کے

سامنے آتا تو بالکل شانت اور پرسکون ہو کر، تم کچھ رہے ہو میری بات؟“ خرمن کے پوچھنے پر وہ خود ہی طور پر اثبات میں سرگراں گشت بھی نہیں دے سکا تھا۔ گہری سانس لیتے ہوئے خرمن کی نظر گیت سے برآمد ہوئی سوک تک گئی تھی۔

”عارض آگیا ہے، چلو اب چلتا جا ہے۔“ عثمان حمید کی سے بولنا اس کے ساتھ ہی ٹریک سے اتر گیا تھا، پارکنگ پر یا سہ سیدھا ان دونوں کی طرف آگیا تھا جو اس کے انتظار میں ہی رہے تھے۔

”چلا کہاں ہے؟“ قریب آتے ہی عارض نے سوال کیا تھا۔
”اگر عثمان یہاں ہے تو ظاہر ہے چلا کی یہاں موجودگی ناممکن ہے۔“ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے خرمن نے عثمان کو بھی دیکھا تھا۔

”تم دونوں کے درمیان کب تک یہ پینچش جاری رہے گی؟ معافی کیوں نہیں مانگتے اس سے؟“ عارض نے کہا تھا۔

”میں جتنی بار اس سے معافی مانگوں، تم کہو تو اس کے جیروں میں بھی سر رکھ کر معافی مانگ لیتا ہوں۔“ عثمان بکڑے تاثرات کے ساتھ بولا تھا۔

”جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے بعد تمہارے لیے یہی کرنا مناسب ہے۔“ ناموار نظروں سے عثمان کو دیکھتی وہ عارض کی طرف متوجہ ہوئی کی۔

”میں دوست میں ذرا کچھ آؤں چلا کر پھرتے ہیں۔“ اسے رد کرنے کا اشارہ کرتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

”ابھی میری بات غور سے سنو۔“ وہ بولتی خرمن سے نظر ہٹا تا وہ عثمان سے مخاطب ہوا تھا۔

”ہم نے جو سیکریت انویسٹی کیٹین شروع کی تھی اس سلسلے کو کچھ عرصے کے لیے روک دو، جو ذرا کچھ تم استعمال کر رہے تھے ان سے بالکل الگ ہو جاؤ۔“ عارض کے مدغم لہجے نے اسے چڑھایا تھا۔

”باروں سے ملاقات ہوئی تھی، باتوں باتوں میں، میں نے ان سے جو چند سوالات کیے تھے، انہیں سن کر وہ جس طرح چونک رہے تھے، مجھے یہ شک ہے کہ ان کے علم میں یہ بات آگئی ہے کہ ان کے بیک گراؤڈ کے بارے میں کوئی غیر متعلقہ شخص معلومات لیٹا رہا ہے۔“ عثمان بولنے لگا، وہ بھی جس شخصیت سے میں مل چکا ہوں، اس نے مجھے جیب شش و پنج میں جٹا کر دیا ہے، سب کچھ سمجھنے کی کوشش میں یہ نہیں میں مزید الجھ رہا ہوں یا مجھے خوف ہے کہ یہ سب کچھ لا حاصل نہ ہو، اور میں ایسا نہیں چاہتا، ایسا نہ ہو کہ اوجھار استے طے کرنے کے بعد مجھے مایوسی کا سامنا ہو۔“ وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہو رہا تھا۔

”مایوسی مت ہو، میں جانتا ہوں کہ اتنی تک دوو کے باوجود ہمیں کچھ خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے، مگر جو یقین تمہیں پہلے دن سے ہوا ہے اور جو ہم دوسرے تمہیں خدا پر ہے وہ تمہیں مایوسی سے نہیں آوازے گا، وقت آنے پر ایسا یقین بھی ٹپھ جائے گی، کوئی نہ کوئی مصلحت تو موجود ہے جو تمہیں قدرت نے اس پیچیدہ اور ناقابل یقین حالات میں جکڑا ہے، تمہیں بہت صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا کیونکہ یہ حالات بہت نازک بھی ہیں۔“ عثمان کے تسلی آمیز لہجے پر بھی وہ مضطرب ہی نظر آ رہا تھا۔

”تم مجھے تفصیل سے بتاؤ، باروں سے کہاں گئے تھے تم؟“ عثمان پوچھ رہا تھا۔

(جاری ہے۔)

☆.....☆.....☆

دردِ انجمنِ سیرتِ شریعہ کی

نہیں تھا فائز کے صفات تک پہنچے وہی خطر آتی تھیں۔
ان کے آنے کے دو ماہ بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھ سے 12
سال بڑی تھیں۔

☆.....☆.....☆

”عروشا یہ کیا ہے، بمشکل پاس ہوئی ہو تم۔“ میں
نے آج انیم ایس سی کے ہیڈز دکھائے تھے، اور اس کا
ہیچر اچھائی کنڈا تھا، وہ چپ چاپ مجھے دیکھتی رہی۔
”کیا وجہ ہے؟“ میں نے اس کی نظروں سے گھبرا
کر پوچھا تھا۔

”آپ جہیز ہیں۔“ وہ بولی، میں ساکت رہ گیا۔
”اب کھاس میں آ کر کیا بولتے ہیں، مجھے کچھ پتا
نہیں، چلا مجھے یہاں میں بعد آپ یاد آ جاتے ہیں،
آپ نے فائز کے لیے کیا فائز الیم لکھتے ہیں، تصویریں
ی تصویریں، ہاں میں کیا کہوں میں؟“ اس کی آنکھیں
بھرا آتی تھیں، میں اسے رازت بھی نہ سکا، وہ جو کچھ
رہی تھی وہ میں اس سے پہلے ہی سہ چکا تھا، میں نے اس
کی طرف دیکھا، وہ اٹھ کھیاں بٹھا رہی تھی۔

”عروشا تمہیں پتا ہے میں تم سے کتنا بڑا ہوں؟“
میں نے پوچھا۔

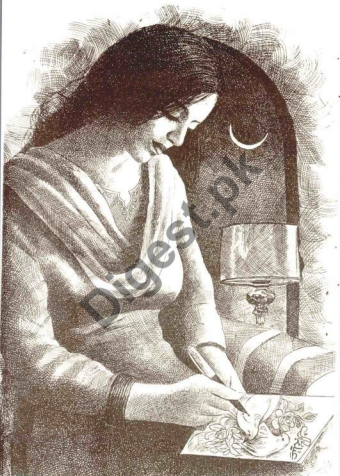
”14 سال دو ماہ۔“ میں بول نہ سکا، یعنی وہ صرف
20 سال کی تھی۔

☆.....☆.....☆

علی اور بیبا میرے بیٹ فریڈ تھے، میں نے خود
انہیں کچھ نہیں بتایا، دونوں خود ہی جان گئے، مجھے آج

میں نے انجمنِ انجمن اسے بہت بے دردی سے ڈانٹا
تھا اور وہ سرخ، پانی بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے
میرے آنکھوں سے باہر نکل گئی تھی، لہذا سانس بھرتے
ہوئے میں نے کھاس، دھڑکنا ہوا مردہ بٹایا تھا، باہر کا
منظر مجھے چند سال پیچھے لے گیا، فرق تو کوئی خاص نہیں
تھا، تب میں باہر ہوتا تھا اور وہ میری چاہت میں کر اس
آنکھ میں بیٹھا کرتی تھیں۔ آج وہ میری اور میں میں
چاہت ہاں اس آنکھ کے اندر بیٹھا تھا، کس کو چاہتا
تھیں وہ ہوتا ہے، اس کا اور اک مجھے کی سال پہلے
تھا، مگر کوئی آپ کو چاہے، یہ بھی تکلیف دہ ہے، اس کا
اور اک اب ہو رہا تھا۔ مجھے تو میری اپنی چاہت مستحضر
کر پائی اور شاید اس کی محبت مستحضر کر پا رہی تھی۔

یکدم میری نظر سامنے بنے کراؤ پر پڑی، عروشا
چلیں جھکائے بغیر مجھے دیکھ رہی تھی، میں جیسے اڑ کے
باہر میں پہنچ گیا، وہ بالکل نہیں اسی جگہ کھڑی ہوا کرتی
تھیں اور میں اس کراؤ میں بیٹھ کے انہیں دیکھا کرتا
تھا، تب میں 29 سال کا تھا، انیم ایس سی کا دوسرا سال
تھا، جب وہ ڈپارٹمنٹ میں سرگودھا سے ٹرانسفر ہو کر آئی
تھیں، ہم رجا، خالق۔۔۔ میں نے میں ڈور کی طرف جانی
روٹیاں پر انہیں چلنے دیکھا تھا، اس دن کے بعد سے دل
ایسا کم ہوا کر ملائی نہیں، ملا تو ان کے آنکھوں میں ملا۔ وہ
انجمن تھیں، مجھے بہت زیادہ انجمن کی تھیں، ان کی کھاس
میں میری حاضری سو لیجھد ہوتی تھی، یہ اور بات ہے کہ
سب سے گند ان کے سنجیکٹ کا ہیچر ہی ہوا تھا، تصور میرا



”سرا میں آپ کے بغیر کیسے رہوں گی؟“ میں چپ رہی۔

”سرا میں خوش نہیں رہ سکوں گی۔“ وہ وہی تھی۔

”تو میں کیا کروں عروشا؟“ میری پس ہو گئی۔

”سرا آپ مجھ سے شادی کر لیں۔“ میں اس کی جرأت پر ہنسنے لگی۔

”عروشا ارمان غلبہ ہے تمہارا؟ شرم تو نہیں آ رہی تھیں، ہے ناں؟“ میں اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔

”سرا آئی ٹوئے!“ وہ بولی اور میرا ہاتھ گھیرا، اس کا سر ہاتھ میں لے کر دھڑکا، وہ چھپرہ مار کر رہا تھا۔ جو میرے لگا تھا، میں نے بھی ان کے سامنے اتنی ہی جرأت دکھائی تھی، وہ بھی جڑا ہوا لڑکھائی تھی، جیسا میری نگاہ میں بولی تو ایک اس کے بھی لگاوی۔

”خبردار! جو آئندہ ایسی بدبختی کی تو۔“ میری محبت کو وہ بدبختی کی بددی تھی، اس بات میں مزید غور کیا۔

”اویار اتانا کون ہے، میں خود بات کرتا ہوں۔“ کبھی نے پایا کو کچھ نہ بتایا۔

”شادی کرے گا اس سے؟“ وہ بولے، میں نے اُٹھ کر سر ہلاتی۔

”میں کی کر لیں۔“ مجھے پھر لگا کہ وہ مذاق کر رہے ہیں اور میں نے غلطی سے ہوئے نکات میں سر ہلایا مگر پایا مذاق نہیں کرتے تھے۔

☆.....☆.....☆

عید میں دو دن دور گئے تھے اور عید سے ایک دن پہلے عروشا کی شادی رکھ دی گئی تھی، وہ مصوم اور نازک لڑکی دو دنوں کی طرح میرے آگے پیچھے بھرتی رہی، مگر میں اس سے کس نہ ہوا اسے دیکھ کر مجھے ادراک ہوتا کہ کیوں مجھ پر جاو میرا بیٹھ نہیں کرتی تھیں، چند سال پہلے تک وہ جو کہیں میں وہ مجھے کھٹکھٹیں آتا تھا، جیسے آج میرا کہا عروشا کو کچھ نہیں آ رہا تھا، میں نے عروشا کی ایک نہ سنی جیسے انھوں نے میری نہیں سنی تھی، اب بھی دو دن بعد

بھی یاد ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد علی نے مجھے پورا ڈیڑھ گھنٹہ سمجھایا تھا اور میں اس کی ہر بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتا گیا تھا۔

”تھ سے بڑی ہیں وہ۔“ یہ سب سے بڑا مسئلہ تھا جو میرے نزدیک سرے سے مسئلہ ہی نہ تھا، اور پھر ایک دن میں بے بسی ہو کر ان کے آفس میں چلائی گیا تھا، وہ سمجھیں کہ شاید میں کچھ پوچھنے آیا ہوں، مگر میں تو انھیں کچھ بتانے آیا تھا اور میرا بتایا ہوا نہیں بہت برا لگا، میری ابھی خاصی بے مزنی کر کے انھوں نے مجھے آفس سے نکال دیا، اس دن مجھے پتا چلا کہ دل ٹوٹا کسے کہتے ہیں۔

اور پھر..... ہمیشہ کی طرح میرے اس دکھ کو بھی انھوں نے بانٹ لیا جو بیٹھ بٹھ کے دکھ بانٹنے آئے تھے، میرے پایا..... ہمیشہ سے میں بات کرنے والے پایا، 3 سال کی عمر سے وہ مجھے بانٹتے ہی آئے تھے اور کچھ معقول میں میری ہر جائزہ، ناجائز خواہش پوری کرتے آئے تھے، آپ لوگ شاید بھی نہ کریں، مگر میرے پایا کی بہت چھوٹی عمر میں ہی شادی ہو گئی تھی اور وہ مجھ سے صرف اس لیے بڑے گھٹتے تھے کہ میں انھیں پایا کہتا تھا، ورنہ وہ صرف 37 سال کے تھے۔

”کیا ہو گیا بیرو؟“ انھوں نے مجھے بازوؤں میں بھر لیا۔

”مشتاق ہو گیا۔“ میں فوراً بولا۔

”اوئے ہوئے وہ تو مجھے بھی ہو گیا ہے بیرو!“ میں کچھ شاید وہ مذاق کر رہے ہیں، مگر پایا مذاق نہیں کرتے تھے۔

☆.....☆.....☆

”سرا سہ آئی کم ان؟“ عروشا اجازت مانگ رہی تھی، میں نے سر ہلایا، وہ اندر آ کے چند لمحے چپ رہی، پھر یوں شروع ہوئی۔

”سرا میرے والدین نے میری معافی کر دی ہے۔“ واقعی میں چند لمحوں کے لیے سن ہو گیا مگر پھر بولا۔

”تو کب...؟“ وہ آگے گواہی۔

میدختی، میں اوپر کمرے میں تھا جب بیچے سے پایا کی آواز آئی، میں فوراً بیچے آیا، لاؤنج میں وہ اکیلے نہیں تھے ان کے ساتھ۔

”صائم! اشیاء پر غور نہ کر، ان کی جگہ کوئی اور ہو جس تو شاید میں قبول کر لیتا مگر وہ... اور میری نہیں، پایا نے مجھ سے جین لیں 20 سال انھوں نے صرف میری خاطر تھا گزارے تو وہ مجھے بہت اچھے لگے، اگلے تیس سال کے لیے انھوں نے ساتھ جین لیا تو مجھے وہ برے لگے، بہت برے... اور ساتھ ہی کون سا؟ میرا ساتھ جین لیا انھوں نے، میں وہاں دیک نہیں سکا تھا۔

☆.....☆

درداز سے پریشان ہوئی تھی، انھوں میں آیا پانی صاف کرتا میں درداز سے ٹک آیا ہمارے چل کر آقا، میں حیران ہوا۔

”صائم! خدا کے لیے اس کی سزا ہے۔“ اس نے سیاہ چادر اور سرخ لباس میں ملیں عروہ شکر کو بوسے مانگے کیا تھا، میں دم بخود رہ گیا، وہ آگے کو آئی تھی۔

”سرا! میں نہیں رہ سکتا اس کی آپ کے بغیر پلیز! وہ میرے قدموں میں گر گئی، میں پیچھے ہٹ گیا، اس کے آنسوؤں کی قدر نہ کر سکا۔

”صائم! تو تو خود ان راہوں کا مسافر رہا ہے، مگر اتنی سنگدلی کیوں؟“ علی بولا۔

”ترجائے بھی ایسی ہی سنگدلی دکھائی تھی علی!“

میرے منہ سے نکل گیا۔

”تو تو دل لے رہا ہے؟“ وہ بولا، میں سر نہ جلا سکا، میں نے اس بات بھی عروہ شکر کو دکھا کر دیا۔

”صائم! جب کوئی لڑکی تمھیں اتنی شدت سے چاہے تو اسے مت ٹھکراؤ، تو اچھا نہیں کر رہا۔“ عروہ شکر دابکس چلی گئی، میرے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا تھا۔

☆.....☆

میں نے رجا کا وجود مگر میں برداشت ہی نہ کیا، دن بدن رجا سمیت پایا کے ساتھ بھی بدلتا ہوتا جا گیا، پایا

سے بات کرتا بھی کم کر دئی، مجھ سے پایا کی فہمی اور خوشی برداشت نہیں ہوتی تھی، صرف دو ماہ برداشت کیا میں نے اور اس کے بعد اس دن کچن میں رہا جس برس چڑا۔

”بڑا انجک بھی نہیں ہاں آپ خود کو مگر بیک بن تو نہ سکیں، میرے پایا کو پھنسا لیا آپ نے۔“ وہ تڑپ نکلتی۔

”زبان کو کاہو میں دیکھو صائم!“ مگر میں چپ نہ رہ سکا۔

”میری زبان سے ہی مسئلہ رہتا ہے آپ کو عزت سے نام لیتا تھا تب بھی، پیار کا اظہار کرتا تھا تب بھی، آج نام نہیں لیتا ہوں تو تب بھی ماورہ مجھے پایا تو کاش ایسے پایا میری زندگی میں نہ ہوتے، جنھوں نے مجھ سے میرا پیار بھیج لیا۔“ میری آواز اتنی دھیمی نہیں تھی کہ باہر کھڑے پایا تک نہ پہنچ جاتی، وہ ساکت رہ گئے، کچن سے باہر نکلتے ہوئے میں نے پہلی بار انھیں کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا، آخری بار... اس کے بعد انھوں نے انھیں سونڈ لیں، میری بات مان لی، وہ میری زندگی سے چلے گئے۔

☆.....☆

جس بھی میں نے مہکا دن روئے گزارا تھا اور آج بھی نہ بچے پایا شدت سے یاد آ رہے تھے، پایا کے جانے کے بعد رجا کی حالت کچھ نہ تھی، ان کی تو زندگی جلا ہو گئی تھی، ایک ماہ بعد میں انھیں اسپتال سے واپس لایا، وہ خاموش ہو گئی تھی، ان کی صحت ختم ہو گئی تھی کہ وہ Expected ہو گئیں، دل کے ٹکڑے کرواتے ہوئے میں نے وہ عرصہ گزارا۔ خود سے 22 سال چھوٹے بھائی کو کوہ میں اٹھاتے ہوئے مجھے پایا شدت سے یاد آئے، پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا اور میرے نصیب میں نہیں تھیں، یہ طے تھا اس لیے میں نے اپنی اور ان کی دونوں کی زندگی کو حیرانہ جہنم بنانے سے بچا لیا، اس دن میں ان کا پاسپورٹ اور کارڈنات کے گرا پھا۔

”آپ امریکا واپس چلی جائیں، اپنے بھائی کے

ابھی دروازے کے پاس ہی تھا جب پیچھے سے اس کی آواز اور قدموں کی دھمک آئی تھی۔
 ”ہیش یوں ہی کرتے ہیں آپ جب بھی چھوڑ دیا تھا مجھے اور آج پھر چھوڑ کر جا رہے ہیں جب بھی میں ہی روک دی گئی اور آج بھی میں نے ہی روکا ہے۔“ وہ یکدم پیچھے سے میرے ساتھ آ کر لگی تھی، مجھ سے عزائم کیا۔

”وہ کچھ اور عروش اب تم سے اور بڑا ہو گیا ہوں۔“ وہ میرے سامنے آئی تھی۔
 ”کوئی بات نہیں، اب میں بھی بڑی ہو گئی ہوں۔“ وہ مسکرائی تھی۔ وہ عید میں نے اور عروش نے مل کر منائی تھی۔
 واقعی فرنی کوئی نہیں ہے، کسی کو چاہتا اگر کمزور کرتا ہے تو چاہا جانا مفروز کر دیتا ہے، کمزوری اور غور، دونوں ہی دیکھ دیتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

ادارہ رڈا ڈائجسٹ
 کی طرف سے جنوں کے لیے ایک اہر ہال

تم میرے ہو کے رہو
 صالحہ محمود

قیمت: 500 روپے

مطبوعہ:

دبیل کمپیک چورٹ اردو بازار کراچی

پاس۔“ میں نے ان سے کہا تھا۔

”جب تک زندہ ہوں، جب تک آپ کو یاد آپ کے بیٹے کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“ پاپا کی چیخ جانیہ لو ان کے چھوٹے بیٹے کے نام کر کے میں نے کائنات زبردستی رجا کو دے تھے، واپسی کے وقت میرے گتے لگ کے بہت دوری تھیں، وہ مجھے صاف کر گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اب بتائیں، نہیں میں کوئی فرق چاہنے اور چاہے جانے میں؟ دونوں ہی تکلیف دیتے ہیں، دونوں ہی دلاتے ہیں، دونوں ہی صبر کھاتے ہیں، میں نے اور علی نے مل کر ایک آرگنک ڈانک ایڈمز سٹریٹ لاج کی تھی، اس دن ہماری ایڈمز سٹریٹ لاج کی ڈیٹنگ تھی، عروش والے تھے کوئی تین سال ہو گئے تھے، علی نے مجھے بتایا کہ دوسری کھانی کی چیخ بہن خود آ رہی تھی، سرسبز سے نکلتی چنگ سائڈ میں بلیس عروش کے آگے چھوٹیں کالے کپڑے کرتے ہوئے میں سن رہا تھا، عروش کے آگے چھوٹیں میری قسمت میں ہی تھے تھے، عروش سارا وقت اس کے ساتھ نہ بولی، مجھے بعد میں پتا چلا کہ چند ماہ پہلے اس کے بیٹے کی وفات ہو گئی تھی اور آج کل وہ اپنی رہ رہی تھی، علی نے مجھ پر دباؤ لانا شروع کر دیا۔

”قسمت ہمارا یوں موقع نہیں دیتی صائم“ میں چپ رہا۔

”وہ نہیں مانے گی۔“ مجھے یقین تھا اور وہ نہیں مانی، اس کے انکار کے لیے اس ایک راست کی تخیل ہی کافی تھی، اس دن میں آخری بار اس کے آفس میں گیا تھا وہ مجھ پر چڑھ رہی تھی۔

”جب کیوں نہیں مانے تھے؟ جب بھی تو میں ایسی ہی تھی میں، کہا تھا میں کہ آپ کے بغیر خوش نہیں رہ سکوں گی۔“ وہ رہ رہی تھی۔

”جب میں نہیں مانا، آج تم نہیں مان رہی ہو فرق تو کوئی نہ ہوا۔“ عروش چپ رہی، میں واپس پلٹ گیا وہ دن بعد عید تھی اور شاید ایک بار پھر رو کر گزری تھی۔ میں

نظرِ بد کی حقیقت

نظر رکھیں ہمارے میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے فرمایا : اَلْعَيْنُ حَقٌّ

1000 4/24/2012

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کو دیا کہ تم غزوہ بدر کے پہلے تہذیبِ اسلامی کی طرف سے تھے۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر ایک چراغ کو رکھا جس کا چروندہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میں نے اسے دعا تو یہ کہ اسے غزوہ بدر کی ہے۔ (بخاری، مسلم)
حضرت عون بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابراہیم کہتے تھے (اسلام) نے اس کے بعد ایم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہی تنہذات مجھے پیش کرو، اگر ان میں شرک و بتوتوں کا کچھ تھا تو ان میں کوئی حرج نہیں۔ (مسلم)

عالم

• آپ مثلِ ادریس علیہ السلام نے غلو سے بچنے کے لئے دعائیں کہلاتی ہیں اپنی است کو کہائے : **عَظْمًا فَرَمَا** کہ جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو بَارَكَ اللهُ کہو۔ وظرفہ :

جس کا غرض، اس کو کہنا ہے کہ غسل کرے اور اس کے غسل کا پانی اس شخص کے سراور میں بہا دیا جائے جس کو غفر
 لگی ہو۔ (مشکوٰۃ)

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ

• سورۃ الطلاق اور سورۃ الناس میں فکر کرنے کے بطور نمونہ پڑھنا چاہیئے۔ (صحیح ترمذی)

آخری اور مکمل انشادات آف اسلامک ایجوکیشن فاؤنڈیشن

www.istadqah.com

021-5383550 021-5872923-5896784

العبادۃ الہیہ کی برکات

”شاید آپ کے چلے جانے سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔“ ڈاکٹر شاہ نے شریر لہجے میں کہا۔
 ”میں انہیں اس حالت میں چھوڑ کر جانے والا نہیں ہوں ڈاکٹر!“ وہ سنجیدگی سے بولے۔ رابی نے



انہیں ڈاکٹر شاہ سے اپنے متعلق بات کرتے دیکھا تو اس کے ذہن میں یہ شعر بے اختیار چلا آیا۔

دل بھی پاگل ہے کہ اس شخص سے وابستہ ہے

جو کسی اور کا ہونے دے نہ اپنا رکھے

”آپ کو بھی مجھے بے چین کے بغیر چین نہیں آتا، ڈاکٹر زکے کا بوسہ ہی نہیں آتیں، وہ بے جا رہے
پریشان ہو کر مجھے کال کر لیتے ہیں، آپ کا علاج میرے ہاتھ میں ہی تو ہے ناں، اور یہ کیا سخت مسائل آپ
کی شادی ہے اور آپ نے اپنی یہ حالت بتائی ہے۔“

”میں نے خود تو نہیں بتائی۔“ وہ نگاہ کے کریمیتی آواز میں بولی۔

”تو کیا میں نے بتائی ہے؟“

”ہاں!“ اس کے منہ سے بے اختیار نکلیں گیا اور ساتھ ہی آنکھ سے آنسو بھی۔

”کیا؟“ وہ اس نقطے کی کمرانی جان کر جہاں خوش ہوئے تھے وہاں حیرت کا اظہار کرتا بھی ضروری



سمجھا۔

”میں اتنا کامل اور بے دہم لگتا ہوں آپ کو؟“

”جی نہیں... میں نے ہمیشہ ہر کسی کے متعلق غلط اندازے لگائے ہیں، ہر بات... میری ہی کم عقلی، نا سچی اور بے وقوفی سے کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔“ وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تو وہ بے چین ہو کر اسے دیکھنے رہے۔ رات کے آخری پہر انھوں نے اسے زبردستی دوا کھلا کر سلا یا تھا، صبح کے دس بج رہے تھے، جب اس کی آنکھ کھلی۔ اسے اپنے کمرے کی بدلی ہوئی حالت پر بہت حیرت ہوئی۔ کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا، شادی مبارک کے خوبصورت پوسٹر بنا کر دیواروں پر لگائے گئے تھے۔ پھولوں کے گلدستے، چٹیلے کاغذ سے لڑیوں سے سجے دو دیوار بہت اونچے لگ رہے تھے۔ اسے کچھ نہیں آئی کہ یہ سب کیا ہے اور وہ کیاں ہے؟ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ آنکھیں اوٹ کھلی تھیں اور حیرت زدہ تھیں سرخ سرخ سوہمی ہوئی آنکھوں کا مکمل کھانا بھی مشکل تھا۔ بخار سے اس کا پورا بدن تپ کر سرخ ہو رہا تھا۔ ہونٹوں پر خشکی کے آثار تھے، ہلے جلتے کی سکت باقی نہیں تھی اس میں۔ زس اسے دامن دم تک سہارا دے کر لے گئی۔ وہ ضرور بات سے فائدہ ہو کر تو لپے سے چہرہ خشک کرتی بے جان قدموں سے چلتی اندر آ گئی۔ زس نے اسے دلیہ کھلایا اور دوا کھلا کر اس کے بالوں میں کھنسی کی۔ اس سے مارے تکلیف اور کڑوری کے بیٹا نہیں چار رہا تھا۔ وہ پھر بستر پر لیٹ گئی، اس کی سانسیں اتنی تیزی سے آ جا رہی تھیں کہ جیسے وہ سوئیل فی کھنٹ کی رفتار سے بھاگ کر آ رہی ہو۔ یہ ساری صورت حال اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ سر ویسے ہی سن ہو رہا تھا، رواں سروں دکھ رہا تھا، بخار میں انگڑیاں ہوا تھا۔ اسے یہ سب اپنا وہم، آنکھوں کا فریب ہی محسوس ہو رہا تھا۔

”ہم تو تمہاری عبادت کرنے آئے تھے، یہاں آ کر پتا چلا کہ آج تمہارا نکاح ہو رہا ہے، ابھی ابھی تو بہت خوشی ہوئی تھی کہ آجیے موقع پر پہنچ گئے ہم لوگ، اور آجیے شادی میں شرکت کریں گے، ہاسٹل کے دار میں شادی کرنا دنیا کا اچھا کام ہوگا۔“ تاہید بھابی کی آواز اس کے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، ان کے ساتھ دویم اور ایشمین بھی تھے، دویم سووی یکمرہ کے کھڑا تھا۔ اس نے پیشکش اٹھنے کی کوشش کی دویم نے یکمرہ آن کر دیا۔

”اوہ... میری شادی۔“ اس کی سمجھ میں اب اصل بات آئی تھی، اس کا قہر ڈوبنے لگا، گویا وہ سب اس کی ہاں کے ہتھکڑ تھے۔ اس نے اقرار کیا کیا تھا اگلے دن ہی اس کو رخصت کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔

”تو کیا میں بیچ بیچ ان سب کے لیے بوجھ اور بدنامی کا باعث تھی۔“ اس نے دکھ سے سوچا۔

”بھئی اوہ خوش قسمت اور بہادر دہلیا کہاں ہے جس نے ڈھی دہلیا پر ہند کی ہے؟“ ایشمین نے اس کے پاس بیٹھ کر شرارت سے کہا تو اس کی نظروں میں اختتام کی صورت آ سائی۔ دل ان کی جدائی کے اس مستقل خیال سے تڑپ اٹھا، سر ہری طرح چمکا کیا تو اس نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا لی اور دل میں خدا سے اپنے خوش اور پرسکون مستقبل کی دعا مانگنے لگی۔

اور پھر ایک ایک کر کے سب گھر والے اس کے کمرے میں جمع ہو گئے۔ اختتام کے ممی، ڈیڈی کو اس نے نہانے کس آس پر تلاش کرنا چاہا مگر وہ نہیں نظر آئے۔ تاہید بھابی اور ایشمین اپنے اپنے شوہر کے

ساتھ موجود تھیں۔ وہ بالکل ہی بے دم سی ہو گئی۔ نصرت نے اس کے سر پر سرخ بھاری کام والا دوپٹہ اوڑھادیا۔ دیکھ مودی بتا رہا تھا ساتھ ساتھ رانی کو شرارت بھرے جملے بھی سنارہا تھا۔ اسے ہوش ہی کہاں تھا وہ تو اپنی زندگی کے اس اہم موڑ پر اپنے دل کی اہم ہستی کے چھین جانے کے غلغلا احساس سے ہی اوجھ موی ہو گئی تھی۔

مجھے تو اس کی جہاننی ہی مار ڈالے گی

میں کس کے نام اب اپنی زندگی لکھوں!

اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کس کے خیالوں میں گم ہے اور کس کے نام کا حرف اپنے نام کر دیا ہوگی۔ اسے اپنی زندگی میں شامل کر چکی ہے، کون اس کی زندگی کا مالک بن بیٹھا ہے، جسے اس پر اختیار اور استحقاق حاصل ہو گیا ہے اس نے تو بس ابو اور امان بھائی کے کہنے پر تین جگہ کاہتے ہاتھوں سے دخل دے کر دیئے تھے اور پھر ایسے ہو گئی تھی جیسے اپنا سب کچھ ہار گئی ہو۔ اسی ابو اور امان بھائی نے اس کی بیٹھائی باری باری چڑی ہو گئی۔ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ نکاح خواں کا ہاتھ اس نے اپنے سر پر ٹھوس کیا تو اس کے سینے کو دھڑکنے لگے۔

”رانی! بہن! ادھر رہیں، میں تمہارا نکاح ڈال لے رہا ہوں۔“

شازیہ کے شوہر دیکھ کر اس کے چہرے کو فکس کرتے ہوئے کہا تو اس نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا چپکوں پڑ کے آنسو رونے لگی تھیں۔

”اے شادی مانی! مجھے نہ بہاؤ، نہ بھڑکنا، نہ بھڑکنا، نہ بھڑکنا۔“ دیکھ کر اس نے شوخ لہجے میں کہا مگر اس کے لبوں پر ہلکی سی بھی مسکان نہیں ابھری وہ تو کھلے طور پر غم اور بے بسی کی تصویر لگ رہی تھی۔ بخار سے وہ ویسے ہی اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ آنکھیں بند ہو کر رہی تھیں۔ وہ سب مٹھائی سے ایک دوسرے کا منہ میٹھا کر رہے تھے، اور اس کا حلق تک بنا چکے تھے۔

جس کو چاہا اس کو پا کر گئے

آرزو کا شہزادہ ہم بسا نہ گئے

”رانی! چنانچہ تم بھی منہ میٹھا کر لو، خدا تمہارا نصیب سب سے اچھا کرے۔“ نصرت نے گلاب جاہن اس کے منہ کے قریب لاکر کہا اور وہ چپکرا چپکرا کر ایک سانس بند ہو کر رہ گئی۔

”رانی!...“ سب ایک ساتھ چیخ اٹھے۔

”اب آپ میں سے کوئی ان سے ملنے کی کوشش نہ کرے، سب لوگ چلے جائیں یہاں سے، ہم آپ کو ان کی کنڈیشن سے متعلق اطلاع فون پر دیتے رہیں گے اور اگر آپ کو رانی کی زندگی عزیز نہیں ہے تو بے شک ان کے کمرے میں جمع آگئے رہیں، جاتے سے ان کی ڈیوٹی باؤی اپنے ساتھ لے جائے گا۔“ پینتالیس سالہ ڈاکٹر شاکر نے رانی کا معائنہ کرنے کے بعد ان سب کو مخاطب کر کے کہا تو سب بے چین ہو گئے۔ نصرت اور شازیہ تو باقاعدہ رو رہی تھیں۔ شازیہ، شازیہ اور سعدیہ باجی نے اس سے معذرت بھی کی تھی اپنے رویوں کی مگر وہ تو بہت ہی چمکی تھی اس نے تو جیسے ان کی کوئی بات سنی ہی نہیں تھی۔

جاں ہے کہ نکلتی ہی نہیں ہے

دل ہے کہ سنبھلا ہی نہیں ہے

برف تیری محبت کی پھلتی سی نہیں ہے
وہ سب غمزدہ اور آبدیدہ وہاں سے واپس چلے گئے تھے، رانی کو اگلے دن ہوش آیا تو اس کی آنکھوں
نے سب سے پہلے جو چہرہ دیکھا وہ احتشام کا چہرہ تھا۔

☆.....☆.....☆

”بھرے جاتے ہی آپ کی سانسیں اکھڑنے لگتی ہیں، اتنا بے لگام چھوڑنا بھی اچھا نہیں ہوتا دل کو،
کہ جب چاہے سانسوں کی طہا میں کھینچے لگیں، بہر حال اس سے ایک بات تو ثابت ہوئی ہے کہ آپ مجھے
اذیت پہنچا کر پریشان کر کے بہت خوش ہوتی ہیں۔“ احتشام نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت نرم
لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا، تو وہ بے قراری سے انہیں دیکھنے لگی، بٹنے چلنے کی بولنے کی سکت کہاں تھی اب
اس میں۔

”رانی! آپ جو بار بار موت کے منہ سے زندگی کی طرف لوٹ آتی ہیں، اس کا کوئی نہ کوئی سبب تو
ہو گا ناں، قدرت آپ کو زندہ رکھنا چاہتی ہے اور آپ ہیں کہ موت کی طرف بار بار وہستی کا ہاتھ بڑھانے
لگتی ہیں، آخر کون؟“ چرخہ جس کا ہوسرا بھی اسی کو پٹی جا رہے، چاہتے والوں کو سزا نہیں دیا کرتے، اور آپ
کو جینا ہے رانی! کم از کم اس شخص کی خاطر ہی خود کو سنبھال لیجیے، جسے اب آپ کا مالک و مختار بنا دیا گیا
ہے، جواب آپ کا شریک زندگی، شریک سفر بن چکا ہے، پلیز رانی! خود کو مضبوط بنائیے، سنبھالیے خود کو
اس کی خاطر جس نے آپ کو زندہ رکھا، آخر اتنا دے کر بچایا ہے، اتنے سارے لوگ آپ کے لیے دعا گو اور
پریشان ہیں، کوئی تو ہے جو آپ کو زندہ اور صحت مند رکھنا چاہتا ہے، کسی کی دعاؤں رست جگہں، آنسوؤں
اور مہجوں نے آپ کو نئی زندگی دی ہے، اس کی دعاؤں، رست جگہں، آنسوؤں اور مہجوں کا ہی کچھ خیال
کر لیجیے۔“ احتشام نے اس کے خاموش کھتے رہنے پر کچھ سہمی مدھر اور نرم لہجے میں کہا تو اس کے اندر
زندگی کی حرارتیں سرایت کرنے لگی تھیں، مگر ایک دنگ بھی دل میں پہنچے گا تو نہ کر سکتا تھا کہ وہ اب کسی اور
کے نام منسوب ہو چکی ہے، اپنی اصول مہجوں کو خود اس نے اپنے لیے رکھی، مان بٹان پن اور خوف کی وجہ سے
فکرا دیا تھا، چھٹی تو شام نے اپنا راستہ الگ کر لیا تھا، آخر کب تک وہ اس کے راستے چلتے اس کا انتظار
کرتے، پھر بھی اس کا اس قدر خیال رکھ رہے تھے، انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا تھا کہ تمام مرد
برے اور عالم نہیں ہوتے اور ان کی اس بات کی تو وہ شروع دن سے قائل ہوئی تھی، مگر صرف ان کے
معاملے میں، وہ سرباپا و قار اور وہ جاہت کا بھروسہ تھے، کتنے نرم طو، خیر خواہ، اس کے خوفزدہ اور نامید دل میں
محبت کی چاندنی انہوں نے ہی تو کاشت کی تھی، پیار کا اعتبار انہوں نے ہی تو دیا تھا اسے۔

”رانی!“ احتشام نے اس کی مسلسل خاموشی سے گھبرا کر پکارا۔
”ہی۔۔۔“ اس نے ہنسنے لگا تھا ہی کہا تو وہ بولے۔

”آپ نے میری باتوں کا برا تو نہیں منایا؟“

”نہیں۔“ وہ مختصر جواب دے کر خاموش ہو گئی، وہ چند لمحوں کے چہرہ چہرے کو دکھ سے دیکھتے
رہے پھر گہرا سانس لے کر بولے۔

”اوکے میں چلتا ہوں مس رانی! اور وہی! اب تو آپ مسز رانی.... کیا نام ہے آپ کے سہیل کا؟“
”نام... سہیل؟“ رانی نے اپنے ذہن پر بہت زور دیا اور بے بسی سے اپنا سر ہلایا، کوئی نام اس کے

وہاں میں نہیں ابھرا، سوائے شام میں نے بے چینی سے نئی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے... نہیں معلوم!“

”عجب ہے، آپ کو اپنے شوہر کا نام بھی نہیں معلوم، اچھا خیر یہ بتائیے کہ وہ ہیں کیسے، کیا بہت خوبصورت ہیں؟“ انہوں نے حیران ہو کر کھلی بات پوچھی۔

”جانتی نہیں۔“ اس نے بے بسی اور شرمندگی سے کہا، اسے اس وقت اپنا ہوش ہی کب تھا، جو نام اور صورت کی طرف اس کا دھیان جاتا، اور اس کا سارا دھیان تو ان کی طرف کھینچ کر اس کی حالت بری بنا رہا تھا اس لیے۔

”میری حالت ایسی نہیں تھی کہ میں یہ سب جاننے اور دیکھنے کی کوشش کر سکتی۔“ اس نے بات صاف گوئی سے ان کے گوش گزار کر دی۔

”چلیئے ماں لیا، مگر اب اپنی حالت بہتر بنا لیجیے تاکہ آپ اپنے شوہر کو جان اور پہچان سکیں، اوکے؟“ وہ یہ کہہ کر جانے کے لیے نکلے تو اس نے بے اختیار ہو کر کہا۔

”آپ بھر جا رہے ہیں؟“

”ہاں لیکن آپ بھر سے بے ہوش نہیں ہوں گی، اور نہ ہی اپنی حالت خراب کر کے موت کو بلانے کی کوشش کریں گی، آپ کو صحت مند ہو کر جلد از جلد اپنے گھر جانا ہے، اتنی ہی بات تو مان لیجیے میری، کیا میرا اتنا ساقی بھی نہیں ہے آپ پر؟“ انہوں نے اس کے قریب آ کر شکر اکر نری سے کہا تو اس نے دل میں کہا۔

”اس دل نے تو سارے حق آپ کے نام کر دیے ہیں کب سے۔“

”آپ کو... مجھ سے اب... کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ وہ صحت کر کے بولی۔

”گنڈا یہ ہوئی ناں زندہ دل لوگوں والی بات، اوکے آپ آرام کیجیے، میں اب آپ سے اس وقت ملوں گا، جب آپ عمل طور پر صحت یاب ہو کر یہاں سے نکلیں گی۔“

”آپ کی... بھیجیتر کا کیا حال ہے؟“ اس نے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

”ٹھیک سے مگر بہت افسردہ ہے وہ میرے بغیر، اب انشا م اللہ میں اسے جہاں کو اپنے گھر لے آؤں گا، تاکہ اس کی افسردگی اور میری بے قراری کو فرار آ جائے، اوکے سی بے شک۔“ اس نے کہا، آپ کو اپنا بہت خیال رکھنا ہے، آپ جانتی ہیں ناں کہ کسی کی دعاؤں نے آپ کو بچایا ہے، انجانا موت کیجیے گا اب کی بار، اللہ حافظ! وہ اپنی بات عمل کر کے چلے گئے تھے، اور اسے ایک بار پھر انھیں اور دکھ کی کیفیت نے ٹھیر لیا تھا، اسے میں نرس آملی، اس کا منہ ہاتھ دھوا کر اسے ناشہ کر دانے کے بعد اس نے اسے دوا کھلائی، وہ ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ بھی کر رہی تھی اس سے۔

”آپ کے کزن تو آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں۔“

”جی ہاں، بہت اچھے انسان ہیں شام!“ رانی نے دل سے کہا۔

”ابھی انسان ہیں، جب ہی تو آپ کو خون کی دو بوتلیں دی ہیں انہوں نے۔“ نرس نے کہا۔

”مجھے خون کی دو بوتلیں شام نے دی تھیں؟“ رانی کا اعزاز و یقین کی سند پار سے حیران کر گیا۔

”ہاں رانی صاحب آپ کو پتا ہی نہیں ہے، وہ تو تیسری بوتل دینے کو بھی تیار تھے، لیکن ڈاکٹر شا کرنے

منع کر دیا کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں، بے شک وہ صحت مند آدمی ہیں، لیکن اسٹھی دو دو تھیں خون کی جسم سے نکال لینے کے بعد تیسری نکالنا تو خطرے والی بات تھی۔ ”نرس تو اور بھی بہت کچھ بتا رہی تھی اور وہ احتشام کی صفیوں، دواؤں، رست جگہوں اور آنسوؤں کے یو جو تھکے دیتی چلی جا رہی تھی، آنسو بے آواز بہتے چلے جا رہے تھے، دل ان کی محبت میں قربان ہو رہا تھا۔

”تو شام آدھ کو کوئی دھک آپ خود تھے، میرے لیے اتنا کچھ کر کے بھی کوئی تھکنا، کوئی نگہ نہ کیا آپ نے، آپ واقعی بہت عظیم انسان ہیں، لیکن میں کتنی بد قسمت اور بے وقوف ہوں کہ جب خوشی اور محبت نے مجھے اپنا ناچا بنا تو میں انہماں بنی رہی، ڈرتی رہی اس ڈر نے مجھے آپ سے اقرار محبت نہیں کرنے دیا، اور تقدیر نے مجھے کسی اور کے نام سے جوڑ دیا، کاش.... آپ ہی کہہ دیجئے، جب میرے دل کا حال بھی جانتے تھے کہہ کیوں نہیں دیا سب کچھ؟“ اس کی سوچوں نے اسے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا، مگر اس نے احتشام کی ان مٹائیوں اور محسوس کی خاطر خود کو مضبوط اور صحت مند بنانے کا تہیہ کر لیا اور اپنی قوت ارادی سے خود کو صحت کی طرف مائل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

”شکر ہے تمہارے دماغ پر کئے ہیں اور تم نے آرام سے چلتا اور کام کرنا شروع کر دیا ہے، بس اب جلدی جلدی پانی کمزوری بھی مٹاؤ، کیونکہ مگر میں تمہاری رخصتی کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں۔“ جو یہ یہ بھائی نے اس کو کہا کہ سچ، جو کچھ کہہ خوشی لے لے گا۔

”تیار یاں....؟“ اس کا ہاتھ بالوں میں بٹھرتے پھیرتے رک گیا۔

”تیار یاں کسی بھائی؟ میں نے منع کر دیا تھا کہ میں مجھ نہیں لے جاؤں گی اور آپ نے ان صاحب سے نہیں کہا، جن سے میرا نکاح پڑھوایا تھا؟“

”تمہارے دولہا میاں ہی سب تیار یاں کر رہے ہیں، انہیں سوئے تمہارے کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور تمہارے کپڑے، جو تے اور زیور کا ناپ وہ کس کا لے جائیگے ہیں، اب تو تقریباً سب ہی چیزیں تیار ہو گئی ہیں، جن کی ضرورت رخصتی والے دن ہوگی وہ چیزیں انہوں نے کل پہچان دی تھیں، جسم سے بہت نرم رست اور خوبصورت مردی جوڑ اور زینچ رات ہیں تمہارے، تمہارا حسن دواؤں سے ہو جائے گا ان میں سچ کر، اور ہم نے تو چھوٹی موٹی تیاریاں کرنی ہیں، دھوم دھام سے ہوگی تمہاری رخصتی، ہم سب کی دواؤں اور نیک تمناؤں میں تم اپنے دولہا میاں کے ساتھ رخصت ہوگی انشاء اللہ“ جو یہ یہ بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی، لگا ہوں میں احتشام کی دلکش صورت آسانی اور وہ سرد آدھ کر رہ گئی۔

”السلام علیکم؟ کیا حال ہے ہماری وکیل بیٹی کا؟“ صدیقی صاحب جن کے اظہار وہ کام کرتی رہی تھی، ہاتھوں میں پھولوں کا گلہستہ لے کرے میں داخل ہوئے۔

”السلام علیکم! ایں بالکل ٹھیک ہوں، اب بس دو ایک روز میں مگر شفٹ ہو جاؤں گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دوبری گڈ! تو بہت خوشی کی خبر سنائی تم نے، شکر ہے کہیں سے تو خوشی کی خبر سننے کو ملی، ورنہ تو دوسری خبریں سن کر زندگی سے شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی۔“ صدیقی صاحب نے گلہستا سے دیکھتے ہوئے

اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر کہا۔

”خیریت تو ہے انگل! آج سے پہلے تو میں نے آپ کو کبھی اس قدر رنجیدہ نہیں دیکھا تھا کیا ہوا؟“

اس نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

”جس میں نے ایک جائیداد اور قتل کے کیس کے بارے میں بتایا تھا، جو گزشتہ تین برس سے چل رہا

تھا یاد ہے تمہیں؟“

”جی انگل! یاد ہے کیا ہوا اس کیس کا؟“

”آج اس کیس کا فیصلہ ہو گیا ہے۔“ انھوں نے افسردگی سے بتایا۔

”اور انتہائی افسوسناک بات یہ ہے رانی! بیٹی اگر جنھوں نے عدالت میں انصاف کے لیے کیس دائر

کیا تھا، انھیں مرے ہوئے بھی دس بارہ برس گزر چکے ہیں، جی مارنے والا اور حق مانگنے والا کوئی بھی زندہ

نہیں بچا، ان کے بچوں کے بچے عدالت میں اس کیس کا فیصلہ سننے کے لیے موجود تھے۔ دو خلیں قسم

ہو گئیں، تیسری نسل اس کیس کی سماعت کے دوران پیدا ہوئی، چھپن، لڑکیاں اور جوانی کی دہلیز پر پہنچی تو

عدالتی فیصلہ ان کا شکر تھا، تین سال کم نہیں ہوتے، کیا فائدہ ایسے انصاف کا جو زندوں کو مردوں میں

تبدیل کرنے کے بعد ملے، یہ کیس تو قبرستان میں چلنا چاہیے تھا، ہمارے ملک میں انصاف کا پتہ ابھی

اٹھو انہیں ہی لے رہا ہوتا ہے اور اس دوران انہیں جی جی کا دل کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتی

ہے، انصاف مانگنے والے گھروں سے قبروں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور انصاف کی گردان کی قبروں کو

سوکھی مٹی پر اڑتی دکھائی دیتی ہے، جس معاشرے میں انصاف نہ ہو وہاں جرم ہوتا ہے، ہم سب ایک بے

انصاف معاشرے میں جی رہے ہیں رانی! یہ تو ہمارے ساتھ مجھو دی ہوا ہے تم نے مسلسل اور اتنی

جیڑی سے کامیابی حاصل کر لی اور تیرا راز کامیابی کے نہیں ہاسٹل کے بارڈ میں پہنچا دیا، جس میں جلد اس

تکھیل کا انجام دکھا دیا، میں تو اب دکان سے درختا ہوں، ہاں اس کیس کے فیصلے نے میرا ذوق و شوق

میری لگن اور ہمت ہی چھین لی ہے، بہت بدل ہوا ہوں آج میں، انصاف کے اس مظاہرے پر، اب

عدالتوں سے دور کتابوں میں کم رہوں گا، سنا ہے کہ کتاب بہترین دوست ہوتی ہے، اب دکان سے

بہت کر بھی کچھ پڑھ کر دیکھتے ہیں۔“

”انگل! بات تو یقیناً بہت افسوسناک ہے، لیکن آپ تو ماشاء اللہ ابھی بہت صحت مند اور جوان لگتے

ہیں، آپ بھی اگر چھوڑ دیں گے تو کون اس پروفیشن کی طرف آئے گا؟“ رانی نے تنبیہ کی ہے کہا تو وہ

جس کر بولے۔

”بیٹی! مجھے معلوم ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں، مگر جوان کا دل اگر ویران ہو جائے تو کچھ اچھا نہیں

لگتا، کوئی کام بھی صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتا، چنی بات تو یہ ہے کہ میں اب تھک گیا ہوں، خیر چھوڑ دو اس

قیصے کو، تم سنا خوش تو ہونا اپنے نکاح سے؟“

”جی، چاہ نہیں۔“ اس نے نظریں جھکا کر مسکرا کر اس لمحے میں کہا، اختتام کی صورت اس کی

آنکھوں میں نہیں لگی تھی۔

”شام کے آگے نہیں کیا تمہارے لیے، تم خود ہی بے حس بنی رہیں، ان کا تمہارے لیے اتنا کچھ کرنا حتیٰ

کہ اپنا خون تک تمہیں دے کر ڈکریک نہ کرنا، راتوں کو اپنی غیندوں کی قربانی دن کو اپنے کام کا حرج کرنا،

کوئی قویات تھی تاں جسے تم محسوس کرتے ہوئے بھی انہماں بنی رہیں، کتنی بے درستی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا تھا تم نے۔" رانی نے اپنے دل میں کہا:

"ہم کو احساس تک نہیں ہوتا

ہم کسی کی حیات ہوتے ہیں"

"اس نے پھولوں کو دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

"تم لاکھ چھپا آئینے میں احساس ہماری چاہت کا

دل جب بھی تمہارا دھڑکا ہے آواز یہاں تک آئی ہے"

اختتام کی طرف سے اسے پھولوں کا گلدستہ ملا تھا اور چٹ پر یہ شعر تحریر تھا، جسے پڑھ کر اس کا دل واقعی بہت زور سے دھڑکا اور وہ چوری بن گئی۔

"ہیلو السلام! تم" اختتام کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا وہ سامنے کھڑے بہت دلکشی سے مسکرا رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں تھا۔

"وہیکم السلام! اس حال ہے سر؟" رانی نے مسکراتے ہوئے کہا، چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"الحمد للہ! میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔" وہ بٹاشت سے مسکراتے

ہوئے ہوئے۔

"میں بھی اللہ کے فضل و کرم اور آپ کی دعاؤں سے خیریت سے ہوں۔"

"اچھا... دہری گڈ!" وہ اس کے "آپ کی دعاؤں سے" کہنے پر فیس کر ہوئے۔

"آپ کہاں تھے آج دن؟" اس نے اپنے اٹھتے ہوئے کمرے پر اشارہ کرتے ہوئے پوچھا اور پھر نام ہی مگنی ہو گئی۔

"ہم نہیں تھے آج دن بھی، ہم نے کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کو دیکھنے آتے رہے، ملنے اس لیے نہیں

آئے کہ آپ کے شو پر براہ ماں جائیں، ابھی اپیل کی بات اور ہی سمجھان دیا، آپ کے پاس ٹھہر سکتے تھے، اب تو آپ کسی کی ہو گئی ہیں، اس لیے احتیاط لازم ہے، آپ بتائیے کیسے ہیں آپ کے شو پر، تیار

واری تو خوب کر رہے ہوں گے آپ کی؟" اختتام نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے اپنے دل میں کہا۔

"تیار واری... وہ تو ایک بار بھی مجھے دیکھنے نہیں آئے، دعویٰ محبت کا ہے نہیں۔"

"کیا سوچتے تھیں آپ؟" اختتام نے اسے خاموش دیکھ کر کہا۔

"ہوں... کچھ نہیں آپ بیٹھے نا بیٹھے۔"

"جی نہیں شکر یہ! آپ کو شادی اور صحت یابی مبارک ہو، اللہ آپ کو ہمیشہ شاد و باد رکھے، ہر دیکھ،

تکلیف سے محفوظ رکھے۔" اختتام نے بکے اسے دیتے ہوئے دل سے کہا تو وہ اندر ہی اندر بے قرار ہو گئی، دل بڑھنے لگا۔

"بہت شکر یہ سر؟" اس نے کانپتی آواز میں کہا جب سے اختتام نے اسے شام کہنے پر شروع جملہ کہا

تھاجب سے اس نے انہیں مرکبنا شروع کر دیا تھا، وہ بھی اس کا یہ انداز مخاطب انہماں کر رہے تھے، وہ سمجھتے تھے اور مسکرا بھی رہے تھے۔

"نئے آرونگم اوکے! اب میں چلوں گا۔"

"سنبھلے..." اس نے انہیں پکارا تو وہ وہاں سے چلے۔

”جی...؟“

”آپ نے میرے لیے جو کچھ کیا، مجھے نہیں معلوم کہ میرا کون سا عمل، کون سی بات یا لفظ آپ کے ان احسانات کا ذرہ برابر بھی حق ادا کر سکے گا، بعض اوقات کسی کے خلوص، احسان اور مہربانی کے لیے شکر یہ کاف لفظ کہہ دینا بہت معمولی محسوس ہوتا ہے، میں آپ کے ان احسانات اور خلوص کا شکر یہ واقعی ادا نہیں کر سکتی، پھر بھی بہت بہت شکر یہ حالانکہ یہ لفظ...!“

”حالانکہ یہ لفظ غیر دل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ماہیوں کے لیے نہیں، اپنے جو کرتے ہیں اپنیوں کے لیے دل سے اپنی مرضی اور خوشی سے کرتے ہیں، بہر حال میں آپ کا شکر یہ قبول کرتا ہوں، کیونکہ مجھے آپ کی ٹیکنیک کا احساس ہے، آپ کا بھی شکر یہ کہ آپ نے میری بات مان لی، اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے، اوکے ٹیک کیئر اینڈ گلف ٹائٹ؟“ احتشام نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے، اور رانی کا دل ایک بار پھر اس اچھے انسان کی شگفت سے محروم ہونے اور کسی اور کے ساتھ وابستہ ہو جانے پر ہلکا تھا۔

اپنے کمرے کے آئینے میں چہرے میں سچائی کی جھلکتا تے تاروں سے نکلتا ہوا غم کی ہر طرف محبت کے چکنو ٹھکانے کے پیار کے چاند میرے من میں جھلک رہے تھے صرف اتنی ہے

کہ مجھ کو زندگی میں بس ہم دم ملے ایسا جو مجھ کو اعتبار دے اور تھوڑا سا بار دے

جب وہ بھی جان جائے گا

کہ میں اک ایسی لڑکی ہوں

جو پیار و اعتبار پر جان دار نکلتی ہے

ایسے جیون سا مگھی پر سب کچھ دار نکلتی ہے

شرط صرف اتنی ہے

اے صبر میرے مجھ کو تیرا اعتبار آئے تو!!

☆.....☆.....☆

گھر آئے اسے آج ایک ہفتہ ہو گیا تھا، اس کی شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں چیز کی کوئی تیاری، خریداری نہیں ہوئی تھی، اس کے کپڑے، زیور، جوتے، میک اپ کا سامان اور دیگر اشیاء اس کے دولہا نے بچھا لیں تھیں، اور وہ حیران رہ گئی تھی، اس قدر، حقیقی اور خوبصورت چیزیں دیکھ کر بھروسہ تھا کہ بچھا بچھا سا تھا، احتشام کی محبت اس کے دل کی زخموں میں جڑیں پکڑ چکی تھی، جیسے اٹھا نہ پھینکا اس کے بس سے باہر تھا، وہ بس اپنے لیے دعا مانگتی رہتی تھی کہ اسے سکون مل جائے محبت جس سے کرتی ہے وہ نفس اشارہ مل جائے مگر کیسے؟ یہ سوال فوراً ہی اسے بے قرار کر دیتا اور ماضی پر مبنی طرح اسے لڑاتا۔

”تم اب کسی کی امانت ہو، ایسی باتیں سوچ کر گناہ گار مت بنو، تم پر اب کسی کا حق ہے شام کو بھول

میں اور اس کو بھولوں تا صبر تا میں کسی کرتے ہو
صورت تو پھر صورت ہے وہ نام بھی پیارا لگتا ہے

عمران، نیہا اور رانی اس وقت گھر میں موجود تھے، باقی گھر والے خاندان میں ہونے والی شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ رانی کی شادی میں صرف دس دن باقی رہ گئے تھے، وہ بولاٹی بولاٹی، بے گل بے گل سی اپنے کمرے میں روٹی، تڑپتی، مگر احتشام کو نہ دل و دماغ سے نکال پاتی، اپنا معاملہ اب اللہ پر چھوڑ کر وہ خود کو سنبھالنے میں لگی تھی، لیکن دن سے اس نے کپڑے تک نہیں بدلے تھے، اب جو آپہننے میں اپنی اجازت صورت دیکھی تو شرمندگی سے منس دی اور پھر بیرون رنگ کا سادہ سا سوٹ نکال لیا، یہ رنگ اس پر بہت کھلتا تھا، اسے پسند بھی تھا، سو بھی تھا کہ چپکن لیا، اپنے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہال سنوارتے ہوئے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہے، اس کا دل بھی خوف سے دھڑکا۔

”آپ...؟“ اس نے اپنے پیڑ پر احتشام کو نیم دراز دیکھا تو حیرت اور بے یقینی سے بولی، وہ بولے کچھ نہیں، بس مسکراتے رہا اسے دیکھ کر اس نے اسے اپنا وہم کچھ کر نظر انداز کرنا چاہا اور ہال سنوارنے لگی، اور بڑبڑانے لگی۔

”پاکل ہو گئی ہوں میں، بھلا وہ یہاں کیسے آ سکتے ہیں؟“

”آپ... آپ یہاں کیسے آ گئے۔“ میں آپ سے کہہ رہی ہوں سب شام!“ وہ کٹھنھی کر کے قاریش ہوئی تو احتشام کو مسلسل اسی پوز میں دراز دیکھ کر اب کی بار غصے سے بولی تھی، مگر وہ تو جوں کے توں اسی طرح برا بھلاں تھے۔

”نہیں رہے آپ۔ میں آپ سے مخاطب ہوں، پھر سے کمرے میں بغیر اجازت کے آنے اور میرے پیڑ پر دراز ہونے کی جرأت کیسے ہوئی آپ کی؟“ وہ غصے سے بولی مگر وہ بھی ڈھیت بنے مسکراتے رہے، وہ شپٹا لگی۔

”اوہ گاؤ! عمران... نیہا... ادھر آؤ!“ اس نے ان دونوں کو آواز دی۔

”جی پچھو! کیا ہوا؟“ وہ دونوں دوڑے چلے آئے۔

”جئے اپنے انگل شام سے کہیے کہ یہاں سے چلے جائیں۔“

”پرا انگل شام ہیں کہاں، ہمیں تو نظر نہیں آ رہے؟“ دونوں نے یکے بعد دیگرے کہا۔

”کیا؟“ اس کے پیروں تلے سے جیسے زمین ہی سرک گئی، اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

”یہ تمہارے سامنے لینے تو ہوئے ہیں، میرے پیڑ پر۔“

”کہاں پچھو! یہاں تو نہیں ہیں وہ، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں پچھو!“ عمران نے بیڑی کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ پریشان ہو کر بولی۔

”تمہیں دکھائی نہیں دے رہا یہاں دیکھو یہ شام انگل ہیں تمہارے۔“

”پچھو! شام انگل نے آپ کی خدمت بھی تو بہت کی تھی ناں پچھو! میں، اس لیے آپ کو ایسا لگ رہا ہے، وہ آپ کو یاد آ رہے ہیں، اور نہ یہاں تو شام انگل نہیں ہیں۔“ نیہا نے کہا تو وہ کرسی پر ڈھس گئی۔

دُوح افنا اور کیا چاہیے!

ہر موسم کا مشروب



Brandmark

دوح افنا



Brandmark



”یہ کیسے ہو سکتا ہے عمران! انھیں دکھائی نہیں دے رہا کیا؟“

”پہچھو! آپ کا وہم ہے یہاں شام اٹکل نہیں ہیں، آپ اکیلے میں ڈر رہی ہیں، آئیں ہمارے ساتھ بنگ مختصر کے کارٹون دیکھیں، ہم تو جا رہے ہیں۔“ عمران نے جلدی کی سے کہا اور نیپا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے، یہ سچ ہے کہ مجھے شام سے محبت ہے لیکن میں اپنی دیوانی تو نہیں ہوتی کہ... وہ یوں مجھے صرف مجھے دکھائی دیں اور کسی کو دکھائی نہ دیں، یا اللہ! رحم کر میری حالت پر، میں تو اب نہانے کس کے نام سے منسوب کر دی گئی ہوں، اور شام کی محبت مجھے بھینے نہیں دے گی، مابقی تو خیر زندگی کا آغاز بھی نہیں ہوا اور میرا یہ حال ہو رہا ہے، یا اللہ! تو میرے دل کا حال جانتا ہے، مجھے شام دے دے یا سکون دے دے کہ میں اس کے بغیر خوش رہ سکوں۔“ رانی نے جھپکتے لہجے میں دعا مانگی اور احتشام کو مسلسل پیڑ پر دروازہ دیکھ کر گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑی تو احتشام نے فوراً جست لگائی اور سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا، خوف کے اس کی چیخ نکل گئی۔

”بیٹو! کوئی نکل آ کہیں بھاگ رہی ہو، مجھ سے سچ کر بھاگ رہی ہو، میں تو تمہاری رگ رگ میں لیوین کر گردش کر رہا ہوں، تمہارے لیوین میرا لیو بھی شامل ہے، میں تو محبت بن کر تمہارے انک انک میں جا چکا ہوں، تمہارے دم دم میں میرا لیو ہے اور تم مجھ سے اپنے آپ سے ڈر کر گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کر رہی ہو، بھاگ کر بھی تمہیں میرے پاس ہی آنا تھا۔“ احتشام نے مسکراتے ہوئے نرم اور محبت بھرے لہجے میں کہا۔

”آ... آپ... میرا وہم ہیں، خیال ہیں، آپ سچ کچھ نہیں ہیں یہاں، نہیں مجھے باہر جانا ہے۔“ وہ خوف اور گھبراہٹ سے کانپتے لہجے میں بولی۔

”تمہیں لیکن نہیں جانا۔“ احتشام نے یہ کہتے ہوئے اسے شانوں سے پکڑ لیا۔

”چھوڑیں مجھے۔“ اس کا وہم جاتا رہا ان کے بھائی نے اس کی حدوں نے اسے حقیقت کا ادراک دیا تو وہ جھنجھٹا اٹھی اور غصے سے بولی۔

”آپ کو جرأت کیسے ہوئی میری اجازت کے بغیر میرے کمرے میں آنے کی، میرے پیڑ پر دروازہ ہونے کی، چھوڑیں مجھے، میں آپ کو اب تک ایک شریف آدمی سمجھتی تھی اور...“

”اور... درست سمجھتی تھیں۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے بولے۔

”تمہارا مجھے اپنی بیوی کے کمرے میں آنے کے لیے اس کی یا کسی کی بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، میں اپنی بیوی کے کمرے میں بے وحشک آ سکتا ہوں اس کا بیڈ شیئر کر سکتا ہوں اسے چھو سکتا ہوں، کون روکے گا مجھے؟“

”سنگ... کیا مطلب ہے آپ کا؟“ وہ اپنا آپ ان کے حصار سے چڑانے کی کوشش کرتے ہوئے لیکن آہٹ لہجے میں بولی تو وہ پیار بھرے غصے سے بولے۔

”مطلب تو میں تمہیں ایسا سمجھاؤں گا کہ تم یاد کرو گی۔“

”کیا... مطلب؟“

”بے فکر رہو، آج سارے مطلب سمجھا کر ہی دم لوں گا، تم نے انہماں بننے اور لا پرواہی برتنے کی حد

کردی ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی لڑکی ہوگی جسے اپنے شوہر اور محبوب کا نام معلوم نہ ہوگا، تم دنیا کی واحد لڑکی ہو جسے اپنے محبوب شوہر کا نام تک معلوم نہیں ہے۔“

”تو... آپ کو... اس سے کیا مطلب ہے؟“ اس نے غصے سے ان کے بازو ہٹانے کی کوشش کی، مگر گرفت مضبوط تھی، نا کا م رہی۔

”اور... مطلب کی پہلی، میں ہی وہ نصیب شخص ہوں، جس کے نام تم اپنے تمام حقوق کر چکی ہو، محبوب تو میں تمہارا ہوں ہی اس کا اقرار تم نے ابھی میرے سامنے کیا تھا، میں ہوں تمہارا شوہر محمد احتشام عظیم۔“

”آ... آپ...؟“ رانی کے سر پر خیر توں کے پہاڑ ہی تو ٹوٹے تھے، اس کی خود کو ان سے چھڑانے کی کوشش اور حراست خود بخود ختم کی اس نے خود کو غیر ارادی طور پر ان کے سپرد کر دیا تھا، اور احتشام یہ محسوس کر کے سرشار ہو گئے۔

”جی میں، اب آپ اپنا خزانے میں خود کو میرے ہاتھوں سے، کوشش کیوں ترک کر دی؟“ وہ شرارت سے بولے تو اس نے شرمیں بجھ میں کہا۔

”کیونکہ مجھے یقین ہے اب میں محفوظ ہاتھوں میں ہوں۔“

”رنگی...؟“ وہ غصے تو شکر کر سکتا کی اور پھر ان کے سینے سے لگ کر رو پڑی۔

”ہیں... جیسا کہ یوں سا طریقہ ہے، اقرار کر کے، کم آن رانی!“ وہ پیار سے بولے۔

”آپ نے میرے ساتھ مذاق کیوں کیا؟“

”تمہارا قصور ہے، تم نے جو چار سال سے میرا جنا دو بھر کر رکھا تھا، اس پر انجان بھی غصہ نہیں کچھ تو سزا ملنی چاہیے تھی تاں میرا دل دکھانے کی سزا میں نے عمران اور نیا کو اپنے ساتھ چلا لیا تھا اور مختصر سا آپ کی محفل اور کچھ پر ماتم کرنے کو جی چاہا ہے میرا، آپ مجھے اب تک نہیں سمجھ پائیں، میں آپ کو بار بار بار تھانی میں ملنے آتا رہا اور بہت سے مواقع بھی ملے مجھے جب آپ تنہا تھیں، مگر میں نے آپ کو اس طرح اپنے حصار میں لینے کی کوشش بھولے سے بھی نہیں کی تھی کہ مجھے مذہب اور قانون کا حق چاہیے تھا، جائزہ رشتہ اور تعلق ہی میرا ایمان تھا، اب جو آیا ہوں تو اس دہشت کی ملکیت کے احساس کے ساتھ ہی آیا ہوں، ورنہ وہ پہلی بار اس کمرے میں آنے اور بے عزت کر کے نکالے جانے کے بعد دوبارہ یہاں آنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا میں، یہ تو ہمارے دل نے ہمیں بے بس کر کے رکھ دیا تھا کہ جس نے ہمیں اپنے بیٹہ روم سے بے عزت کر کے نکالا تھا، ہم اسی کو اپنے بیٹہ روم میں عزت اور محبت سے لانے کی تمنا کر بیٹھے اور اللہ کے کرم سے ایسا ہونے کا سامان بھی ہو گیا ہے، اب تو صرف وہاں جانا باقی ہے، اگر آپ کو یقین نہ ہو تو کیا میں نکاح نامہ بھی پیش کروں آپ کو تاکہ آپ کو یقین آ جائے کہ اس خاکسار کو ہی آپ کا محرم بنایا گیا ہے۔“ احتشام نے سنجیدگی سے انکشاف کیا تو وہ ان کی آنکھوں اور لہجے کی سچائی کو محسوس کرنے کے باوجود ایک دم سے ان سے الگ ہو کر بیٹی۔

”تو آپ کی سنجیدگی توں جی جو آپ کے بغیر وہ نہیں کھتی تھی؟“

”وہ تم ہی تو تھیں۔“ وہ شرارت سے غصے۔

”اس کا اعتراف مجھے اب بھی ہو گیا ہے، میں اگر یہ مذاق نہ کرتا تو تمہاری اس محبت کا پل کیسے کھلتا جو

برسوں سے تمہارے دل میں جھپی ہوئی تھی۔“

”تو آپ... میرے دل کا حال، میری زبان سے سننا چاہتے تھے۔“

”بالکل!“ انہوں نے اسے پھر سے اپنے حصار میں لے لیا۔

”تو سن لیا ناں، اب تو آپ خوش ہیں ناں؟“ وہ قدرے عداوت اور غصے سے بولی۔

”ایسا ویسا۔“ وہ خوش دلی سے ہنس پڑے، وہ شرم سے سرخ ہو گئی۔

”آپ بہت...!“ اس نے جملہ اوصاف چھوڑ دیا۔

”برے ہیں کچھ ناں؟“ وہ اس کی بات مکمل کرتے ہوئے بولے۔

”نہیں۔“ رانی نے ان کے خوبصورت چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ تو ذرا سے بھی برے نہیں ہیں، آپ تو اسے ایسے دیکھتے ہیں کہ میں آپ کو مذاق میں بھی برا نہیں کہہ سکتی۔“

”اور رانی! اگر سچ تو کیا کہو گی؟“ وہ خوشی اور محبت سے اس پر ہنسا رہتے ہوئے بولے۔

”ذرا سے برا ہے۔“

”کیا؟“ وہ مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”تو اور کیا بہت اچھا لکھتا ہے، آپ میرا ہاتھ ملے ہو جاتا تو؟“

”تو کی بات مت کرو، ہر لمحہ اس دلی میں میرا میرا ہے اور میرا پیارا رانا کزور نہیں ہو سکتا کہ یہ اسے

سے مذاق سے مجھے دفاع دے جاتا۔“ وہ اس کی بات سن کر بولے۔

”پتہ نہیں کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا شام! اس صوف کرتے ہوئے بولی۔

”اف لڑکی! بے سروقی اور بے نیاز کی حکمرانی ختم ہے، اب تو میں اپنے اور تمہارے نکاح نامے کی فوٹو

کانی اور اپنے شادی کی کارڈ کی فوٹو کانی تمہیں دکھا دوں، میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں، کیونکہ مجھے معلوم

تھا کہ تم جدوجہد بے یقین اور بے اعتبار سوچوں میں گمراہ کی، منہ بھر کر کہو، شام! ظفر!“

”ہائیز مجھے مزید شرمندہ نہ کریں۔“ وہ عداوت اور مسرت سے بولی۔

”یعنی آپ مزید سے پہلے بھی شرمندہ ہو چکی ہیں اور مجھے پتا ہی نہیں چلا۔“ وہ مذاق سے مسکراتے

ہوئے بولے۔

”شام ہائیز!“ وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔

”آں... آں... ہاں... ہاتھ ہٹاؤ، جی! یہ کون سا طریقہ ہے، شوہر کی ہار ملنے آیا ہے اور تم ہو کہ روئے

پہلی جاری ہو، اتنا پانی مت ضائع کرو، پہلے ہی آج کل ملک میں پانی کی بہت قلت ہو رہی ہے۔“

”احتشام نے اس کے ہاتھ پکڑ کر چوڑے سے ہٹائے اور آسو پوچھتے ہوئے بولے۔

”رانی! چار سال پہلے تم سونا تمہیں، اور دکھوں، غموں اور مشکوں کی بجائی میں جل کر آج تم کندہ بنی

چکی ہو، مجھے تم سے کل بھی پیار تھا اور آج بھی پیار ہے، پہلے سے بھی زیادہ پیار۔“

”شام!“ اس نے حیرت اور محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی میری جان! شام تو مجھے مجھ سے پیار کرنے والے لوگ کہتے ہیں کیا آپ کو بھی مجھ سے پیار

ہے؟“ احتشام نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ شرمناک ہوئی، وہ تو خدا کی اس نعمت اور بھروسے پر

حیران اور اس کی شکر گزار تھی کہ جس نے اس کی محبت سے ملا دیا تھا، جس کی اس نے تنہا کی تھی۔ وہ اس کا شریک زندگی، شریک سفر بن گیا تھا، وہ دل ہی دل میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔
 ”اے کوئلان کرل! اب تو مردوں کا اعتبار کرو۔“ وہ اس کے چہرے کو حاتم کر بولے۔
 ”کیوں؟“ وہ سچیدگی سے بولی۔

”رہی ا“ ان کا چہرہ بھی عجیب ہو گیا۔

”اے گمراہ مگر کیجی، تمہیں تو غرض ہونا چاہیے ایسا نیک اور حسین جھلسر اور شوہر تمہیں ساری دنیا میں نہیں مل سکتا، جس کی جوانی ایسی جوازی رہی ہے اب تک کہ جس کے دامن سے بوقت ضرورت فرشتے وضو تک فرما لئے تھے۔“ احتشام نے بہت شوق سے اس طرح کے کلمے میں کہا تو وہ بے ساختہ کھٹکلا کر ہنس پڑی۔

”بھٹکس گا؟! تم نہیں تو، میں تو ترس گیا تھا میں خشتاد کیجئے کے لیے۔“ وہ بہت محبت سے بولے تو وہ شرمیلے بنے سے منکرادی اور پھر دل سے بولی۔

"شمار! مجھے اوروں کا تو بیچا نہیں، لیکن مجھے آپ پر افسوس ہے، ہمیشہ سے ہے اور..."

”سمجھتا تو میں ہوں کہ اس کچھ نہیں کے پیچھے میرے لیے بہت کچھ چھپا ہوا ہے، مگر سوچ رہا ہوں کہ نکاح دو بارہ چھوڑا ہوں، کیونکہ تم نے تو بدبوٹی اور بے خبری کے عالم میں نکاح مانے پر دخل خط کیے تھے ناں، تمہیں تو میرا نام بھی معلوم نہیں تھا، اب تک کسی غلط لڑکی ہو تم۔“ وہ مسکراتے ہوئے سرور اور شریر لہجے میں بولے تو اسے ہنسی آگئی اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

”تمہارا قول درست تھا یا نہیں؟“

”آ کے قبول سے قبول کہا تھا۔“ وہ شرمیں لہجے میں بولی۔

”واو... سبحان اللہ! کتنا منفرد، انوکھا اور خوبصورت انداز قبولیت ہے ہمیں یہ انداز بہت پسند آیا رانی ڈارلنگ! اور ہمیں یقین بھی آ گیا کہ آپ نے ہمیں دل سے قبول کر لیا تھا، ہے ناں؟“ وہ مسکراتے ہوئے بولے تو وہ شرما کر فیس پڑی۔

☆.....☆.....☆

اور ٹھیک دس دن بعد وہ احتشام کی دہلیز بن کر ان کے ساتھ رخصت ہو گئی تھی، احتشام نے لاہور والی کو بھی اس کے نام کر دی تھی، اور احتشام کو یاد کروا دیتی خوش تھی کہ اسے ہر شے سے پیار ہو گیا تھا، احتشام کی بے پناہ اور بے دریغ محبتوں نے اسے مالا مال کر دیا تھا، جوں جوں وقت گزر گیا احتشام کا پیار اور اعتبار بڑھتا چلا گیا، وہ بہت خوش تھی، احتشام سے وہ خود بھی بے پناہ محبت کرتی تھی، احتشام کو اس کی محبتوں کے خزانے کیا ملے تھے وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھنے لگے تھے، سارے نم، دکھا اور زخم مٹ گئے تھے، قدرت نے ان دونوں کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی نعمت سے نوازا تھا، بیٹوں کے نام احتشام نے احتشام اور ہشام رکھے تھے، اور بیٹی کا نام حاشہ رکھا تھا، آج کی شادی کی ساتویں سالگرہ تھی، ماہورہ سوچ رہی تھی کہ اس کی اور احتشام کی محبت روز ازل کی طرح پر جوش، جنوں خیر اور دیوانی ہے، اپنی محبت بھری جنت میں وہ بہت خوش تھی، چاندنی رات کا یہ منظر اسے گزرے برسوں کی یاد دل رہا تھا، بچے سو گئے تھے، احتشام عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے، اور وہ ٹیڑھی پر کھڑی سردرات میں خاموشی چاند کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کتنا مہربان اور شفیق ہے اس نے اس کے من اور گھر آگن میں محبتوں، چاہتوں، مسرتوں اور راحتوں کے چاند تار دیکھے تھے، جن کی چاہی بی بی نے اس کے چار سوا چالا نکھیر دیا تھا، وہ مالکِ مغل کے اس مجرے اور احسان پر حیران اور شکر مند تھی، غم پر دم۔

”اے گولڈ اینا گرل!“ احتشام کی آواز پر اس نے تھک کر مڑ کر دیکھا، وہ اسے اکثر پیار سے گولڈ اینا گرل کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔

”بی بی!“ وہ رازِ دل شکار نہیں پر گئے بلکہ گرم شال شانوں پر پھیلائے رکھنے لگے۔

”بچوں کی طرح خیال رکھنا پڑتا ہے تمہارا۔“ انھوں نے اس کے غریب آنکھوں سے کہا، تو

اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب پوچھنے سے باز نہ آنا۔“ انھوں نے پیار سے اس کے سر پر ہلکی سی چپٹ لگائی تو وہ فیس پڑی، تو وہ بھی دھیرے سے فیس کر بولے۔

”مجھے پریشان کر کے اور تکلیف پہنچا کے راحت محسوس ہو گی تمہیں؟“

”نہیں تو۔“ اس نے فوراً حیران کن کچھ میں جواب دیا۔

”تو پھر اس پر ہلکی خفہ میں کھڑی کیا کر رہی ہو، چلو اندر!“ احتشام نے اپنا شال سے ڈھکا بازو اس

کے شانوں کے گرد حائل کرتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ ان کی محبت پر مسرور ہو کر ہنسی ہوئی ان کی نرم

گرم اور محفوظ چٹانوں میں صحت آئی، جہاں پیار ہی پیار تھا، اعتبار ہی اعتبار تھا، ایک دوسرے کا ایک

دوسرے پر۔

☆.....☆.....☆

فضائل قرآن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ تم میں سے ہرگز ایک شخص نے قرآن شریف کو سمجھا اور سمجھائے۔

☆ جو سناوہ نکھس کا پرہیز ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی تفسیر کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعا میں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، جس کا سبب دعا میں مانگنے والوں سے باز رکھتا ہے انہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کام کو سب کاموں پر اہمیت ملے۔ یہی ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو حق تعالیٰ پر۔

☆ مسعود غفیس کے سامنے یہ جائز نہیں۔ ایک دوسری کوئی خدائی شے نے قرآن شریف کی عطا کردہ مظلومانہ اور وہی راہ ہے۔

☆ حق تعالیٰ نے اس کتاب میں ان لوگوں کو پاک کی وجہ سے کئے ہوئے لوگوں کو بلا کر مبرا دیا ہے اور کئے ہوئے لوگوں کو پست دیا ہے۔

☆ قیامت کے دن صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف چاہتا تھا اور مجلس کے درجوں پر چاہتا تھا۔ اور ظہر ظہر کے بعد صبحا کی تو وہاں ظہر ظہر کر رہا تھا۔ اس کی تہ امت پر ہی سے جہاں قرآن آتے ہیں۔

☆ جو شخص ایک حرف کتاب اظہار سے ہی کے لئے اس حرف کے عوض ایک نعلی اور ایک نعلی کا ہر جس نعلی کے برابر دیتا ہے۔
 سید (نعلی) کو ہر بار (الم) ایک حرف سے دیتا ہے۔ (الم) ایک حرف سے دیتا ہے۔ (الم) ایک حرف سے دیتا ہے۔ (الم) ایک حرف سے دیتا ہے۔

☆ ہمیں قرآن و حدیث سے اس قدر مل کر رہنا چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو قرآن سے جدا نہیں سمجھیں۔ قرآن ہمارے دل و جان کا حصہ بن جائے۔ قرآن ہمارے دل کی آواز بن جائے۔ قرآن ہمارے دل کی آواز بن جائے۔ قرآن ہمارے دل کی آواز بن جائے۔

☆ جنس شخص نے قرآن چڑھا کر اس کو خطا یاد کیا اور اس کے حلال و حرام کو عام فہم کو بتا دیا تو اس کو جہنم میں بھیج دیا۔
فرما دیا کہ اس کے گھر کے آگے جس سے ایسے آدمیوں کے بارے میں اس کی عقل صحت قبول فرما دے گی جس کے لئے جہنم

☆ میں اللہ کے کتب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی مخلوق کا نہیں، وہ وحی الہیہ ہے۔

ہمارے دل میں بھی زک لگ جاتا ہے جس کا وہ ہے پانی تھکے سے زک لگتا ہے پچھا کیا کہ زک لگنے سے انسان کی عقل کی کیا صورت ہے۔ آج کے زمانے نے فرما کر کہ موت کو کلچر پر مبنی اور فرآن کی ہاک کی علامت ہے کرنا۔

☆ تم لوگوں میں شادی کی طرف رجحان اس لئے پیدا نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے خواہ مخواہ سے لگی ہے یعنی کامیاب۔

☆ جو شخص ایک ایسے کام کو اپنی بنیاد بنائے جس کی وہ پہچان ہی نہیں کر سکتا وہ اس کے لئے قسمت کے ان لوگوں میں سے ہے۔
☆ کام کو اپنی بنیاد بنانے سے جتنے لوگوں کو اس کام سے متعلق جاننے والے بنائے گئے ہیں ان کو اپنی صورت کرنے والے کی مانند سمجھو۔

☆ قیمت کے بعد اگلے کے لئے ایک کلاس روک سے چار کوئی حلال کرنے والا نہ ہو گا کوئی کی طرف سے۔
☆ اگر کوئی صبح کو چار کلاں کے لئے کلاس شروع کیجے لے تو داخل کی 100 روکات سے افضل ہے اور اگر ایک اب ظہر کا کچھ

☆ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اطلاع دی کہ یہ ہے جسے تم نے جبرائیل کہا ہے۔

سے خلاص کی کیا صورت ہے انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

میرے حاشیہ نگار

قہار۔
 ”واقعی سب ہو گیا۔“ یقین نے سر پینٹ لیا ہوگا،
 اس کی ٹھیکہ بندی پر۔
 ”اٹھا کیسے کیسے خوش فہم لوگ ہیں تیری دنیا میں۔“
 دروازہ کھلا تھا، ماریہ کا دل لرزا۔
 ”میں اسے سب بتا دوں گی، سب.... پھر دیکھوں
 گی کہ سر آٹھوں پر رکھے گا یا جوتی کی ٹوک پر، بتا دوں گی
 کہ میں....“ مگر اس سے پہلے کہ ماریہ بتاتی، آنے
 والے نے بتایا۔

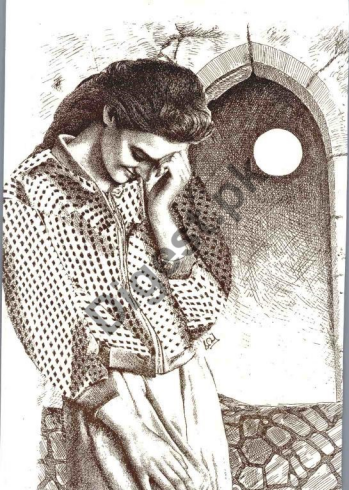
”مجھے نہیں معلوم کہ آپ کتنا جانتی ہیں اور کتنا نہیں،
 مگر میں ایک بات واضح کر دوں کہ آپ کوئی یقین، کوئی
 بات کر رہی کروا کر ابھی کے لیے آپ کا ہو گیا، دل میں
 مت لاسیے گا، میرے دل پر، بڑھائی پر اور اس کمرے پر
 جس کا حق ہے وہ جب چاہے گی، یہاں آ جائے گی اور
 تب آپ کو جانا پڑے گا۔“ ماریہ کو لگا دل پھر بند ہو رہا
 ہے، اسے لگا اصل موت یہ ہے، جو ایک دم آنے لگی تھی، وہ
 بول ہی نہ سکی، کہ نہ سکی کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتی۔

”یقیناً یہاں آنا آپ کی اپنی مرضی ہوگی، اس لیے
 شک و مت کیجیے گا۔“ لائٹ بند کرتے ہوئے وہ اس کے
 پہلو میں آ کر لیٹا تھا، ہلے پھر میں وہ اس کے بازوؤں میں
 گھسی، چند لمبے اور پھر.... پھر اس ایک دات میں اس نے
 بہت کچھ سیکھ لیا۔

ورد کی انتہا نہیں برداشت کر سکتا تھا

”ماریہ! چلو تمہیں سب بتا رہے ہیں۔“ ساش نے
 کمرے میں جھانکنے ہوئے کہا تھا، اسے اٹھات میں
 جواب دیتے ہوئے ماریہ کی سڑک آٹھیں جن پر وہ نہ
 جانے کب سے بڑھ کر تھی مگر کچھ چڑکیا۔
 ”جب اسے میرا بتانی کہ قہار میرے سامنے
 کیوں آیا پھر؟ میرے دل میں اتنی شدت ہے کہ
 اترا؟ جب قسمت میں کسی اور کا ساتھ تھا تو وہ کتنوں
 نے اس کا ساتھ کیوں مان لیا؟“ آنسو بے بند تھے
 ہو رہے تھے، جب اس کی کزنز اسے لے کر باہر نکلیں
 اسے لگا جیسے دل بند ہوا جا رہا ہے، اسے لگا موت بھی
 شاید ایسی ہی ہوگی، دائیں بائیں چلتی اپنی کزنز اسے
 موت کے فرشتے معلوم ہو رہی تھیں، جن کے کزنز سے
 چھٹکارا پا کر بھاگنا ناممکن تھا اور دل کا درد بڑھتا جا رہا
 تھا۔ اسے واقعی لگا کہ جیسے چند لمحوں میں وہ مر جائے گی،
 بھاری کام کا عروہ لپکا اٹھاتے ہوئے جب وہ اس کا
 چہرہ تو قدم لرزا رہے تھے، صرف ایک چشمہ.... صرف
 ایک نظر غمی جو سامنے گمڑے شخص کی طرف اٹھی تھی اور
 پھر اس میں اتنی بہت تھی نہ رہی کہ وہ اٹھی ہوئی نگاہ
 واپس جھانکتی دل یکدم بند ہو گیا۔

”آخر میرے ساتھ ہی کیوں؟ ایسا
 کیوں.... کیسے؟“ اسے نہیں معلوم کہ باقی کے کام کب
 ہوئے، کب اس کا ٹھکانا ہوا اور کب وہ برائی ہو کر اس
 شخص کے خراہ و رخصت ہوا آئی، بس آنکھ کھلی تو کہہ رہا تھا



چونکہ کونوں میں ہی مقید کرنا سیکھ لیا

بند آنکھوں کے ساتھ وہ سیکھ لیا

غلاب سہنا سیکھ لیا

اور ہاں امام کرنا بھی سیکھ لیا۔

”اب جب وہ اوپر کمرے سے نیچے آئی تو جہن چور چور تھا، لیکن میں اس کی سانس کھڑی نہیں، اس کی شکل دیکھ کر ہی کچھ نہیں۔“

”وہ ماریہ اور اصل ریان تھوڑا سا شدت پسند ہے، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اس کی شادی کر دی جائے، شادی کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے گا اس لیے.....“ کورمان کی اس میں کتنی سچائی تھی یہ اسے آنے والی زندگی میں پوری طرح عیاں ہو گئی، ریان شدت پسند نہیں تھا، جونی تھا اور بچپن سے ہی اس بھائی کی جتنی سہتا چلا آ رہا تھا، جب برداشت کی حد ختم ہو جاتی تو خود کو جسمانی تکلیفیں دینا شروع ہو جاتا، حریم اس کی زبان بھی، اسے اچھی لگتی تھی اور مسئلہ شاید یہاں نہ ہوتا اگر صرف اچھی لگتی، اچھی لگنے کے ساتھ ساتھ اس سے پیار بھی ہو گیا، جیسے جیسے جہن بن کر عشق بھی ہو گیا اور حریم ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکی۔

”بہت جونی ہے وہ، مجھ سے برداشت نہیں ہو پائے گا۔“ حریم کا انکار اس کی ذات کے برعکس اڑا گیا، پوری رات کمرے میں بند ہو کر انگلیاں کاٹتا رہا، رونا آیا مرنے رو رہا اسے بھولنا چاہا مگر وہ کون سا ”پسند“ تھی جو بھول جاتی ”عشق“ تھی، ہمیشہ کے لیے چلانے آئی تھی، برداشت کرنا چاہا مگر وہ کون سا ”چمٹ“ تھی جو برداشت ہو جاتی۔ ”لگاؤ“ تھی ہمیشہ کھینے کے لیے آئی تھی، آخر جا کھڑا ہوا اس کے سامنے خم آنکھوں، زخمی دل اور شکستہ جود کے ساتھ۔

”رہ نہیں کرو گی؟“ اچھا پر زور تھی، حریم یکمل نہ سکی۔

”ریان! میں مان جاؤں گی تو کیا ہو گا تمہارا جنون میرے لیے ذہیت ہو جائیگا کہ گاہے پانچ دن میں تم

مجھے بھی نقصان پہنچایا کر دے، مجھے بھی تکلیف دیا کر دے، تم مجھے اٹھتے لگتے ہو ریان! مگر سو رہی، اس ذرا سے اچھا لگنے پر میں پورا مستقبل داؤ پر نہیں لگا سکتی۔“ حریم صاف گوئی سے بولی تھی۔

”کورمان ٹھیک ہو جاؤں تو.....؟“ عشق بار کیسے مان لیتا۔

”تو پھر ہو کہ دکھایا۔“ حالانکہ وہ جانتا تھا جنون کا کوئی علاج نہیں ہوتا، مگر پھر بھی وہ ڈاکٹر کے پاس چلا آیا۔

”کچھ ہو سکتا ہے ڈاکٹر صاحب!“

”آپ خود بھی جانتے ہیں مسٹر ریان! کہ کچھ نہیں ہو سکتا، ایک فیصد امید ہے کہ اگر آپ شادی کریں تو شاید کوئی اثر ہو جائے، کیونکہ شادی کے بعد تمہاری دلا احساس ختم ہو جائے گا۔“ اور ریان ایک بار پھر حریم کے در پر چلا آیا۔

”حریم! شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ حریم مسکرائی۔

”ہاں تو ٹھیک ہے ہاں، شادی کر کے دیکھ لو، اگر سب ٹھیک ہو گیا تو آ جانا، مان جاؤں گی میں۔“ ریان کھینچا۔

”کسی اور سے شادی کر کے دیکھ لو۔“ دوہری۔

”کسی اور کی؟“ استقبال شدہ، چھڑا ہوا لہو کی؟“ وہ بولا تھا۔

”ٹھیک ہوئی تو اپنی عواں کی۔“ حریم نے کہا تھا، یوں اس نے ماریہ سے شادی کی تھی، ریان نے لڑکی والوں کو سب کچھ بتائے کہ کیا تھا مگر اس کی والدہ جانتی تھیں کہ ایسے نہ کوئی مانے گا اور نہ ریان کو حریم ملے گی، اس لیے انھوں نے ماریہ کے گھر والوں کو کچھ بھی نہ بتایا اور ماریہ انہاں نے میں ہی اس مگر میں آئی، یہ ساری حقیقت اسے آنے والے دو سالوں میں معلوم ہوئی تھی، وہ تو صرف تجر بہ کرنے کے لیے اس مگر میں لائی تھی اور اگر تجر بہ کا سیلاب ہو جاتا تو اسے چلے جاتا اور ریان کا سارا جنون

”ریان! I am expected!“۔ وہ خیر ہی
 دفعہ امید سے ہوئی تھی، ریان کا چہرہ بے تاثر تھا۔
 ”ریان! اس دفعہ تو...!“ وہ نجانے کس امید پر
 بولی تھی۔

”ماریہ! مجھے نہیں چاہیے بچہ، لیز!“ ماریہ کوئی سوال
 نہ کر سکی، جانتی تھی کہ اب جواب نہیں ملے گا۔
 ”مسٹر ریان! اس بار نہ گردن دیا، پھر یہ بھی ماں
 نہیں بن سکیں گی۔“ ڈاکٹر نے کہا تھا، ماریہ نے دہلی کر
 ریان کی طرف دیکھا تھا۔

”خود کی مرضی۔“ وہ کہہ کر اٹھ گیا تھا، ماریہ سن رہی
 تھی، ریان اس کے بڑھ چلا وجود کو کمرے میں چھوڑ کر
 باہر نکل گیا تھا، آج بڑے کمرے بعد وہ جگہ جگہ کر دئی
 تھی، فرحان نے آہستگی سے پانی کا گلاس اس کے
 کا پیچے ہوئے لیوں سے لگایا۔

”واپس چلی جائیں، اتنی بہادر نہیں ہوئیں آپ
 ابھی کہ اتنی بڑی بڑی قربانیاں دے سکیں۔“ وہ بولا تھا۔
 ”تو پھر یہاں سے واپس جانے کی قربانی کیسے
 دیں؟“ ریان ایک بار پھر حریم کی طرف کیا تھا۔

”حریم! میں بہت جادو کرتا ہوں تم سے۔“ وہ بے
 جس ہو گیا تھا، شایہ تب ہی آنکھیں چمک نکلیں، حریم کو
 قریب آئی، اس کے گھر نے گھر کی قربان کی آنکھیں صاف
 کی تھیں۔

”جھٹکے، درہی!“ ریان مسکرایا تھا۔

”ماریہ! میں حریم سے شادی کر رہا ہوں، وہ اسی
 کمرے میں آئے گی۔“ دوسرے انکسوں میں کہہ رہا تھا
 کہ کمرہ خالی کر دو، ماریہ سن رہی تھی، وہ وقت جس کے
 بارے میں اس نے اپنی شادی کی پہلی رات سنا تھا، آہی
 گیا، اپنے چند جوتے اور باقی چیزیں ایک بیگ میں
 ڈال کر وہ آسو جتنی چپ چاپ پیچھے آئی، فرحان نے
 اسے بیڑیوں کے پاس ہی روکا تھا۔

”میں بارمان لینے سے کچھ نہیں ہوگا، آج کمرے
 سے نکلا ہے، کل کمرے نکال دیں گے آپ کو اپنے حق

اب اس پر اترا تھا، اپنی ہر خواہش ماریہ نے اپنے اندر
 ہی ماری، اپنے پیلو میں ہونے کے باوجود ریان اسے
 کوسوں دور کھڑا محسوس ہوتا، ماریہ کے وجود کو تار تار
 کر کے پرکھتا ہو کر بے خبر ہو جاتا، وہ سسکیاں دیتی،
 آسو جتنی، جتنی گھونٹی، ماتم کرتی رہ جاتی، ایسے میں وہ
 انگلیاں بہت نرمی سے اس کے پیچھے ہوئے لیوں، رستی
 ہوئی انگلیوں اور نیلو وٹیل وجود پر مرہم رکھ دیتی، وہ
 مضبوط بازو بہت ہولے سے اس کے گونے وجود کے
 گرد پتاہن جاتے، وہ اس کا چہرہ دیر تھا فرحان... وہ

اس قدر غصہ حال ہوتی تھی کہ رستی ہوئی سانسوں اور بند
 ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ اس سے اتنا پیچھے کی بھی
 بہت نہیں دیکھتی تھی۔

”اتنا رحم کیوں؟ اتنی قرب کیوں؟“ ماریہ اگر وہ
 سالوں سے ریان کی دی ہوئی آنکھیں دیکھت کر رہی
 تھی تو فرحان بھی بڑی مستقل مزاجی سے ان دو سالوں
 سے اس کی انکسوں کا مداوا کر رہا تھا، اس نے ایک دفعہ

یہ چاہا تھا اس سے۔

”ایسا کیوں کرتے ہو؟“ وہ مسکرایا تھا۔
 ”بھائی! اتنا دکھ دیتے ہیں آپ کو، ان سے تو کبھی
 وہ نہیں پوچھی اور میں اگر ان دیکھوں گا ازالہ کرتا ہوں تو

سوال کر رہی ہیں۔“ ماریہ چپ ہو گئی تھی۔

”آپ کو بھائی سے محبت ہے؟“ فرحان نے

پوچھا۔

”کیوں پوچھ رہے ہو؟“ وہ فوراً بول نہ سکی۔

”کیونکہ اگر محبت ہے تو پھر تو آپ کا اسے دکھ دو

بھی بلا وجہ سنا سمجھ میں آتا ہے، اگر نہیں ہے تو واپس

کیوں نہیں چلی جائیں؟“ ماریہ سرف اتنا کہہ گئی۔

”کاش۔“ یہ سوال بھی قہر اور بھائی کرے، پھر میں

اسے بتاؤں کہ میں یہاں سے کیوں نہیں جاتی۔“ فرحان

چپ ہو گیا تھا، آخر وقت دفتر ریان میں پہنچی آگئی، وہ

لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا جب ماریہ اس کے پاس

جا کھڑی ہوئی۔

نوٹ نوٹ گئی۔

”کاش... میں اتنی مجبور نہ ہوتی، خدا کی کو اتنا مجبور نہ کرے۔“ اس کے لبوں سے نکل رہا تھا فرحان دل میں بولا۔

”واقعی خدا کی کو اتنا مجبور اور بے بس نہ کرے۔“

ماریہ یہ گھونٹ بھی پئی گی، حرم کی نگاہوں میں اس کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا، ریان اب اس سے بالکل لاعلم ہو گیا تھا، ریان نے سوچا وہ ٹھیک ہو گیا ہے مگر وہ صرف تب تک ٹھیک تھا جب تک ماریہ کے ساتھ تھا، ماریہ اس کا ہر خون اپنے وجود پر سختی تھی اس لیے وہ ٹھیک تھا، جب اس جنون کو نکلنے کے لیے ماریہ نے نفی تو وہ اپنی آواز میں ریان پر ہی نکلنے لگا، کیونکہ حرم سے تو وہ اپنی آواز میں بات کرتا بھی گناہ سمجھتا تھا، اسے بے دردی سے اپنا آپ کاٹنے و کچ کر حرم پر داشت نہ کر سکی۔

”ریان اتم جنونی تھے اور جنونی رہو گے۔“ ریان بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

”جب تک ٹھیک نہیں ہو گے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔“ ریان کی راتیں عذاب ہو گئیں، حرم کے گردن کے سامنے ہونے کے باوجود اس کی نہیں تھی، وہ ماریہ کے ساتھ ہی تھا اور ریان کا جنون ان دو ماہ میں بھر ہو گیا، اب اس دن بھی وہی ہوئی، وہ کمرے میں بند خود کو اذیتیں دے رہا تھا۔

”حرم اسے چاہے، میرا اپنا مر جائے گا۔“ ریان کی والدہ حد درجہ پریشان تھیں، ماریہ کو لگا ریان کی اذیتیں اسے تکلیف دے رہی ہیں، چند گھنٹوں کی دیر میں اور اس کے بعد وہ دوپٹے لگے سے اتارنی حرم کے پہلو سے گزرتی ریان کے کمرے میں چلی گئی۔

”ماریہ جاؤ یہاں سے۔“ ریان کی گردن سے خون برس رہا تھا، ماریہ بے چین ہو گئی۔

”جاؤ یہاں سے۔“ وہ چلا جا کر ماریہ نے آگے بڑھ کر اس کی انگوٹھی سے بلاتے پھینکا تھا۔

”ماریہ۔“ مگر ماریہ کی انگلیاں اس کے لبوں کو

کے لیے آواز اٹھائیں یا بحر عزت سے واپس چلی جائیں، یہی خود کو دوسرا نہ کریں۔ ”ماریہ اپنے دکھ میں فرحان کی آنکھوں کی چنگاریاں اور درد کو بھی نہ سکی، گزرتے کی سالوں کی اذیت، آنسوؤں کی آغواؤں اور دل کی دہائیں سے ٹھک آ کر، مجبور ہو کر، ہمت کر کے ریان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

”ریان! پیلیز ذرا سارم کریں مجھ پر دوسری شادی نہ کریں پیلیز۔“ ریان چند لمحوں اس کی آنکھوں کی برسات دیکھ کر باہر بولا۔

”ماریہ! میں نے کہا تھا اس کے یہ زعم کی آپ نے اپنی مرضی سے جتنی سے تو شکست پیچھے گا، مگر اب کیوں کر رہی ہیں؟“ ریان نے کہا، باتوں کی پشت سے آنکھوں کو گزرا اور صرف آنکھیں۔

”دوسری ریان! میں سب کی تھی۔“ اس کے علاج کے روز وہ وہ خود سے بیکار ہوئی، ماریہ کی والدہ خاموش تھیں، انھیں شاید بیٹے کی خوشیاں لینا اور انھیں، اس روز وہ ریان کے کمرے کی ایک ایک چیز پر انگلیاں پھیرتے ہوئے رہی۔

”کاش... مجھ میں اتنی ہمت ہوتی کہ میں واپس چلتی، کاش میں اتنی کمزور نہ ہوتی۔“ آخر برداشت ختم ہوئی تو باہر آ گئی، ریان، حرم کا ہاتھ تھامے ہوئے آ رہا تھا، وہ میز صوفیوں کے درمیان میں ہی ساکن ہو گئی، کیا کیا نہیں سیکھا یا فرحان نے اسے، کیا کیا نہیں دیا تھا، ریان نے ماریہ کو، ماریہ کو لگا موت ایک بار مگر آ رہی ہے، دل ایک بار پھر جواب دے رہا تھا، ریان اس کے پاس سے گزرتی کہ اوپر چلا گیا، ماریہ کی گردنی انھیں ایک دم بند ہو گئی، وہ ٹھٹھ پر ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور وہ لہر لاتی ہوئی نیچے کی طرف آئی، ایک بار پھر فرحان کے صبر بیان باتوں نے اسے تھام لیا، ماریہ نے بے بسی سے ہاتھ اوپر جاتے ریان کی طرف بڑھایا، فرحان نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا، کمرے کا دروازہ بند ہوا تھا، اس رات فرحان کی شرت کو پانی پانی کرتی وہ اس کی پتاہوں میں

خاموشی کروا گئیں، بہت غری سے وہ اس کے سینے سے لگی تھی اور دیان کا دودھ کا قہار اس پر نکل گیا، دیان نے چھینروں سے اس کا چہرہ لال کر دیا تھا اس کے منہ سے نکلنے خون کو صاف کرتے ہوئے نہ جانے کیوں فرحان کی آنکھیں نم ہو گئیں، مگر یہ تمام نہیں تھا، دیان جنونی تھا اور اس کا جنون ہمیشہ کے لیے تھا، حریم صرف چھ ماہ برداشت کر سکی۔

”ماریہ! تم اس کے جنون کو نکلنے کا راستہ دیتی ہو، اسے برداشت کرنے نہ دیا کرو۔“ ماریہ چپ نہ ہو سکی۔

”جب تک دیان پر میرا حق ہے تب تک کم از کم میں اسے اپنی غم خون تو نہیں دیکھ سکتی۔“ لیکن یہ صرف ماریہ کی غلط فہمی تھی، دیان پر صرف حریم کا حق تھا اور حریم نے یہ حق بہت جلد سے ہی مانگ لیا، شادی کے چھ ماہ بعد دیان خود ماریہ کے پاس آ کر اپنی فوجی قوت کے کاغذات لے کر۔

”دیان!“ وہ صرف اتنا کہہ سکی۔

”یہ حریم کی خواہش ہے اور اس کی خواہش میری آکھوں پر۔“ دیان نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا، اپنی مدت کے دنوں کا ایک ایک لمحہ اس نے گن گن کر گزارا تھا، ہرگز روتا نہیں تھا، دیان سے دور کرتا جا رہا تھا، جیسے ہی اس کی مدت ختم ہوئی، حریم نے اس کا سامان، اس کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

”جاؤ یہاں سے۔“ نہ جانے ابھی اور کتنی دفعہ موت کا سامنا کرتا تھا، ماریہ کی آنکھیں برس پڑیں۔

”دیان پلیز!“ اس نے انتہائی بے بسی سے دیان کی طرف دیکھا تھا۔

”دیان پلیز! مجھے یہاں سے نہ نکالیں، آپ نہیں جانتے کہ آپ میرے لیے کیا ہیں۔“ حریم، روئی جھٹی ماریہ کو دودھ سے تنگ لے کر آئی تھی، ماریہ کے والدین اسے لینے آئے تھے۔

”ماریہ چلو!“ اس کی والدہ نے اس کا ہاتھ پکڑا جسے اس نے جھٹک دیا اور دوبارہ دیان کی طرف مڑی۔

”دیان! آپ کو اعزاز نہیں ہے میں ایک بلی نہیں رہ پاؤں گی آپ کے بغیر، آپ کو دیکھے بغیر مجھے سانس نہیں آتی تو کیسے زندہ رہوں گی میں آپ سے دور ہو کر، خدا کا واسطہ پان! مجھے مت نکالیں۔“ وہ ہچکچوں سے رو رہی تھی، پورا دیان لرز رہا تھا، دیان سے برداشت نہ ہوا تو ایک دم بڑبڑوں کی طرف بڑھ گیا، حریم نے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔

”جاؤ۔“ فرحان کو لگا جیسے اسے دروازے سے قدم باہر نکالتے ہی دھمکا جائے گی، کاش! محبت اتنا مجبور نہ کیا کرے، تاکہ بے بس نہ کیا کرے۔

”ظہیر!“ وہ آگے بڑھا تھا اور ماریہ کا ہمارا ہوا شکستہ جو ایک بار پھر اسی نے تھا۔

”مجھے ماریہ سے شادی کرنی ہے۔“ اوپر جا چہر دیان ایک دم ہرکا تھا۔

☆.....☆.....☆

”بھئی ایک راستہ ہے ماریہ! صرف اسی طریقے سے آپ اس گھر میں رو سکتی ہیں۔“ ماریہ کے منہ سے نکلتے ہوئے فرحان نے اسے کہا تھا۔

”بھئی میں حوصلہ نہیں ہے۔“ وہ بولی۔

”بھئی ایک ہیج کا حوصلہ ہیں آ کر، مجھ سے نکاح کا پاپلاس کر کے جاؤ گا۔“ اور جانے کا تو سوال ہی نہیں تھا، اس نے فرحان سے شادی کر لی، دیان پر اس کا برحق ختم ہو گیا، فرحان اور وہ درجے کے دو کناروں کی طرح رہنے لگے، ماریہ صرف دیان کو دیکھ کر جینے لگی اور فرحان شاید ماریہ کو دیکھ کر، ماریہ دیان کے عشق میں اپنی جانیں ہو گئی کہ فرحان کو کبھی ہی نہ سہی، یا شاید کوئی کسی کو کبھی نہ سمجھ سکا، مگر گزرتے وقت کے ساتھ ماریہ کو گھسوں ہوا کہ میں جیتا زیادہ مشکل ہے، دیان کی آنکھوں کو خود پہ سہنا آسان تھا مگر اسے اذیت میں دیکھ کر چپ رہنا مشکل۔ خود کو تکلیف دینا اس کا ہاتھ روکنا آسان تھا، مگر دور کھڑے ہو کر تماشا دیکھنا مشکل۔ سینے بڑے حق سے اس کے پاس جا کر اسے روک دیتی تھی، پر اب زبان

سے کہتا بھی بس میں نہیں تھا، وہاں اس کے سامنے اپنے
 ڈھون سے لڑتا اور وہ بے بس کھڑی تھا شاید کبھی رو جائی،
 تین ماہ... حریم صرف حریم تین ماہ برداشت کر پانی اور
 پھر اس کی بس ہو گئی۔

”ریان! مجھے طلاق چاہیے، میں مر جاؤں گی
 تمہارے ساتھ رو کر۔“
 ”حریم! میں مر جاؤں گا۔“ ریان صرف اتنا کہہ
 سکا۔

”کوئی کسی کے بغیر نہیں رہتا۔“ وہ بولی۔
 ”مرا ہے حریم! جب کسی سے حد سے زیادہ عشق
 کر کے اس کے بغیر رہنا پڑے تو پھر مر جاتا ہے
 انسان۔“ حریم نہیں مانی۔

”ٹھیک ہے جانتی ہوں وہاں تمہیں، تمہاری ہر بات
 پہلے بھی سرائی گئی ہو گی ہے، اب اب بھی دکھوں گا، مگر
 پتھر ابھی طلاق مست لو، خود سے کوئی ایک ڈھیر تو بڑی
 رہنے دو، خود سے ملے اور خود کو یکے کا ایک حق سمجھنے
 دو میرے پاس۔“ وہ بولا تھا۔

”اور جب مجھے دوسری شادی کرنی ہوئی،“ حریم
 نے اس کی روح تک سمجھ لی۔

”تو یقیناً دکھ کر جب بھی تمہاری خوشی سرائی گئی ہوگی۔“
 ہوگی۔ ”حریم پہلی گئی، شاید ہمیشہ کے لیے، اس کے
 جانے کے بعد ریان اور ٹوٹ گیا، اب صرف وہ تھا اور
 اس کا جنون، رفتہ رفتہ گھٹ گھٹ کر پہنچنے مرنے لگا، لوگ
 صرف سانسیں بند ہوئے کوئی مرنا کیوں کہتے ہیں؟ چلتی
 سانسیں اور کبھی آنکھوں کے ساتھ بھی موت آتی ہے،
 جسے نہیں جانتیں وہ ریان کو کد کھلے۔ وہ اتنی مر گیا تھا،
 اسے یوں جلتا، منگتا، کد کد مار دیا، وہاں ہو جاتی، مگر بے
 بس تھی، صرف اسے دیکھنے کا اختیار دیتی تھی، کہنے کا،
 کرنے کا اور روکنے کا، اقتدار کھو چکی تھی، اس دن اس کی
 حد ہو گئی، ریان نے خود کو آگ لگا لی تھی، مار بے بلک بلک
 کر مرنے والی ہو گئی، ہشکل ریان کو بچایا گیا، اسے یوں
 بلک بلک کچ کر شاید فرحان کی بس ہو گئی۔

”میں کچھ کر سکتا ہوں آپ کے لیے تو بتائیے؟“
 اور مار بے نے ایک لمحے سے موت میں کہا تھا۔
 ”مجھے طلاق دے دو، بس!“ فرحان صرف اتنا
 بولا۔

”پھر کیا کریں گی؟“
 ”میں خود کر لوں گی، اب مجھے جو کرنا ہے۔“ اور
 فرحان نے اسے طلاق دے دی، وہ ریان کی والدہ کے
 پاس آئی تھی۔

”آئی! آپ جانتی ہیں کہ ریان کو صرف میں بچا
 سکتی ہوں، پلیز میرا اور ریان کا نکاح کر دو۔“ مگر
 اس بار انکار ریان کی طرف سے تھا۔

”ریان! اتھری زندگی بچ جائے گی جتنا“ وہ ماں
 تھیں، انھیں آج بھی صرف اسی کا خیال تھا۔
 ”ایک بار پہلے بھی کوشش کی تھی آپ نے میری
 جان بچانے کی، مگر کام ہو گیا، تو پلیز مزید کوشش
 نہ کریں۔“ وہ چپ ہو گئیں۔ نکاح کے بچہ ان کے
 ہاتھ میں ہی رو گئے۔

”جائیں!“ وہ بولا، وہ ابھی مڑی تھیں کہ دروازے
 کے کھنکھارنے کی گڑبگڑ مار بے نے انھیں روک دیا۔

”نہیں! آئی!“ کد کد آگے کو آئی تھی۔
 ”ریان! اب تو حریم نہیں ہے، اب کیوں منع کر
 رہے ہیں؟“ ریان ایک دم اس کی طرف مڑا۔

”اچھا اور اچھا، یہ نہیں کہ تمہیں تو مجھ سے محبت
 بھی نہیں ہے پھر کیوں کد رہی ہو؟ سب تو؟“ شاید اسی
 لمحے کا انتظار تھا اسے، یہ لمحہ اس نے کئی دفعہ مانگا تھا، آج
 مل ہی گیا، آج بتاتا تھا سے سب کچھ۔

”تو نہیں ریان! ایک لڑکی ہوا کرتی تھی، بہت عام
 سی، معمولی سی، ذرا ذوق زیادہ تھی، اس لیے پڑھ لکھ گئی،
 چھوٹے شہر کی رہنے والی تھی سو ماں باپ نے آگے
 پڑھنے کے لیے یونیورسٹی بھیج دیا، اب تک اس کے دل کا
 درق سا وہ ہی تھا، پھر نہ جانے کیسے، کب اور کیوں وہ
 درق رہ گئی، ہوتا چلا گیا، نہ جانے وہ کون تھا مگر اس نے

کے بعد میں اس قابل بھی نہیں ہوا کروں گا کہ تمہارے
 زخموں پر مرہم ہی دیکھ دوں، تمہارے سامنے لگاؤں
 اٹھانے کے قابل نہیں رہوں گا میں، تمہیں پیار کیا ایک
 بوڑھی نہیں دے پاؤں گا، میں خود تو قبر میں اتروں گا ہی
 ساتھ تم بھی اتر جاؤ گی۔"

"میں آپ کے بغیر بھی قبر میں ہی اتروں گی ریان!
 تو بہتر ہے ناں کہ آپ کے ساتھ ہی اتر جاؤں۔" وہ
 بولی، ریان چپ رہ گیا، ماریہ ہانڈ سے پکڑ کر ریان کو
 آگے تک لے کر آئی اور صوفے پر بٹھا دیا، پھر اس کی
 والدہ کے ہاتھ سے لٹکانے کے کاغذات پکڑے اور ریان
 کے سامنے رکھ دیے، عین اس کی انگلیوں میں تھما دیا،
 ریان نے اس کی طرف دیکھا۔

"جب تک حرم شادی نہیں کر لیتی میں روز اس
 سے ملوں گا۔"

"فحیک ہے۔" وہ بولی۔

"میری زندگی میں تمہاری حیثیت ہمیشہ حرم سے
 نیچے ہوگی۔"

"فحیک ہے۔"

"تمہیں بھی پیار نہیں کر سکیں گا۔" وہ بولا۔

"فحیک ہے، میں آپ سے پیار کر لوں گی۔" ماریہ
 بولی۔

"تم بھی میرے دل میں نہیں ہوگی۔" وہ بولا۔

"مگر میرے دل میں صرف آپ ہوں گے۔"

"میرے جنوں کی بھی شکایت نہیں کرو گی۔" وہ

بولا۔

"فحیک ہے مگر آپ روزانہ مجھے ایک دفعہ سواری

ضرور رکھیں گے اور اپنے 24 گھنٹوں میں سے دو گھنٹے

مجھے دیں گے۔" ریان نے چند لمحوں بعد سائن کر دیے،

فرحان دروازے میں کھڑا تھا، اس نے ایک بار پھر اپنے

ہاتھ میں پکڑے پاسپورٹ کو دیکھا، آج رات اس کی

خلافت بھی اور پرسوں عید۔

☆.....☆.....☆

صرف ایک بار اسے دیکھا اور اس کے بعد کسی اور کو نہیں
 دیکھا، یونورٹنی کے دو سال اس انہماں شخص کو دیکھنے
 گزرا دیئے، سمجھ نہ سکی کہ کسی ایک کو دیکھنا، دوبارہ دیکھنا
 اور بار بار دیکھنا، یہی تو محبت ہوتی ہے، اور محبت اتنی کہ
 دو سالوں میں اس کا نام تک نہ جان سکی، مگر واپس آئی تو
 پتا چلا کہ کیا ہو گیا ہے، اسے ذہن سے جھٹکنے کی پوری
 کوشش کی مگر بے سود، بھولنا چاہا مگر بے سود، اسے یاد نہ
 کرنے کی قسمیں کھینچی، اسے بھول جانے کی دعا میں
 کہیں، شتیں مانگیں، مگر بے سود وہ ملہا کی طرف ذہن و
 دل پر فاضل ہوتا چلا گیا، آخر لڑتے تھک گئی تو پتا چلا کہ
 پیار محبت کیا تھا، شہد محبت... ماں باپ نے رشتہ
 وصوفی اور شادی کر دی، شادی والے دن اسے لگا جیسے
 اس کی محبت کا گلہ ہو رہا ہے، جوئے والے شوہر کو دیکھا تو
 سن رہی تھی، نہ جانے خدا نے کتنے قریب سے اس کی سنی
 تھی، وہ وہی تھا جس کا نام تک وہ نہیں جانتی تھی، حیات
 جذبات سے وہ بے ہوش ہوئی، ہوش آیا تو شوہر سامنے
 تھا، سوچا اسے سب بتائے کی مگر اس کے بتانے سے پہلے
 ہی اس کے شوہر نے اسے بتا دیا، وہ من چاہی نہیں گئی،
 برداشت کر گئی، شوہر نے اس سے ماں ہونے کا غرور
 چھین لیا، برداشت کر گئی، شوہر نے دوسری شادی کر لی،
 برداشت کر گئی، شوہر نے رونا سکھایا، دیکھ دیئے، لڑ بیتی
 دی، خوشی سے سی سی گئی، اس لیے کہ محبت نہ جانے کب
 عشق کا درجہ پا گئی تھی، شوہر نے غلامی دے دی، درود کر
 برداشت کر گئی مگر اب اس کا پیار اس کا عشق اس کے
 سامنے نوٹ نوٹ کر قبر میں اترے گا تو کیسے برداشت
 کرے گی ریان! "ریان ساکت تھا، وہ ٹھوڑا آگے کو
 ہوئی۔

"اب یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا کیا کہ وہ لڑکی کون

تھی اور اس کا شوہر کون تھا؟" ریان ایک دم پھٹ پڑا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ماریہ! کہ تمہارے ساتھ وہ کر

میں دوبارہ سے جی انھوں گا، نہیں ماریہ ایسا نہیں ہوگا،

ساری رات تمہارے وجود کو مارنے بیٹھے اور روئے نہ

اور لڑکی کون تھی؟" "ماریہ کے آئینہ پر نظر۔
 "تم اپنے عشق میں اور عینیت میں سہ سکتی ہو تو میں اپنے
 عشق میں اس کا دوا نہیں کر سکتا کیا؟" وہ بولا۔
 "کب تک؟" وہ بولی۔

"جب تک زندہ ہوں۔" فرحان بولا، ماریہ نے
 آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنا طحال و جود اس کی
 مریبان بنا ہوں میں دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ کچن میں کمزری اٹھو فرانی کر رہی تھی، جب کسی
 نے نہایت نرمی سے اس کے دونوں ہاتھوں کو مقید کرتے
 ہوئے چل لیا بند کیا اور اپنا چہرہ اس کے کندھے سے لگاتے
 ہوئے آنکھیں سے کہا۔

"آئی ایم سوری!" ماریہ اندھنگ مرشار ہو گئی، اس
 نے آنکھیں سے اپنا آپ اس کے ساتھ لگاتے ہوئے
 چہرہ موڑ کر اسے دیکھا، وہاں اسے ہی دیکھ رہا تھا، ماریہ
 کے ہونٹ پر سو جو زخم ابھی تازہ تھا، وہاں نے نرمی سے
 وہاں اپنے ہونٹ دکھائے۔

"جینیں آپ کو ناشتہ دوں۔" وہ بولی، تو وہاں
 کھینچنے لگا، وہاں نے ہنسنے لگا، ماریہ نے ناشتہ اس کے
 آگے رکھا اور دوسری کرسی چھیننے لگی تھی جب وہاں نے
 اسے بازو سے پکڑ لیا، اسے سامنے بٹھایا تھا، اسے وہاں
 کی سانسوں کی جھلک آ رہی تھی۔

"اب وہ کھینچے اتنی دور چلیں گا کہ لڑکی کیا؟" وہ اس
 کے منہ میں لقمہ دیتے ہوئے بولا تھا، جواباً وہ مسکراتے
 ہوئے اس کے کندھے سے لگی تھی۔

"یقیناً اب شاہجگ کی فرمائش بھی ہوگی؟" وہ اس
 کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر بولا تھا۔

"نہیں۔" یہ وہ کھینچے ہی میری شاہجگ سمجھیں۔"
 دونوں ایک ساتھ مسکرائے تھے، وہاں نے اس کے کندھے
 فرحان نے بڑی شرمیلی سے ماریہ کے ہنسنے کو
 دیکھا تھا، کل آنے والی صبح قہقہہ بہت آسودہ ہوئی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج سے اس کا امتحان شروع تھا، وہاں کا ہر دیکھ، ہر
 اذیت اس نے اپنے وجود پر سہ لی، آنکھوں سے لگا ہوا
 پانی نکل رہا تھا، اس کے دونوں ہونٹوں سے خون رسنے
 لگا تھا، بے خبر ہوتے ہوئے وہاں نے اسے بازوؤں کی
 قید سے آزاد کیا، وہ طحال ہی بند کے کنارے پر گر گئی،
 ابھی اس کی لڑائی آنکھیں بند ہوئی ہی تھیں کہ کسی نے
 روٹی سے نہایت نرمی سے اس کے ہونٹوں سے دستا خون
 صاف کیا تھا، اس نے ایک دم آنکھیں کھولیں، وہ وہی
 تھا جو ہمیشہ اس کے آنکھوں کا دوا کرتا تھا۔

"تم کئے نہیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ بولا۔

"کیوں؟" فرحان نے سوال کیا، پھر بولا۔

"ماریہ! ایک لڑکا تھا، کہتا تھا بہت عام سا،
 معمولی سا، 17 سال کی عمر میں اس نے ایک لڑکی کو
 دیکھا، وہ شاید کچھ چارہ بھی، کچھ سارا سامان لیے
 چھوٹی سے بس میں چلی گئی، اسے وہ دھنسی لگی، بہت
 اچھی، پھر اس کے بعد کئی بار اس نے اس لڑکی کو دیکھا،
 اس لڑکی کی تصویر جیسے نقش ہو گئی، ہر جگہ، اس لڑکے
 کے دل میں، سانسوں میں، باتوں میں، یادوں میں
 اور سب سے بڑھ کر آنکھوں میں، مگر نہ جانے کیا ہوا
 کہ وہ ایک دم غم ہو گئی، کبھی وہاں نہ آئی، لڑکا ڈاکھوڑ
 ڈھوڑ کر پاگل ہو گیا، نام تک نہ جانتا تھا، محبت پر پھیلا
 چکی تھی آخر کئی سالوں بعد دوبارہ مل گئی مگر... اپنے
 بھائی بھائی کی بڑی کے روپ میں، برداشت کر گیا،
 اس کا ہر دیکھ ہر ذرخ، ہر تکلیف اپنی آنکھوں میں سموتا چلا
 گیا، بھائی نے طلاق دی اور وہ روٹی چھینتی برداشت نہ
 ہوئی، تو صرف اس کے لیے اس سے شادی بھی کر لی،
 صرف اس کی خوشی کے لیے طلاق بھی دے دی، مگر
 اب وہ اس کی نظروں کے سامنے اپنی مرضی سے موت
 کے کوئٹے میں اتارے گی تو کیا وہ لڑکا آنکھیں بند
 کر سکے گا؟" ماریہ نے سن رہی تھی۔

"اب یہ بھی سمجھنے ہی جاتا ہے گا کہ وہ لڑکا کون تھا

Italiano[®]

Permanent Hair Colour Cream

Free Developer Inside



01 Natural
Black

02 Dark
Brown

03 Medium
Brown

04 Light
Brown

**Nourishment for Hair With
Silk Protein, Vitamin E & Hair Conditioner**



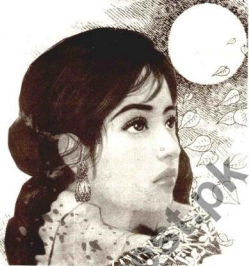
فریدہ فرید

عقیدہ رسالہ

ہر کوئی کی برسات کر دی تھی، اسی روز سے ہر
کے رکھے تھے، تیسواں روز تو اس کے لیے جان
لیوا تبت ہوتا۔

پورا پاکستان جہاں چاند نظر آنے کی دعا نہیں

”یہ باری تعالیٰ آج چاند مت دکھانا۔“ اہل
کی دعا تھی، انوکھی تھی چھت پر موجود سب ہی انہیں
جو انہیں اس روزہ افطار کیے چاند ڈھونڈنے چھت
پر موجود تھے، اس کی دعا پر چلا اٹھے، ستارے تو اس



اور بھی تھیں جو دعا کے لیے آتی تھیں، ایک اور بڑا
دل بھی تھا جو اسی کے چہرے سے تھا، وہی آواز نے
آسمان کی جانب نگاہ کی، چاند کی روشنائی تھیں ہوئی
تھی جہاں ہزاروں منہ لٹک گئے تھے، وہاں وہ
فریق بیٹوں اچھل گئے تھے، ایک دن اور میسر آیا
تھا، امید اور آس کے دیے روشن کرنے کے لیے
شاید کہ عید کی صبح سورج کے ساتھ کسی کاروشن چہرہ
طلوع ہو۔

☆.....☆.....☆

ماٹھری انسان چاند نظر نہ آنے پر بھائے اپنی

کر رہا تھا، چند مقامات پر تو زبردستی چاند نکلا بھی لیا
گیا تھا، وہاں اس تھا دعا کی کیا حیثیت تھی اور
مانگنے والی ہستی بھی وہ تھی جو ہمیشہ سے اسیوں
چاند کی شیدائی رہی تھی، مگر اس سال اس کی
ترجیحات الگ تھیں، تو دعا میں اثر بھی غضب کا تھا،
70 ماہوں سے زیادہ چاہنے والا رب کیسے اس کی
اتحاد کر دیتا۔

”میں نے اپنے رب سے عرض کیا ہے یا تو
میرا چاند دکھایا کوئی چاند مت دکھا۔“ کون کہتا تھا
کہ وہ تباہی کی دعا تھی، کہیں بہت دور دو ہتھیلیاں

دعا کی قبولیت پر اسے رب کی مشکور ہوتی، منہ پھلایے خود کو کوس رہی تھی۔

”قبولیت کا وقت تھا، چاند نظر نہ آنے کی دعا مانگنے کے بجائے اپنے چاند کے لیے پھینچی ہی مانگ لیتی۔“ اہل کے درجہ عالم کی کوئی حد نہ تھی، جانے وہ کیا تھی اور کیا ہوئی تھی، اس کی پسند یہ چیزوں میں اول چیز یہ گنا تھا ”ٹو پھینچی لے کے آ جا بالہ...“ اس کے نزدیک یہ سوگم ہے ہوگی کی عملی آفر تھا، اور آج اس کا دل خود اسی سوچ کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ یہ عجز وہی آغا کی چاہت کا تھا کہ ملک چتر اور ماضی حسین کے لبوں پر ہر دم آب بھی ترانہ تھا ”آپ سے مل کر ہم کچھ بدل سے گئے۔“

کتاب کی کیزے کی مانند کتابوں میں سر دیے جہاں سے کنارہ کشی اہل سنیہ نیک کی ناپ استوفت تھی تو وہی آغا کے بقول ”نیک ہر مصلحت کی حامل وہ ناپ کلاس پور ترین ہستی بھی تھی۔“ وہی آغا کو اس کی ہر عادت پر اعتراض تھا اور کھانے پینے کی عادتوں پر، میز خالی ہو جاتی تھی اس کی پلیٹ کا ذرا سا ساں ختم نہ ہوتا، وہی آغا کڑھ کڑھ کے اپنا کھانا ہضم کرتا رہتا۔ سب سے زیادہ تنقید وہی آغا اس کے لباس کی ہے تربیتی پر کرتا جو کبھی بھی یکساں رنگوں کا لباس نہ پہنتی، ہمیشہ کسی اور رنگ کی تودہ پٹے، شلواری الگ دینا ہوتی، وہی آغا تو بر ملا سے مگر بلا سٹنڈ و قرا رو سے چکا تھا۔

ہر وقت کوئی نہ کوئی سوئی کتاب اس کی گود میں وزن ڈالے رکھتی جس سے وہی آغا کو خاص دشمنی نہ تھی بلکہ وہ تو شکر گزار تھا کہ اس کتاب کے وزن کی بدولت وہ دھماکا پان ہی چڑھا تیز ہوا کے ساتھ نو پر داز ہو جانے سے محفوظ رہتی تھی۔

وہی آغا کو اس کی کھڑی ناک پر قبضہ بھائے بی بی بی کی آنکھوں کو اپنے دامن میں چھپائے اہل

کے خشم سے بھی اترتی تھی، اس کے بقول یہ چشمہ اہل کو صرف وہی نظارے دکھاتا تھا، جو وہ چاہتا تھا اس رقبہ نے اہل کو کبھی وہ رنگ دکھائے نہیں دیے، جو وہی کی چٹکتی نگاہوں میں رہتا تھا۔ کتنا عجیب تھا کہ اسے اہل کے ہر فعل پر اعتراض ہوتا تھا، مگر وہ ہر وقت اہل ہی کو گناہوں میں دکھاتا تھا، ہر جگہ وہ سائے کی مانند اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا، ساری دنیا اس کی واردات دل سے واقف تھی مگر جہاں اسے رسائی حاصل نہ تھی وہ اس کی متاع جہاں کا دل تھا۔

☆.....☆.....☆

”اوہ... بھری کھنی پھنی اہلی۔“ کان میں

دھیرے سے اتاری سرگوشی نے اسے پھر خواب بیداری عطا کی وہ کم مہم کم کی ہستی تو پیدا نہ تھی، مگر حال میں حاضر ہاں رہا کرتی تھی، یہاں عجز کسی کی رفاقت کا جہاں اس کی ہر عادت بدل گئی تھی وہیں وہ خیال یار کا دھندلہ بھی نہ بننے لگی تھی۔

کس قدر نامتو اہل تھا وہ اس کے اسم با معنی اہل کو کبھی کے اہلی شخص سے بکارتا جب اسے پکا زنا ہی قرار دیتی تھی اور مصلحت یہ عالم تھا کہ اس کے کان میں یہ طعنت نہ پڑے لے کر تہمت تھے۔ وہی آغا کا پھاڑ کے پوتے سے، پھیلاوا بہت ڈال ہے، کھانے میں صیب بہت نکال ہے، وہی کوئی کام وقت پر نہیں کرتا وغیرہ۔ اس کے خیالات عالیہ تھے، جو وہ بچے سے لگا ہے ہر ایک کے سامنے گوش گزار کرتی تھی، انہیں وہی آغا نے 14 نکاتی نکات کا نام دے رکھا تھا، وہ اسے ملکر پاکستان کی بھائی قرار دیتا تو بھی آئی اسٹائن کی پوتی، جب وہ چٹا لے کر اس کے پیچھے دوڑتی تو نظر کے اگلے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کہہ کر چڑائے جاتا، وہ چشمہ ناک پر بمشکل نکالے اسے پکڑنے کی سعی لاسا حاصل کے بعد کھنٹوں کو سے جاتی، دونوں میں ٹکا ہر اہل پنا کچھ بھی

تو یکساں نہ تھا، معمولی باتوں پر لڑائی، بات بات پر روٹنا اور جھٹ سے مٹنا اور ہر آئے گئے کے سامنے ایک دوسرے پر تنقیدی چھڑکاؤ کرنا ان کا روز کا طریقہ تھا۔

☆.....☆.....☆

ایک ہی گھر کے فرسٹ، سیکنڈ فلوئر پر مقیم حسن آغا اور حسین آغا دونوں بھائیوں کی اولاد میں ان کے رشتے کا سنگسار تھیں، وہی آغا اپنی 3 حدو بہنوں اور چھوٹے بھائی کے ہمراہ گھر کا مالی اور جانی ہر طرح کا سپورڈ تھا، مگر ڈسے داریوں نے اس کی شوخی رنگت چھینک نہیں پڑنے دی، وہ زندگی سے خوشیاں کشید کرنے والا نندہ دل انسان تھا، اس کے برعکس حسین آغا کی چار صاحبزادیوں میں بڑا کہلانے کے غافل نے اہل سین کو فروغ و ترقی کا موقع بنا دیا تھا، ہر دم تنجید کی کے لیے تک لباس میں ڈھکی اہل کوشاؤ و تادری ایچھے موڈ میں رکھا جاتا تھا، جبکہ وہی آغا کے لفظوں میں اہل کے لبوں پر سکرابٹ دیکھنا ایسا ہی تھا جیسے موسم سرما میں آم نظر آ جاتا۔

دونوں گھروں کے واحد مالی سپورڈ ہونے کی حیثیت سے وہی آغا کا تمام تر معاملات پر عمل ہولڈ تھا، جسے اہل مارشل لاہ کا نام دیتی تھی، کیونکہ وہی آغا کسی بھی معاملے پر جمہوری احوال کو نظر انداز کر کے محض اپنی رائے مسلط رکھتا تھا، یہاں تک کہ اہل حسین سے منجھکی سراسر اس کا ذاتی فیصلہ تھا، جو اس نے گھر کے بڑوں کے گوش گزار کر کے اپنے حق میں ریفرنڈم کر لیا تھا اور اہل سے دریافت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

میتے نیل کے داغ وچ میں لمن اہل اس واردات سے جب واقف ہوئی جب گھر رشتے داروں اور متعلقین کی آمد سے مل ہو چکا تھا، اور سادہ ترین پیرا میں کی حامل اہل کو اتنی گلابی رنگ کی لائک شرت و پانڑو پہننے کا آرڈر ملا۔

وہ وہی آغا کے نام کی مہر لگنے پر کیا کم ہراساں تھی کہ اپنے حراج کے خلاف لباس و زیورات کو دیکھ کر آتش فشاں بن گئی، سب کے درمیان سے تیر کی طرح گزرتی وہ وہی آغا کے روم کے دروازے پر یوں ایستادہ تھی، جیسے پھر بھی ہر گانے کے لیے دروازے پر کونک و ہکایا جائے۔ یہ اصطلاح بھی وہی آغا کے ذہن نے ایجاد کی تھی اور اس سوچ نے قہقہہ بن کر ماحول کو اور بھی تلخ بنادیا۔

”تمہاری ڈکٹیٹر شپ کی کوئی حد ہے کہ نہیں؟“ وہ تھلاہٹ کی آخری ایچ پر تھی، وہ عام حالات پر زیادہ بول نہیں پاتی تھی تو جسے کی شدت میں تو اپنا نام ہی بھول جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ جس چار حانہ اعجاز میں آمد ہوئی تھی، ادا نیکی الفاظ میں وہ کیفیت منقوڑ تھی۔

”تم اپنے دل پر حکومت کرنے دو، اپنی چاہت کے ووٹ دے کر، دفاتوں کا جمہوری نظام لے آؤ۔“ وہ سانسوں کے زہر و ہم میں حال دل میں آ کر آ نکھوں کو اس کے وجود پر جمائے ایک ہی جہت میں اس کے قریب آ چکا تھا، اہل جانے کیا کیا اپنے آئی کی مشائے اس منجھکی سے انکار بھی اس کے گارڈوں میں شامل تھا، اس سحر کار کا حملہ اتنا اچانک تھا کہ وہ کجیوت رہ گئی، آنکھوں کے شعلے کپکپانے لگ گئے تھے، وہ قدموں میں سکت نہ رہی تھی۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں تھا کہ وہی آغا نے اپنی چاہت کا اظہار کیا ہو، وہ دن بھر ہوئے ہر گھراؤ میں وہ جتنی حکایتیں بیان کرتا تھا، اس کے ہاتھ تمام لینا، کھائی مروڑ دینا، کاغذوں سے تھامے پتھر دے ڈالنا تو اس کی عادت تھی، مگر شوقی مرض کا ایسا اظہار پہلے نہ ہوا تھا، سو وہ جو اس کی ہر بات کو بے پر کی اذان سمجھتی تھی، پہلی بار ڈنگائی تھی اور ایسا جب ہوئی کہ بلا خرو وہی آغا کو اسے چھوڑ کے متوجہ کرنا

دی ہی تھی کہ چند ہی ماہ بعد وہ سرخ گلاب بنی اس کے بندے پر اپنے انتہائی قریب اس کے قدموں کی دستک سن رہی تھی۔

”میری چٹ پٹی اہلی، میری تمناؤں کو زندگی دے دو۔“ وہی آغا اپنے مخصوص انداز میں اسے پیچھلنے کی غرض سے رو بہ ہوا تھا، مگر اس کے برقی حسن نے اس کے کلام کو ظلم رو کر دیا، وہ غرق جمال ہوا جا تھا، اس کی وحشوں کی پادشاهل کے سیکپاٹے وجود کو نکھارتی تھی، اس کی چٹ پٹی ہانپوں میں ہلکے سے جیتی وہ اپنی عادت کے مطابق کہہ اٹھی۔

”تم ہر معاملے میں ڈیکٹری ہو۔“ وہی آغا کے بے ساختہ قہقہے میں شہابی جھلک تھی، حرف ساز لمبے قطرہ قطرہ بیت گئے مگر جنون عشق کی روشنی اہل کے ذریعے ذریعے میں اتر گئی۔

☆.....☆.....☆

کیا غضب تھا کہ جانے کن کن لمحوں میں اس کی وہی بد دعا میں مستجاب ہو گئیں اور چاتول کا سر شروع ہوئے چند ہی دن گزرے تھے کہ رفاقتوں کی اہلی ہوئی میدانے سے ملے وہی آغا کے ہوشیار آؤد آگئے اٹھنی دعا کہیں مانگیں اس نے اپنی بد دعاؤں کے رو کے لیے مگر فیصلہ نقدیر میں مزید رو بہ دل نہ ہوا، وہی آغا نے یہ کہتے ہوئے جنون خیز انتظار اس کے دامن میں ڈال دیا۔

خوشیوں کی شام اور یادوں کا یہ سماں اپنی پگھلوں پر ہرگز ستارے نہ لائیں گے رکنا سنبھال کے چند خوشیاں میرے لیے میں لوٹ آؤں گا تو صید منا میں گئے اور وہ آگھیں بند کیے اسی رو گزر عشق کی مسافر بن گئی جسے کل تک وہی آغا کا سگی پن قرار دیتی تھی، مذوق آرزو کی چٹکیاں کب کد کدائے گلشن کون جان پایا ہے۔

ابھی تو گدو میں رکھی وزن و سواد میں ٹھیک کتابیں اس کے پاؤں پر آگریں، وہ اچھل کر زمین پر بیٹھ گئی، آنکھوں میں خوشی کے غنیمت درد کے آنسو آگئے، وہی آغا کی ہمدردی کمال کی تھی اس کے پاس بیٹھ کر بھائے اس کے پاؤں کو دیکھنے کے ذمین پر گری کتابیں سینے لگاؤ حریف گلنے لگی۔

”چوتھ ان کتابوں کو نہیں بچھے گی ہے۔“ وہی آغا کے کتابوں کی بے رحمی پر اٹھیں چوتھے دیکھ کر وہ کھول اٹھی، وہ مست خراماں کتابوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”جو چاہتی ہو وہ کر رہا، تو جان لے لوگی۔“ وہ اہل کے جتنا نے پرستی خیریت سے بولا، اہل جو پہلے ہی اپنی بات کی بے وفائی سے نالاں تھی اس آب و رنگ شخصیت سے نکالیں جھانکے اٹھنے لگی، مگر آگے بڑھنے کی سکت نہ رہی تھی اس کے سرخ

پاؤں کو ہاتھوں کے بوجھ سے سہلاتے وہ اس کی ذات سے کیا خود سے بھی بیکانہ نظر آتا تھا، اسے دو دھیا پاؤں پر اس کے بھاری ہاتھ کو دیکھتے اس کی نگاہ وہی آغا کی اٹھنی پر تھی، جہاں کھنگنی کی اٹھنی غدارو تھی، وہ جو گرم لمس سے حراساں تھی ہی اس کے بچھے سر کو قہقہہ تھی، وہی آغا نے پر غدار نگاہ اٹھائی، اہل اس کی نگاہ کے پیغام کو کیا سمجھتی، اس کی گردن میں ہلکی جھین کو دیکھ کر مہموت رو گئی، وہی آغا نے اس کے نام کی سر اٹھنی میں نہیں بلکہ لاکٹ بنا کر اپنے گلے میں ڈال لی تھی، اہل کے لیے ایک نازک لمبے نے سوچ کے کتنے درد اکر دیے تھے۔

☆.....☆.....☆

اس کے حراج کے رنگ کیا دلے تھے کہ وہی آغا نے شوق عرض وصال بیان کرنا شروع کر دی، اہل ابھی خود کو اس کے لیے تیار نہ پائی تھی، مگر وہی آغا کی خود سراپاں اس کے جواز کہاں مانگی تھیں، ابھی ہاتھ میں پہنی اس کی نکٹائی نے دل پر دستک

عید منائے گا۔

☆.....☆.....☆

فراق میں لذتیں ہیں اتنی تو سوچنا ہوں
وصال اس کا نصیب ہوگا تو کیا بنے گا
جو دور رہ کر حرارت جاس بنا ہوا ہے
وہ شخص میرے قریب ہوگا تو کیا بنے گا
یوں لگا کہ وہی آغا کی سرگوشی اس کے کانوں
میں مگر چھوٹ کر رہی تھی، اس کے پیچھے ہوئے عید کا رز
پر قریب یہ قتلے زمین اسے سوز جہت سے آشنا کیے
دے رہے تھے، وہ مجسم دور تھا مگر اس کے جذب
نہاں کی اسیر وہ اسے ہر بل اپنے آس پاس ہی پانی
تھی۔

گزشتہ سال کی عید ان دنوں نے ایک
جہت سے گزاری تھی، مگر کتنی مختلف سوچیں تھیں
اس کی حب کی اور اب کی عید میں۔

کہتے ہیں دوری اور نزدیکی کا تعین جذبات
کرتے ہیں، آج سے قبل کتنی ہی عیدیں وہی آغا
اور اہل نے ایک ساتھ گزاری تھیں، مگر عیدوں پر
وہی آغا نہیں بھی ہوتا تھا، مگر اب اہل کو اس کے
ہونے نہ ہونے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا، بلکہ
وہی آغا کی عید ہو چوکی تھی اس کی پھرتی و چستی
دیکھنے لاس ہوتی تھی، جذبات کیا بدلے تھے کہ
کیفیات و حرکات کے بنائے بدل گئے تھے۔

ستائیسویں شب کی بارگشت آمد ہو چکی تھی کبھی
ایسا ہوتا تھا کہ اس کے پاس ماتھے کے لیے سوائے
اپنے اچھے رزلٹ کے کوئی دعا نہ ہوتی تھی اور آج
یہ عالم تھا کہ دعاؤں کا ہجوم تھا اور اس کے اٹھے
ہوئے ہاتھ تھے۔ وہی آغا نے شب قدر میں کمال
کی تھی اور ہاتھ آواز بلند غلبہ دیا تھا کہ عیدیں کی تھیں۔

”میں نے کہا تھا ناں مل کے دعا مانگیں گے،
آج اپنے رب سے دعا مانگتے ہیں جس کی ہمیں جاہ
ہے۔“ وہی آغا دیرانے کو گلستان بنانے والی

رمضان المبارک کا چاند دیکھتا تھا کہ اس کے
دل کا لرزنا وہ پہلے روزے سے ہی بستر پر تھی، وہی
آغا کے خون اس کے اندر نئی روح چھوٹک دیتے
تھے، تو اس کے طویل ترین خط لٹا لٹا لٹا اور
نت نئی خواہشات اور فرمائشوں نے اسے الگ کسی
کام کا نہیں چھوڑا تھا۔

اظہار میں وہی آغا نہیں تھا مگر اس کی من پسند
لوازمات ضرورت و دست خوان کی زینت ہوتے، اس
کے سینے اور سسرال کے کبھی افراد ایک ہی
دست خوان پر موجود ہوتے، سوائے اس کے جس کی
خدا کی بدولت دونوں گھرانوں کا دست خوان آج
بھی ایک تھا، وہی آغا کا موقف تھا کہ دست خوان کی
طیبت کی دونوں میں فیصلہ قائم کرتی ہے، سو پورشن
الگ ضرور تھا، پکا یا بھی الگ جاتا تھا، مگر کھانا ایک
ساتھ ہی جاتا تھا۔

وہ روز اس آس پر اظہار سمجھتا کہ آج تو وہ
آہستہ سناہی دے گی، مگر وقت گزر جاتا اور اس کی
آمد کے آثار نظر نہ آتے اب تو اہل کو یقین ہو چکا تھا
کہ وہی آغا محض اسے بھلانے کے لیے قصہ خوانی
کرتا تھا، حالانکہ وہی آغا نے اپنی داہنی پر شنگ
کی درخواست دے رہی تھی، اور اسے پورا یقین تھا
کہ وہ عید سے قبل اپنی جان عید کے پاس لوٹ
جائے گا۔

اہل نے عید کے لیے ہر قسم کی دبی غیر دبی
تیار یوں سے پرہیز کر رکھا تھا، کیونکہ وہی آغا نے
کہا تھا۔

”میں لوٹ آؤں گا تو عید منائیں گے۔“ اس
کی غیر دلچسپی کو دیکھتے ہوئے گھر کے سب ہی افراد
اسے سمجھاتے تو وہ بہنوں اور دوستوں جیسی اندوں کو
برہما جواب دیتی۔

”عید خوشی کا نام ہے اور چاند خوشی کی نوید لاتا
ہے، میرا چاند نوید لائے گا تو دل خوش ہو کر خود ہی

شخصیت تھی، جب جس بڑھ جاتا تھا تو وہ مثل سندس بہار بن جاتا تھا، اہل کو شکوہ تھا کہ دوری نے خوشیوں کے رنگ چمکے کر دیے تھے مگر وہی آغا وہ تھا جو ہر لمحہ لطف و چاہت کی نئی کہانی رقم کرتا تھا۔

”اے میرے رب! میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگا اور کسی کے لیے مانگنے کو آپ رو نہیں کرتے، اس لیے میری اہلی کی خواہش پوری ہو جائے، میں عید نہیں دہل عید دلا فرما۔“ وہ خوشی سے کہتا اپنے اور اس کے دل کی ترنا عیاں کر رہا تھا، اہل جولہہ البرا کے اس کی ہر دعا پر آمین کہہ رہی تھی، پہلے اس کی شہادت پر تھا تو آخر میں اس کی چاہت پر فدا ہو گئی، اس کی مشکلا صحت نے فون کے رستے وہی آغا کے سامں جاس معطر کر دیے تھے۔

”میری چٹ پٹی اہلی! میں آغا کی آواز جی کہہ سانسوں کی نگار، اس کے تجھے سب کر لیوں کی لائی بن گئے۔“

”ہوں!...“ اس کی ہلکی سی ہنکار کافی وقت کے بعد سنائی دی۔

”تمہاری یاد آفت ڈھا رہی ہے۔“ مختصر ہراسے میں وہی آغا نے فراق کے لمحات میں مرض دل کو بیان کیا تھا، گویا سندس کو گڑے میں بند کر دیا تھا۔

”اہلی نے اس وقت کیا ذہب تن فرمایا ہے؟“ وہی آغا نے ماحول کی فسون خیزی کو بدلنے کے لیے گویا فون ہی بدل دی، یہ وہ سوال تھا جو وہ ہر روز کے فون پر رد یافت کرتا تھا اور پھر اس کی زیبا کش پر سیر حاصل تبصرہ بھی فرماتا تھا۔

”آپ کی چاہت کو لباس بنایا ہے، کانٹھوں پر قم کی شال اوڑھی ہے، آنکھوں میں یاد کا کاجل لگایا ہے، بالوں کو آپ کی راسوں میں سایہ گلن بنایا ہے۔“

”لوئے ہوئے اہلی! تیری منتظرے وار

شاعری۔“ اہلی جو اس کی تعمیر کردہ ساحر فضا میں محو پرواز اسی کے انداز میں تفصیلی بیان بیان کر رہی تھی، وہی آغا کے سر اپنے پر بھیپ سی گئی۔

”سب بتا دیا یہ نہیں بتایا لیوں پر کیا بنایا ہے، یا میرے لیے بے رنگ چھوڑ دیے ہیں؟“ وہی آغا نے دھیرے سے دریافت کیا۔

”ہوش کریں مبارک رات میں ایسی باتیں نہیں کرتے، عبادت کرتے ہیں۔“ وہ اس کو حاضر باش کرنے کے لیے اپنے مخصوص انداز میں ڈپٹے لگی۔

”عبادت محض حمدے کا نام نہیں ہے اہل! پاکیزہ رشتوں کے لیے جو وقت مختص کیا جائے عبادت تو وہ بھی کہلاتا ہے۔“ وہی آغا نے جمید کی کے ساتھ جواب دیا، مبارک کھڑیاں گزری جانی تھیں، دعاؤں کی شدت بڑھتی جانی تھی، رشتوں کی پاکیزگی رب کریم کی سب سے بڑی نعمت ہے اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو چھوڑ گئے۔“

☆.....☆.....☆

”سب نظر آئے گا آخر مجھے چاند میرا؟“ وہ آسمان کے چاند پر نگاہ کے لیے ساخت کہہ اٹھی، 29 کا چاند تو اس کی آنکھوں کے بلبل دیا تھا، مگر 30 ویں چاند کے لیے تو کوئی بہانہ بھی سمجھتا تھا، اسے تو نظر آتا تھا اور وہ آگیا، مگر اہل کے جذبات سے واقف اس کا چاند گھر روزگار کی نظر ہو گیا، بکل کی صبح اہل جہاں کے لیے نوید بہار لائی مگر اسے عید کو گزارنا تھا، دونوں گھرانوں میں عید کی خوشیاں چمکی تھیں کیونکہ وہی آغا تو ہر فرد خانہ کی جان تھا، اظہار کا دسترخوان سمیٹ بھی دیا گیا، چاند رات کی رسوم ادا بھی ہو گئیں آس کے دیے جلائے، ہجراتی ہوئی آنکھوں سے اس نے تمام امور خانہ نشائے، اہل ایمان کے ہر گھر کی طرح اس کے گھر میں چاند

راہ بند بھی عاشق ویاہنے کو زیادہ سے زیادہ فی طلب
تھی، وہ دنیا بھلائے اس کے ساتھ گئی تھی تھی،
جسے آئے چند گھنٹے بھی نہ گزرے تھے مگر عید موسم
بہار میں وصلی وصال کی آغا کے شمار وصال کی آغا پر اسے
فرق نہال کیے دیتی تھی۔

حجری آرزو حجری امید کرتا ہے
کوئی آج بھی تجھے دیکھ کر عید کرتا ہے
اٹل کے لبوں کا قہر ڈھاتا تھا کہ وہی آغا کے
سرکش جذبات نے دل و جاں مہکا دیئے، وہ غمزدہ
آغوش میں کبھی جاتی تھی، ذوق آرزو کی چنگیاں
تھکائے دیتی تھیں، وہ جانتے تھے کہ وصال وہ نشہ
ہے جو کسی صبا میں نہیں عید وہ خوشی ہے جو کسی اور
مذہب میں نہیں، اور جب رب کریم ان ائمہ
موتیوں کو یکجا کرے تو راہ گزر عشق کو وہ تابش
نصیب ہوتی ہے جو کسی آفتاب کو میسر نہیں۔

☆☆☆☆

رات کی چنگی گھڑیاں گزر گئیں، عید کی صبح نئی ڈسے
داروں کے ساتھ طلوع ہوئی۔

اٹل کے اٹھے ہاتھ گر گئے مگر اس کے جذبات
سے واقف اس کے چاند نے بغیر عید کی سرشب
میں بدل دی، مگر دیدار نے من آگن میں اتر
کے نہ دیا، اس نے نیا لباس بھی زیب تن کیا،
آنکھوں میں کاہل بھی سجایا، چوڑیوں کی ٹھنک بھی
کوٹھنی دے، عید آئی اور قہام ہوئی، مگر اس کی شب
تجانی کی سرخ ہوئی۔

☆☆☆☆

تہوار خوشی کا باعث نہیں ہوتے بلکہ خوشی کے
باعث تہوار جنم لیتے ہیں۔ یہ بات آج اس پر عمل
صادق آئی تھی، جب وہی آغا کے شریر قہقہے اس کے
عارضہ کمال کر رہے تھے، اٹل نے نہایت نے منائی تھی
آج عید وہ دونوں منار ہے تھے، وہی آغا عید کے دن
نہیں مگر دوسرے دن اس کے رو برو تھا، تار کی تھی
میں عید اتر آئی تھی کوئی تنہا کی سچا سہانے تو کوئی حیا
کی دلیر بھانے وصال عید میں گن تھا۔

عام دنوں کا تو حساب رہے دو

یہ بتا عید پہ مجھے یاد کیا تم نے
وہی آغا کی شوخ جہار تھی کیا تم نہیں کرتے
اظہار کی شدتیں بھی حد سے سوا تھیں، وہ بار بار عید ملنے
جن کے سامنے چھوٹی موٹی ہوتی جاتی تھی۔

”تھی بار بتاؤں میں نے ہمارا حساب کے یاد
کیا۔“ وہ یہ بات دوہراتے تھک گئی تھی مگر جنوز
اسرار جاری تھا۔

”تم کبوں ہوا ملی اور میں کم پر قہمت کرنے
والا نہیں ہوں۔“ اسے خود میں سمجھے وہ انتظار ملی
دل ہر ایک عضو سے جان کر رہا تھا۔

”وہی بتاؤ مجھے فراق کے کانٹے لفظوں کے
گلاب میں لپیٹ کے پیش کیے تھے۔“ وہی آغا کی
عادیں اس نے خود ہی پکاڑی تھیں، اب وہ ابھی کی

عاشق ویاہنے کی طرف سے
عید کے لیے صبح سویرے
عید کی صبح
صلحہ محمود

کئی کئی آگن کی
صلحہ محمود

تم میرے گھر
صلحہ محمود

دل کم بک پورٹ اردو بازار کراچی

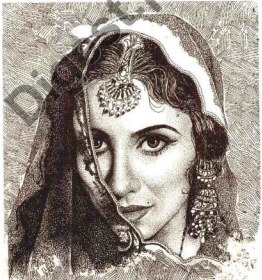
اللہ کو ہر وقت یاد کریں!

- جب کوئی کام شروع کرو تو _____ کہئے بِسْمِ اللّٰهِ
 جب کسی کام کو شروع کرنے کا ارادہ کرو تو _____ کہئے اِنْ شَاءَ اللّٰهُ
 جب کسی چیز کی تعریف کی جائے تو _____ کہئے سُبْحَانَ اللّٰهِ
 جب کبھی دکھ اور مصیبت میں ہو تو _____ کہئے يَا اللّٰهُ
 جب کسی چیز کی ہیبت کو اظہار کیا جائے تو _____ کہئے مَا شَاءَ اللّٰهُ
 جب کسی کے مشکور ہوں تو _____ کہئے جَزَاكَ اللّٰهُ
 جب سو کے اُٹھے تو _____ کہئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 جب حلف لو تو _____ کہئے وَاللّٰهُ بِاللّٰهِ
 جب پھینک آئے تو _____ کہئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
 جب کوئی دوسرا چھینکے تو _____ کہئے يَذْكُرُكَ اللّٰهُ
 جب گناہ سے توبہ کرے تو _____ کہئے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ
 جب کسی کو خیرات دیں تو _____ کہئے فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
 جب کسی سے محبت کا اظہار کریں تو _____ کہئے اَحَبَّ اللّٰهُ
 جب شادی ہو رہی ہو تو _____ کہئے اَمْسِكْ بِاللّٰهِ
 جب کسی سے جدا ہو رہے ہوں تو _____ کہئے فِي اَمَانِ اللّٰهِ
 جب کوئی پریشانی آپہنچے تو _____ کہئے لَوْ كُنْتُ عَلَى اللّٰهِ
 جب کوئی مصیبت کا خوف ہو تو _____ کہئے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ
 جب خوشی میسر ہو تو _____ کہئے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ
 جب دعا کی جائے تو _____ کہئے اٰمِيْن
 جب موت یا کسی غم کی خبر سنی ہو تو _____ کہئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ہائے ایصال ثواب: تمام مرحومین مسلمین و مسلمات

دھڑکنے والی دلچسپی

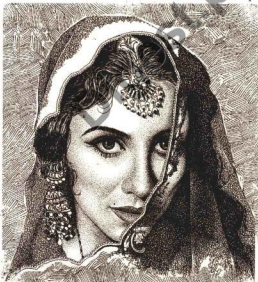
"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" وہ گلابی کانٹن کے سوٹ میں کھڑی کھڑی اس کے دل میں اتاری جا رہی تھی اور وہ اس کی تعریف پر بھیجی کمرے سے ہی نکل آئی تھی، کل ہی وہ اپنی مون لپ سے لوٹے تھے اور آج وہ جامدہ



جانے کے لیے تیار تھی، اس کا موڈ آف نہ ہو، اس لیے اس نے کچھ نہیں کہا تھا، ڈانچک ہال میں اس کا پہلا جا کرا
 ماہ لقا سے ہوا تھا جو ایک سیٹھار میں جانے کے سبب جلدی اٹھی تھیں، اس کے سلام کے جواب میں ان کا سر دھماکا
 اس کی کانچ کی آنکھوں میں نمی بھر گیا تھا، ماہ کھانا نے بھی ماں کی سر دھری صاف محسوس کی تھی، مگر کچھ نہیں بولا تھا
 مگر اس کی تم پلٹیں اسے ڈسٹرب کر گئی تھیں۔

”مام کے روئے کو بے کر پریشان نہ ہو، کچھ دنوں تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ ماں کی بے دردی کے اڑاے کو
 ماہ لاج نرمی سے بولی تھی اور وہ بد وقت تمام مسکرا دی تھی، وہ ان دونوں کو جامعہ چھوڑ کر آفس چلا گیا تھا، چونکہ
 شادی کے بعد پہلی دفعہ گیا تھا، اس کا دل ہی نہیں لگا تھا اس لیے وہ 4 بجے ہی مگر چلا آیا تھا اور حیرانگی سے ماں کو
 دیکھ رہا تھا۔

”ہاتھ ہی تو ملنے کو بڑھایا تھا کون سا تھیں گے دکالیا تھا، جو تم وہاں سے بھاگ آئیں اور اب نسوے رہا
 رہی ہو۔“ ماہ لقا اس پر بگڑ رہی تھیں کہ ان کے بڑے پارنٹر وحید عثمانی سے اس کا لابی میں ٹاکر ہو گیا تھا، جنھوں نے



بیک کافی کے سوٹ میں بے حد حسین حسین میں فوراً ہی دلچسپی دکھائی تھی اور انھوں نے مسکرا کر تعارف کر دیا تھا۔
 عمران کے مصافحے کو بڑھے ہاتھ کو وہ تعارف انداز کرتی وہاں سے چلی گئی تھی اور وہ اب وحید عثمانی کے سامنے ہونے
 والی بجلی کا احساس اس پر حاوی رہی تھی۔

”آئی او اے انٹل جنٹی مجب لگا ہوں سے دیکھ رہے تھے اور میں ان سے ہاتھ کیوں ملائی، جب میں مردوں
 سے ہاتھ ملائی ہی نہیں۔“ وہ ان کے ہٹسے سے خائف ہوتی روتے ہوئے منمنائی تھی۔

”کوئی شٹ اپ... زیادہ پارسا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ ہٹسے سے آؤٹ ہوئیں اسے پیچھے کی جانب
 دھکیل گئی تھیں، کنکان نے اسے بروقت سہارا دے کر گرنے سے بچالیا تھا، اور اس کے چہرے کی سرخی صاف
 ظاہر کر رہی تھی کہ اس نے سب کچھ سن لیا ہے۔

”نام! میں کسی کو کبھی حسین سے اس طرح بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔“ اس کا لہجہ سرد تھا وہ کنکان کو
 دیکھے تادہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

”اجازت... مانی فٹ!“ وہ بیٹے کو خوشخوار لگا ہوں سے گھورتیں وہاں ٹھہری نہ تھیں اور جس وقت وہ ہٹسے کو
 قابو کرتا کرے میں ہٹسے کو دھچکا پر چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رہ رہی تھی۔

”نام کی طرف سے تم سے معافی چاہتا ہوں، پراس وہ اب تم سے اس طرح بات نہیں کریں گی۔“ وہ
 اس کے برابر نکلا اس کے ہاتھ قلم کا تھا۔

”صبح آئی نے میرے تمام کا حجاب نہیں دیا اور ابھی کتنی بری طرح سے ڈانٹا، جبکہ میری کوئی غلطی بھی نہیں
 تھی۔“ اس کے رونے میں شدت آئی تھی۔

”وہ میری بیٹی ہیں مجھے دماغ کا قحطی رکتی ہیں مگر سب میری غلطی ہو، ان کا رویہ مجھے ہرٹ کر رہا ہے۔“ وہ
 دکھ سے کہہ رہی تھی اس نے فری سے اسے خود سے گالیاں ملانے لگی۔

”زور نہ تمہارا مجھے کبھی ہرٹ کر رہا ہے اور تمہیں کسی ناراضی کی تو پر واہ ہے میری پروا نہیں ہے۔“ اس کا
 لہجہ یو جمل ہو گیا تھا کہ وہ بہت سرد تھا اسے اپنی چاچاؤں کی انوں میں ہنگامہ ہاتھ عمران کی اولاد ہی خاموشی و سرد
 انداز سے بے چین بھی رکھے ہوئے تھا۔

”تمہارے لیے تو صرف میری چاچیں کافی ہوتی چاچیں اور جب میں تم سے خوش ہوں، تو باقی سب کی
 ناراضی کی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی، اس لیے سب کو بھول کر صرف مجھے یاد رکھو۔“ اس کا لہجہ چنڈیوں سے جھک رہا
 تھا وہ بے ساختہ ہی اس سے دور ہو گئی تھی۔

”جس طرح تم مجھ سے ایک دم قاصطے پر چلی جاتی ہو تمہاری اس اداسی میں تم سے ناراض بھی ہو سکتا ہوں۔“
 وہ اس کے حیا سے لڑنے سے اس کے کو ایک بار بھرا بننے قریب کر گیا تھا۔

”مجھے کسی روٹھے ہوئے کو مٹانا نہیں آتا، کیونکہ ارم بھیا اور زردین آئی مجھ سے کبھی روٹھے ہی نہیں، میں ہی
 ان سے ناراض ہوتی تھی اور وہ مٹا لیتے تھے۔“ وہ اس کے سینے سے لگی منمنائی تھی اور فسون خیر لمحات میں کسی کا ذکر
 اسے گراں گزرا تھا۔

”اور اگر جو میں روٹھ گیا تو مٹاؤ گی نہیں ناراض ہی رہنے دو گی مجھے؟“ اسے گرفت سے آزاد کیا تھا عمران
 کے حسین چہرے پر ایک نا سمجھا نے دلی، ابھسن دیکھ کر وہ ایک دم ہی بے اختیار سا سوال کر گیا تھا۔

”آپ جانتے ہیں میں اس کے مجھے مٹانا نہیں آتا، اس لیے آپ مجھ سے کبھی روٹھے گا ہی نہیں۔“ وہ اس کے

ضمین چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنے طور پر سادہ ساحل پیش کر گئی تھی اور وہ اس کے پر حجاب سے بھیجے چہرے کو کچھ کر مہیوت رہ گیا تھا کہ شادی کے ڈچہ ماہ بعد آج کوئی فرمائش کی گئی۔
 ”جو عجم چاہن حیات آ“ وہ الہامی انداز میں اسے خود سے لپٹا گیا تھا، وہ یوں ہی اس کی بات مان کر باقی سب کی طرح اسے سر پر چڑھا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

”مامہ، بیٹی! تم کس کے ساتھ آئی ہو؟“ مامہ کو دو کچھ روز دونوں ہی خوشگوار سی حیرت میں آ گئی تھیں۔
 ”مقتل گاہ تک کون چھوڑ گیا، یہ اب ہم نہیں ہے، مقتل گاہ تک ایک بار پھر خود سے ہی آ گئی ہوں، یہ بڑا بڑا ام ہے۔“ وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بولی تھی اور سارے کھڑے شرمندگی سے نظر چراتے نوید عالم کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

”ماموں جان! میں پہلے بھی آپ کے سہارے آئی تھی آج بھی میرا سہارا آپ ہی ہیں کہ بیٹیاں والدین کی چھایا میں ہی سکھ پاتی ہیں۔“ ان کا لڑنا تھا وہاں تھا اس کے سر پر آن ٹھہرا تھا۔
 ”آپ میری چھایا ہیں، اسی طرح اسید عالم کی آنے والی اولاد کو بھی اپنے باپ کے سامنے کی ضرورت ہوگی۔“ ان سب کو خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی کہ ایسی کوئی خوشخبری ان کے علم میں نہ تھی، مگر دوسرے ہی لمحہ وہ سب ہی اس کے والدین آ جانے کا سبب سمجھ گئے تھے اور بنا۔ کچھ بھی وہ جان گئے تھے کہ اس نے ایسا کیوں کہا، اسی لیے انھوں نے ہنسکی آنکھوں سے اس کا خبیثہ اٹھل کیا تھا۔

”مامہ نہ جانتے ہوئے بھی لوٹ آئی ہے، اس لیے تمہارے لیے کا شاد عالم کے دروازے کھل گئے ہیں۔“ بہت دنوں بعد باپ کی آواز سن کر اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔
 ”مگر میرے دل کے دروازے تم پر بند ہو چکے ہیں اس لیے اگر صرف مامہ اور اپنی آنے والی اولاد کے لیے لوٹنا جا ہوتا لوٹ آؤ۔“ انھوں نے فون بند کر دیا تھا اور وہ وہاں سے مطلق رہ گیا تھا کہ خوشی کی خبر نے بھی اسے کوئی خوشی نہ دی تھی، بلکہ خمیر پر کچھ اور بوجھ آن پڑا تھا اور اسی بوجھ کے ساتھ اس نے آنسو بوجھ کر دھت سطر باندھ لیا تھا وہ شارع سے کٹ کر مر جھانے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

”آپ صرف یہ بتائیے کہ مجھے لے جا رہے ہیں یا نہیں؟“ وہ فیسے میں تھی۔
 ”مجھے لے جانے پر اعتراض نہیں ہے، مگر تم روگو گی نہیں۔“ وہ اس کے فیسے سے چڑے سرخ چہرے کو کچھ کر شفی سے بولا تھا۔

”تم سے ایک لمحے کی دوری برداشت نہیں ہوتی، کہا کہ پوری ایک رات گزرا لوں۔“ اس نے داک آؤٹ کرتی ضمین کی کٹائی پکڑ کر اسے اپنی اور کھینچا تھا۔
 ”پلیز غمی ڈانٹنا گز نہ بولا کریں۔“ اس کی بے باکی و حرکت گراں گزری تھی اور ہاتھ چھڑا کر قافلے پر جاتی فیسے سے بول اٹھی تھی، اس کے لب اس کی جھنجھلاہٹ پر مسکرانے لگے تھے۔

”آپ آفس بھی تو جاتے ہیں ناں، آفس میں وقت گزر جاتا ہے، بیکے چلی جاؤں گی تو قیامت آ جائے گی؟“ اس کے انداز میں برہمی و جھنجھلاہٹ تھی کہ اس کی سادہ فطرت اس کی شدت پسند و مانوی فطرت سے خاکہ رہنے لگی تھی۔

”تم کہو تو آفس بھی نہ چلایا کروں کہ آفس جانے کو دل کس کافر کا کرتا ہے۔“ اسے دہرا سے لگا کر دائیں بائیں ہاتھ لٹکائے ہوئے گویا اسے اپنے حصار میں مقید کر لیا تھا۔

”میں نے ایسا کچھ نہیں کہا کبھی آپ؟“ اس کے انداز پر وہ ہانسی ہو گئی تھی۔

”پھر کیا کیا تھا سمجھاؤ ناں؟“ وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتا نظر آیا اس کے چہرے پر گاز سے مسکرا ہوا تھا، اور وہ اب کچھ بھی کہہ نہیں سکتی تھی، چاہے لب بچلنے لگی تھی، کہ وہ دھڑ دھڑ سے اس سے بات کرنے لگی تھی، بحث کرنے اور فرمائش بھی کرنے لگی تھی، مگر اس کی شدتوں سے خائف ہو جاتی تھی کہ بہت چاہ کر بھی کم از کم اس کے جذبات پر بند نہیں باقاعدہ سکتی تھی، اس کا دل ماہ کھان کی جانب جھٹکتے لگا تھا، مگر اس کے باوجود بھی کچھ ایسا تھا جو ان کے درمیان حائل تھا اور اسی کی تلاش میں وہ اس کی ہر جا بے جا مان لیتا تھا۔

☆.....☆.....☆

”مامو! میں تم سے معافی....! وہ اس کے کھلائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر احساسِ عمامت میں گھرتا معذرت طلب کرنے لگا تھا۔

”میں عزت نہیں اور چند دن کر بھی مٹل گا، تک آگئی ہوں اس لیے بھڑ ہو گا کہ معافی کے قصے کو جانے دیں، امجد عالم! میں زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ کو معاف نہیں کروں گی۔“ اس کا لہجہ جذباتوں سے جاری و سرور تھا۔

”معاف نہیں کر سکتیں تو پھر مجھے بھی جو بڑا کر دو۔“ اس کی آنکھیں بے بسی سے چمک اٹھی تھیں کہ وہ برا نہیں تھا مگر قصے میں وہ برائیاں کیا تھا، اور اب تمام تھا۔

”آپ کی سزا یہی ہے کہ آپ کو معافی نہیں ملے گی۔“ امجد نے اسے دیکھا تو اسے لگا کہ اس کے سامنے نرم غوامدہ نہیں ایک پھر دل مامو کھڑی ہے۔

”شادی کی پہلی رات آپ نے مجھے یہاں سے دھکے لگا دیے تھے، مگر میں پھر یہاں تک آگئی ہوں۔“ وہ بید کی جانب بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”زمین سے اٹھتی خاک ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی ہمارے جسم سے لپٹ جاتی ہے، مگر وہی گرد و روخ کو نہیں چھوٹی، اسی طرح آپ بھی میری روح تک بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتیں گے۔“ اس کا ایک ایک لفظ اسے زمین میں نیچے اور نیچے مارتا جا رہا تھا۔

”جبری استحقاق سے آپ ہمارے رشتے کی بنیاد رکھ چکے اور اب ہم مستحق ہیں اس کی آجاری کریں گے، چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی کہ آپ کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں اور مجھے آپ بے دل کر چکے، اس لیے زندگی کے کا سے میں جب تک سانسوں کے سیکھ کرتے رہیں گے، ہم اس رشتے کو نبھاتے رہیں گے۔“ اس کا اعزاز ایسا تھا جیسے اخبار پڑھ رہی ہو اور اس نے اس کے بے تاثر چہرے سے نگاہ پٹائی تھی، اسے اعزاز ہو گیا تھا کہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا اب وہ بھی مامو کے دل تو کیا نظر میں بھی اپنا مقام نہیں بنا سکتا کہ اس نے منتی نکل سے سب کچھ اپنے خلاف کر لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

”آ جاؤ پارادک! ایسے مٹی ہو جسے میں شوہر نہیں تھا مارا بوائے فریڈ ہوں۔“ اس کو بخود مٹی گیٹ پر دیکھ کر وہ متحیر ہی قسم مٹی مٹی اور اس نے دلکشی سے کہہ کر اس کو خلعت سے دو چار کر دیا تھا کہ ماہ لاج کو بخار تھا، اس لیے وہ

ٹیسٹ دے کر تیسرے ہی ہیڈ میں چلی گئی تھی، مگر اسے خیال نہیں آیا تھا کہ ڈرائیور کی جگہ وہ لینے آئے گا، اسی لیے حیران ہوئی تھی۔

”آپ لینے کیوں آ گئے، ڈرائیور کو ہی بھیج دیجئے۔“ وہ عام سے انداز میں بولی تھی۔

”جیجی، عورت ہو یا رانا شوہر کی اتنی محبت پر غور کرنے کے بجائے چڑ کر قہر نہیں لگاتی رہتی ہو۔“ وہ اسے چھیڑ رہا تھا، اس نے لب چہاٹا شروع کر دیے تھے۔

”میں تمہارے آس پاس رہنے کے بجائے غلاشتار ہوتا ہوں اور تم مجھ سے بچنے کے مواقع و حوصلہ دیتی رہتی ہو، کسی دن جان سے جاؤ گی مسز!“ ایک ہاتھ سے اسٹیزنگ سنبھال دوسرے سے اس کے ماتھے پر جھونپٹی لٹ کو کھینچتا شوٹی سے کہہ رہا تھا۔

”ہائیز اتوجہ سے گاڑی چلائیں، آپ کے ساتھ سفر کے دوران جان سولی پرانگی رہتی ہے، آپ کی ڈرائیونگ پر توجہ ہی نہیں ہوتی۔“ وہ ہمیشہ کی طرح جھنجھلا گئی تھی، مگر اس نے قہر نہ لگا کر کہا تھا کہ میں اپنا رول سے نہیں بچنے والا وہ بیڑی مہارت سے اسے ڈرائیونگ کرتا تھا، اس پر بھی نگاہ رکھتا اسے چھیڑتا رہتا تھا، اسی لیے وہ اس کے ساتھ نہیں آنے جا رہی تھی کہ اس نے ہونے لگی تھی۔

”اوہ۔۔۔ اپنی جان کی بڑی پروا ہے، کبھی پھرے بارے میں سوچ کر دیکھو کہ دن میں کتنی بار تمہارے ہاتھوں تل ہوتا ہوں، کبھی تمہارا غریب گھر مل کر رہتا ہے تو کبھی تمہاری دوری۔“ وہ اسپینڈ کم کرتے ہوئے اسے بازو سے تھام کر اپنی اور بھیجتا جہاز توں پر آمادہ تھا، وہ توبہ کو اس سے دور ہو گئی تھی۔

”خیر وارا جو آئندہ آپ مجھے لینے آ گئے۔“ دیکھتے ہی دیکھتے کے ساتھ نظر چراتی منہائی تھی، گاڑی میں اس کا بے باک قہقہہ گونج رہا تھا۔

”سوچ لو اس طرح کی قدم نہ لگائی تو مجھے کیسے چاہی گی؟“ اس نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا جو اپنی ہی شرارت پر تبسم تھا، اس نے دیکھنے پر آنکھ دہائی تھی، تو وہ کچھ سناؤں میں وہاں ہی ہو گئی تھی، اوپر سے اس کی بے وقت کی رانگی شروع ہو گئی تھی۔

”پھر رات کو خیرات لے کر چلی گئی۔“

پھر لطیف شب وصل کو وہ پروا کسی دن

وہ گاڑی کا شاتہ عالم کے باہر روکے ذوق منی کچھ میں شعر بڑھ رہا تھا، اس کی نگاہ اس پر اٹھی تھی اور پھر جھک گئی تھی۔

”فرار کے لیے چلتی اچھی لگ رہی ہو مسز! لیکن آج رات شب وصل کو وہاں کا ارادہ ہے، اسکیلے فرار کی ہر راہ بند نہ کر دی تو ماہ کھٹان عابدی نام نہیں۔“ اس کا خدار آلود لہجہ اس کی چلیں لڑا گیا تھا اور وہ خود کو بڑی مشکل سے سنبھالتی اس کے لبوں کی حدت سے دیکھنے والی پیشانی دوپٹے سے سسکی گاڑی سے اتاری تھی اور وہ اس کی برقاب ہی چال کو دیکھ کر سرور سا مسکرایا تھا کہ اس نے اسے کاشاتہ عالم چھوڑا تو تھا ساتھ میں یہ بھی یاد کر دیا تھا کہ وہ ہمیشہ کی طرف ٹھہرے گی نہیں اور وہ بھی اس انداز میں کہ اس کے پاس انکار تو کیا بھٹ کی بھی تمنا کش نہ رہی تھی وہ اس کے اندر داخل ہو تی ہی جیکو سوچ کر فیصل کے آفس کے راستے پر گاڑی ڈال گیا تھا، اس سے لے کر بھی کئی دن ہو گئے تھے دوران ڈرائیونگ اس کے لب مسکرا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

”ذرمین بیٹا! یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟“ مہوش بکری سے پانی لینے آئی تھیں، کمزور چلی دیکھی تو بند کرنے لگی تھیں کہ لان میں نیم اندھیرے میں کرسی پر کسی کو بیٹھ دیکھ کر وہ بیٹھانی سے واپس چلی آئی تھیں، تو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھیں کہ وہ ذرمین ہوئی اور ذرمین ان کی آواز پر بری طرح چونکی اور انھیں دیکھنے لگی، جن کی پر بیٹھانی اسے روٹے دیکھ کر بڑھ گئی تھی، وہ رات کے ڈیڑھ بجے اسے لان میں دیکھ کر ہی کم ہنگام نہ تھیں مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی اور کرسی کھسکا کر اٹھ گئی تھی۔

”ذرمین چنڈا! کیا ہوا ہے، کیوں رورہی ہو؟“ وہ اس کا ہاتھ قدام کی تھیں اور لہجے میں متاسف کر بولی تھیں اس کی ذہنی و فکری حالت ابتری کا شکار تھی، اسی سبب تو وہ کچھ نہ بولی تھی اور یکدم ان سے لپٹ کر جو اس نے رونا شروع کیا تو وہ حق دہی ہو گئی تھیں۔

”ذرمین! اس طرح کیوں رورہی ہو، بتا دیجئے، کسی نے کچھ کہا ہے؟“ فضیل سے کوئی بات ہوئی ہے؟“ وہ اسے لیے لاؤنگ میں آئی تھیں، مسمونے پر بیٹھا کر پانی لا کر اسے پلایا تھا اور نہایت نرمی و شفقت سے استفسار کیا تھا۔

”مما! فضیل مجھ سے ناراض ہیں، میں نے انھیں ناراض کر دیا ہے، اسی لیے وہ ناراضی دھم سے ہم سے اتنی دور چلے گئے ہیں، کمزورے بیٹھانی میں انھوں نے ایک وفد بھی مجھ سے بات نہیں کی، وہ مجھ پر بہت غصا ہیں۔“ وہ غصے سے لڑا کر تھک گئی تھی، اس لیے آج مہوشی کے سامنے دل کھول کر کھڑا تھا اور وہ تو اس انکشاف پر حیران تھیں، وہ دونوں بات نہیں کرتے تو ان کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے دور رہتے تھے؟

”سب کہتے ہیں کہ وہ آ جائیں گے، لیکن میں جانتی ہوں وہ نہیں آئیں گے، کیونکہ وہ مجھے سزا دینا چاہتے ہیں۔“ وہ سسک رہی تھی، اور وہ پچھتائی تھیں۔

”کس بات کی سزا؟ تم دونوں کے درمیان کس بات پر غصا ہوا ہے؟“ وہ بہو کو دیکھ رہی تھیں جو بری طرح رورہی تھی، شکست و آرزو لگ رہی تھی۔

”مما! انھیں لگتا ہے جیسے میں نے انھیں دھوکا دیا ہے، لیکن میرا عقیدہ کہ میں سزا میں نے انھیں دھوکا نہیں دیا۔“ وہ بکس رہی تھی، وہ جی جان سے اس کی جانب متوجہ تھیں، اسے اپنی ہی مہوشی تھا اس سبب قدموں کی چاپ سے انجان رہی تھی۔

”تم کیا کہہ رہی ہو، کیا کہنا چاہتی ہو، میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی بیٹا! میں تمہاری ماں ہوں، بلاؤر و جھک کر بات کہہ دو۔“ انھوں نے اس کے آگے بڑھتے ہوئے شفقت سے اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔

”مما! مجھے ادم اچھے لگتے تھے، میں ان سے شادی کرنا چاہتی تھی۔“ اس کا انکشاف انھیں سنا کہ اس کا کیا تھا اور اس نے لب سمجھ لیے تھے کہ حقیقت چاہتا تھا مگر اس کے منہ سے منہ نکلتا اذیت ناک عمل ٹھہرا تھا، یہ کوئی اس سے پوچھتا جو اس سے دور چار تھا۔

لیکن جب گھر میں میری اور فضیل کی شادی کی بات چلی، میں نے کسی پر اپنی پسندیدگی ظاہر نہیں کی، ابو کو مجھ پر بہت مان تھا، وہ میں تو انھیں سختی تھی، شادی کے لیے میں ابو کے لیے اللہ کی رضا جان کر راضی ہو گئی تھی، اور جب میں نے نکاح نہ ہے پر سامنے کیے ہر پسندیدگی و محبت باطل کی دلیلیں پر ہی چھوڑ دی، دل سے فضیل کی میری قبول کی، لیکن جب میں فضیل کی مختصر سی شب میں بہت ڈری ہوئی تھی، کیونکہ مجھے اپنا آپ فضیل کا بھرم لگ رہا تھا۔ ”وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پریشان و حیران سی نہیں مہوش کی قدموں کے پاس بیٹھ کر ان کی گود میں سر

رکھے ہوئے تھی۔

”مجھے لگ رہا تھا جیسے میں نے فضیل کو دھوکا دیا ہے، پسند کسی اور کو کرتی تھی، شاید ان سے کرنی اور بھی لگتا کہ جیسے فضیل کو یہ بات پتہ چلی ہو، وہ مجھے غلط سمجھیں گے کہ یہ بات ان کے لیے قابل قبول نہیں ہوگی، ان کی بیوی کی محبت کوئی اور تھا مگر ماما! جو تھا صرف نکاح سے پہلے تک تھا، نکاح کے بعد میں نے صرف فضیل کو سونپا، میں نے کسی قسم کی خیانت نہیں کی، لیکن یہ بات میں فضیل کو بتا نہیں سکی، میرے خدشات کو فضیل نہ جانے کیا کہے اور انھوں نے مجھے ایک بیوی کی طرح فریٹ نہیں کیا، انھوں نے مجھے وقت دیا، اور میں بھی وہی طور پر مطمئن ہوتی تھی، وقت کے ساتھ میں نے خود کو فضیل سے جڑنے والے رشتے کے لیے ذہن و دل سے اپنا تے، قائم رکھنے کے لیے راضی کر لیا۔ لیکن فضیل کو مجھے وقت دے کر بھول گئے تھے، ماما! کہ میں ان کی کچھ گنتی ہوں۔“ وہ ان کے سامنے سے کٹا رہی تھی جب ہی گود میں منہ چسپائے سکتے ہوئے کہہ رہی تھی، اس کا لفظ لفظ حیران کن تھا مگر ان کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے، انھوں نے اسے اتنا ہی ٹھکر پایا تھا۔

”اور جب وہ بھول گئے تھے تو میں کیسے یقین دلائی کہ میں ان کی ہوں کہ میرے دل نے ان کے لیے دھوکا نہ سیکو لیا ہے، میں پہلی کر نہیں سکتی تھی اور وہ کرنا نہیں چاہتے تھے، میں ٹھوڑی دیر، خدشات کا فکاڑھی، لیکن انھیں تو کوئی ذرہ ٹھوڑی اور خدشات لاحق نہ تھا تو پھر کیوں انھوں نے مجھے سزا دی؟“ اس نے سرائی کر بھکی، ذرا ناک سرخ آنکھوں سے انھیں دیکھا تھا۔

”ماما! اس دن جب ارم کا بیسٹ لٹ ہو، میں ان کے لیے پریشان تھی، روئی تھی ان کی صحبت یابی کے لیے دھوکا تو میری ہر طرف ان کے لیے تھی، مگر صرف اس لیے کہ میرے کزن تھے، ارم کی جگہ ارم یا فضیل ہوتے تب بھی میری حالت وہی ہوتی، جو ارم کے ایک بیٹے سے لگنا کر تھی، اس فکر کے پیچھے محبت نہیں تھی کہ میری محبت، میرا سب کچھ تو نکاح کے یوں کے ساتھ ہی فضیل بن گئے تھے۔“ اس نے آنسوؤں سے تھکے لب چبا تے تھے تو کیا خود کو مزہ کہنے سے روکا تھا یا کہنے کے لیے کیونکر ڈکھا تھا۔

”مگر میری فکر کو فضیل نے غلط سمجھا، مجھے دھوکے باز کہا، آپ بتاتے ہیں ماما! شادی سے پہلے میں اگر کسی کا ہاتھ بھی تھی تو کیا مجھے فضیل کو بتانا چاہیے تھا؟“ انھوں نے اس کو دیکھتے ہوئے ناشی میں گرہن ملائی تھی۔

”نہیں نا! وہ بھی اس صورت میں کہ وہ صرف میری سوچ، میرا خیال تھے، جو فضیل سے رشتہ بننے کے بعد بدل گئے، ان کو ذہن و دل سے نکال دیا، اور جب میں نے شادی کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی ان کے حلق اس طرح نہیں سونپا کہ میں انھیں کیوں نہ پا سکی؟ وہ میرے کیوں نہ بنے؟ نہ انھیں اپنانے کا سوچا تو پھر میں دھوکے باز کیسے ہوتی؟ آپ بتاتے ہیں ماما! جب میں نے ارم کو سونپا ہی نہیں، انھوں نے نہیں کیا تو میں دھوکے باز کیسے ہوتی؟ میں تو بس اپنے ناشی سے ہراساں تھی کہ لفظ تو میں نے ناشی میں ہی نہیں کیا تھا، ارم مجھ سے کزن تھے، مجھے اچھے لگتے تھے، دل و ذہن میں آتا کہ کاش کہ وہ میرے بن جائیں مگر ایسا نہیں ہوا، جو شخص میرا انا سے سونپا، اسے چاہا، بس ڈارنی تھی کہ میرے ذہن و دل کی بات فضیل کو پتہ چلی تو وہ کیا ری ایکٹ کریں گے؟ اور ماما! میرے خدشات کچھ غلط تو نہ تھے جب ان پر یہ بات ظاہر ہوئی وہ مجھے جھوٹا، دھوکے باز کہہ کر چلے گئے، اور ایک دفعہ بھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا، آپ نے فون دیا تو لائن کاٹ دی، میں نے ملایا تو کال ریسپونڈ نہیں کی، میری کسی میل کا جواب نہیں دیا، آپ بتاتے ہیں نا! ماما! کہاں غلطی ہوئی مجھ سے، میں نے کب ناشی کی کسی محبت کے حصول کے لیے کسی قسم کی کوشش کی؟ کب میں ان سے ملی؟ کب

چاہا کہ وہ میرے ہوجائیں؟ میرے ذہن دل میں ایسا کچھ ہوتا تو میں شادی ہی کیوں کرتی؟ پرانی محبتوں کو
 ہی دل میں ہسائے دکھاتا ہوتا تو کئی محبتوں کو اپنائی کیوں؟ اور جب فضیل نے ڈائریکس کی بات کی، مجھے
 فضیل سے نہیں ارحم سے محبت ہوتی تو میں فضیل سے کہہ دیتی ہوں، کہ وہ مجھے چھوڑ دیں، اور دے دیں
 حلاق، لیکن میں تو گھر کے محبتوں میں خوفزدہ رہی ہوں، ہر آہٹ پر روایتی رہی ہوں کہ مجھے فضیل میری اچھا
 کے باوجود میری ہر اچھا کو ٹھکرا کر لیں ڈائریکس بھیج نہ بھیج دیں۔ فضیل میرا سب سے مضبوط رشتہ، میری
 محبت، پسند سے دستبرداری قبول کر سکتی تھی ہاں جب ہی کر سکتی، مجھے کوئی فرق بھی نہیں پڑا، لیکن محبت سے
 زندگی سے دستبرداری قبول کرنا آسان بھی تو نہیں ہوتا ہاں، میں آسانی سے ان سے خود کو کیسے الگ
 کر لوں، لیکن ان کے لیے سب کچھ بہت آسان ہے مہارات کیا رہے کے قریب میں نے انھیں فون کیا
 تھا، انھوں نے ٹیپکی دھند میری کال رد کی اور میرے پہلو کہنے سے پہلے ہی یہ کہہ کر فون رکھ دیا کہ وہ جلد
 فیصلہ کر دیں گے، انھوں نے فیصلہ کر لیا ہے مہا! مجھے چھوڑنے کا فیصلہ، اگر ایسا کیا انھوں نے تو میں مر جاؤں
 گی، آپ کہیں ان سے میں نے انھیں دھوکا نہیں دیا ہے، میں صرف ان کی ہوں، صرف ان سے محبت کرتی
 ہوں، میں جھوٹ نہیں بولی رہی، آپ کو تو مجھ پر بھروسہ ہے ہاں مہا! یقین ہے ہاں آپ کو مجھ پر کہ میں
 جھوٹ نہیں بولتی؟ وہ ان کا ہاتھ تھامتھی تھی، جن کی نظریں سامنے کمرے کے شخص پر کافی دیر سے جمی تھیں، مگر
 وہ ان سے اب تک نظر نہیں ہٹا رہی تھی اس لیے جب تک نہیں تھی، اس کے ہاتھ تھامتھے پر مگر وہ چونک کر اس
 کی جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔

”مہا! آپ فضیل کو سمجھا میں ہاں ان سے کہیں میں جھوٹی نہیں ہوں، میں نے انھیں دھوکا نہیں دیا ہے،
 میرے دل میں صرف وہ ہیں، وہ مجھے نہ چھوڑیں گے، میں نے ان کی امانت میں خیانت نہیں کی ہے، میں ان کی
 ہوں، جب ان کی کبھی کسی وجہ سے بھی میں نے کچھ ایسا لکھا نہیں کیا، جو خیریت کے خلاف ہو، باجوہ امانت میں خیانت
 کا سبب ہو، میری چھوٹی سی بھول کی، میرے غدشات کی مجھے وہ اتنی بڑی سزا نہ دیں، جان سے مار دیں لیکن رشتہ
 نہ توڑیں۔“ وہ ان کی باتوں سے لپٹ کر بری طرح ہلکنے لگی تھی اس کے سر پر ہاتھ بھیرتے ہوئے انھوں نے
 ایک ناراض نظریات بنے بیٹے پر ڈالی تھی وہ کچھ بولی نہ تھیں اور وہ کہنے کی بجائے کچھ لکھتے تھے انھوں نے اس کا
 سرا ہونچا کرنا چاہا تھا، تب انھیں احساس ہوا تھا کہ وہ بوٹی میں نہیں اور جیسے ہی اس بات کا انھوں نے اظہار کیا تھا،
 وہ بوٹی میں آتا اس کی طرف لڑکا تھا۔

”ذرا دین کو کچھ ہو گیا ہاں فضیل! تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔“ اسے ایک سیٹ براہ احتیاط سے لگا کر وہ
 ڈائریکٹ سیٹ سنبھال گیا تھا وہ ذرا دین کا سر گود میں رکھے ہوئے ناراض دھننے کے طے چلے با اثرات کے۔ ہاتھ
 بولی تھیں۔

”آپ تو شاید پھر بھی مجھے معاف کر دیں مہا! لیکن میں خود کو کبھی چاہ کر بھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔“ اس نے
 دل کرتی سے کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور دھن ڈائریکٹ گھر کے سب سے نزدیکی پرانے سیٹ
 اسپتال پہنچا تھا، اس کا رخسار بریک ڈاؤن ہوا تھا، اس کی کنڈیشن گھر کافی بہتر تھی، ڈاکٹر ذکی کاوش اور رینڈ
 کے بعد تقریباً چالیس گھنٹوں میں اسے آئی سی یو سے ایک پرانے سیٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا، وہوش نے بیٹے کی
 آخری صورت دیکھی تھی اور بھڑکی اذاتوں کے بعد شوہر کو فون کر کے بلایا تھا، فضیل کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا۔



(جاری ہے۔۔۔)

روحانی ڈرامی

قبائیں کو پھر سمیٹ لیں گے

دھنک ناز کی ڈائری سے

ایک خوبصورت نظم

عید مبارک

بہرے لمحوں کی ساری

ازیت اس پہل ہو گئی دور

تم نے جب دھیرے سے جاہت بھرے

وصل لمحوں کی دھنک کے ساتھ کہا

عید مبارک!

صباح کی ڈائری سے

ایک خوبصورت نظم

پھر جاناں

بروز ہر قدم

خوبصورت کنوارا تمہیں ہیں

پھر جاناں

عید کی قرب آتی آئیں ہیں

پھر شاموں کا رنگ اٹھاتا ہے

پھر جاناں

باد کی ہلکی میں

چلی تیری باد کی پروا ہے

پھر چاند اتر پڑے چھٹنے کو ہے

پھر دل تیری دید کو

چھٹنے کو ہے

پھر مہندی چڑی اور

چڑی کا سندیر لے

عائشہ نیاز کی ڈائری سے

فاطمہ نجیب کی خوبصورت نظم

عید آئی نگاہ مجھے

ہماری آنکھوں کے خواب مجھے

مہکتی کلیوں کو دیکھ کر پھر

محبوبوں کی وہ سوئی خواہش

چنگ کے بیدار ہو گئی ہے

نگوں کے شانے پر ہر رنگ کے

ہوا بھی سرشار ہو گئی ہے

وہ بھولے ہرے تمام لہے

وہ ساقیوں وہ تمام ہند ہے

جو وقت کی دھول میں اٹ گئے تھے

خود اپنے اندر سمٹ گئے تھے

وہ لے کے اگڑا نیاس بی اٹھے ہیں

ہماری آنکھوں میں جھانکتے ہیں

اے کاش دل کی ویراں زمیں پہ

محبوبوں کی پھوار بر سے

برستی برکھا کہاں مقفود

دو ہونہی تیرا پیار بر سے

تو دیکھنا پھر کہ جان جاناں

ہماری آنکھوں کے ٹھناتے

چراغوں کو دے انھیں گے

کہ چاند سورج مدھم گلیں گے

دل کے شے یوں گل انھیں گے

چٹے ہوئے مسکراتے ہوئے مسکنا نہیں گی
سرسبز نہیں لگے لگا نہیں گی
جب میری امید ہوگی
جب تیری دید ہوگی

افسانہ ملی کی ڈائری سے

پروین شاکر کی نظم

وہ مجھے اس وقت ملا

جب پہاڑوں پر برف چھل رہی تھی
چری کے درختوں پر اولین شگونے بھوت رہے تھے
نوریز خوشبو سے سارا پارلر روشن تھا
ٹیلر نے اس ابھی چمکانا شروع کیا تھا
اپنے بازوؤں میں لیے
وہ مجھے بھولوں بھری وادی میں گھومتا رہا
ہم نظریاں اور جگنو بکارتے رہے
بارش ایک پیاری دوست کی طرح
ہمارا ہاتھ پٹائی رہی
جس دن درخت سے پہلا پتہ گر
میں اسے اٹھا کے گئے لیے چلی
پلٹ کر دیکھا تو وہ جا چکا تھا
اب میں نوٹے ہوئے پتوں میں
اپنے آنسو بیج کر رہی ہوں
مجھے جان لینا چاہیے تھا
کہ اس کا اور میرا ساتھ
موسم بہار تک ہے

عید آئے کو ہے
تم جوا جاؤ جاناں
میری بھی عید عید ہو جائے
تم جوا جاؤ جاناں
تو تیری دید سے میری
خوشی مزید ہو جائے

نوشین مدثر کی ڈائری سے

عید

مہندی سجی کی ہاتھوں میں
چوڑی سجی کی ہاتھوں میں
پھول ٹھکیں کے داغوں میں
جب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
کجرا نین سجانے کا
گھر اپنا بھوں کو سونے کا
جہاں گھر کو آئے گا
جب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
حتا سے پھیلی پتہ تمہارا گھسے
خوش ہو ہو کے تیرا نام چو میں کے
ملن کی آس میں بار بار جھو میں کے
جب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
غم سارے بھلا دیں گے عید کے دن
کدور تھیں دل سے مٹا دیں گے عید کے دن
جھپٹیں اپنا ناٹیں گے عید کے دن
جب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
خوشیاں ہمارے ساتھ مسکرائیں گی

☆.....☆.....☆

عید اشعار

یادوں میں کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں
یوں تو وہ دور ہوتے ہیں نظروں سے
پران کے احساس دل کے پاس ہوتے ہیں
عاصد شید..... فیصل آباد

حیرہ شبیوں کو پھر جگمگائے ہلالِ عید
سندید بہارِ بہن کے آئے ہلالِ عید
قننا ہے کہ دیکھیں نئی سحر کی رنگین
اے کاش الودیع صبح لے کے آئے ہلالِ عید
حنا علی..... سیالکوٹ

یاد آتے ہو کس سلیقے سے
جیسے بارش ہو دھتے دھتے سے
نوشین شکر..... لاہور

عید کا حیرانہ نظر آئے گا جس دم مجھ کو
تیرا ترے پہل کی اے دوست دعا مانگوں گی
میں تو یہاں سے ہوں تیرائی کے سحر میں متیم
اب تیرا رفاقت کی دعا مانگوں گی
ذمرہ شاہ..... پشاور

غیروں میں ہے تھ شاد اے عید مبارک
جس کو نہیں ہم یاد اے عید مبارک
مصوم سے امانوں کی مصوم سی دنیا
جو کر گیا برباد اے عید مبارک
امیرین حیدر..... اسلام آباد

تم سے طے مل کے چمڑے چمڑے ہمارے
ایسی بھی قرینیں رہیں ایسے بھی فاصلے رہے
ٹو بھی نہ مل سکا ہمیں زندگی بھی رانچاں مکی
تھ سے تو غیر متفق تھا خود سے بڑے گلے رہے
گہت قرینہ..... حیدرآباد

نوربانو..... کوئٹہ

آج بھر عید آئی ہے اے دوست
آج بھر تیری یاد آئی ہے
صرف کچھ مسکرائیں ہی نہیں
چند آنسو بھی ساتھ لائی ہے
بارون آباد

ذرا دم کو بھلا دو وقتِ دو جدائی تم
مجھے دل سے کسی لیکن حنا عید کا دن ہے
صبا عبدالحی..... ننکانہ

مصوم نظر ہوا کمزرا چہرے پر تیرے چہرے کا
تصویر کا جب یہ عالم ہے وہ حسنِ مصمم کیا ہوگا
افشاں علی..... کراچی

خوشیوں کا وقت بھی کسی آئی جائے گا ساگر
تم بھی تو مل رہے ہیں قننا کیے اظہر
فرزانہ شوکت..... کراچی

اڑا رہی ہے خاک ہوا آرزوؤں کی
کھلے ہوئے ہیں لبوں پہ لہاسیوں کے پھول
جھلس نہ جائے صدا آسکوں کی دم جھم سے
فنگ لبو سے بنا یاد کی رتوں کے پھول
مصباح مسکان رفاق..... بنجلم

اگر پرکھنا چاہو تم کسی کے غلوں کو مسکان
آواز دے کے دیکھ لو کسی مشکل گزری میں
سعدیہ عابد..... کراچی

نفل سایہ دار کے جڑ سے اکڑ جانے کے بعد
آج پہلی عید ہے تھ سے چمڑے جانے کے بعد
ریا نور رضوان..... کراچی

زندگی کے کچھ لمحے یادگار ہوتے ہیں

ہم تو احتیاج کی بجلی میں ہیں دسے ہیں ہم
ہمارے واسطے کیا عید اور کیا بھر عید
فوز یہ صدیقی..... لاہور
جج جج اگر ہے الفت لوٹ آؤ جان جاں
لکنا ہے اور آگ یہ بھیجا ہوا سامان
راہد منیر..... سرگودھا
گزر گئی ہیں عید یہ کتنی اپنی اسی گمان میں
ہمارے آنکھن میں بھی اترے گا چاند عید کا
صدف سر..... بہاولنگر

میں ہوں تیرا خیال ہے اور چاند رات ہے
دل درد سے غم حال ہے اور چاند رات ہے
چھلکا سا پنہا ہے وہی دھستوں کا رنگ
ہر چیز پر زوال ہے اور چاند رات ہے
شاکر قصیر..... کراچی

تارے اترے جب پہیلیاں دامن کو
عید کے چاند میں دیکھا میں نے ساجن کو
چاند رات کی مہندی مجھ سے کتنی ہے
غم بھی اک پیغام لکھو ناں ساجن کو
شبنم شاہ..... خانپور

ہلال عید دیکھ کے مانگتی رہی ہوں جو دعا
اب کی بار شاید وہ باثر ہو جائے
زوجہ..... رحیم یار خان
جس سے چاند تیرے ہام سے ابھرا ہوگا
ٹوٹے اسی ہل میں اسے غور سے دیکھا ہوگا
عید کے کارڈز تیری میز پر بکھرے ہوں گے
اور سرہانے کوئی پھول بھی رکھا ہوگا

راہن..... لاہور
ہم نے ہلال عید کے ہاتھ جھگایا ہے یہ سندیر
کرتا ہے تمہیں کوئی یاد بہت بار بار اسے کہتا
ایمن شاہ..... حیدرآباد
عید آئی ہے تو آنکھوں میں اتر آئے ہیں
بھر کی اوس میں جیسے ہوئے کبھی کتنے

دھنک ناز..... کراچی
مجھ کو اک خواب پریشاں لگا عید کا چاند
میری نظروں میں ڈرا بھی نہ تھا عید کا چاند
آنکھ نم کر گیا چھڑے ہوئے لوگوں کا خیال
درد دل دے کر ڈوب گیا عید کا چاند

ثناء حیات..... کراچی
چاک داماں کو جو دیکھا تو ملا عید کا چاند
اپنی تصویر کہاں بھول گیا عید کا چاند
ان کے ایدوئے خیدہ کی طرح جھکا ہے
اپنی آنکھوں میں بڑی دیر چھپا عید کا چاند
سمیرا علی..... راولپنڈی

کاش عید سعید کے حسین لمحوں میں
میری ذات گم گشتہ بھی تھے یاد آئے
ثناء کنول اللہ..... پورچرائس
اس کی آنکھیں چاند کے جھپی ہیں تمام
جن میں ہر کوئی رہتا ہے میرے بوا

غدی خان..... پشاور
یہ صرف طرف کی بات ہے کہ کوئی سینے کی طرح
کھینچنے لگے ہیں اسے دامن کشا وہ نہیں ہوتے
بغیر پر پھول کے چوں کر پ لوٹے ہوئے دل کا
وہ کسی کا دل دکھائے ہر آمادہ نہیں ہوتے

زرش کمال..... حیدرآباد
عمل سے بھی مانگ مانگ سے بھی مانگ
تجے میں نے تیری رضا سے بھی مانگ
جو کچھ نہ ہوگا تو مانا سے بھی مانگ
خدا کی قسم میں نے تجھے خدا سے بھی مانگ

ثناء یہ رحمت..... سرگودھا
دوست تو خبر کون کس کا ہے
اس نے دشمن بھی نہ سمجھا لوگو
رات وہ درد مرے دل میں اٹھا
مج تک بھن نہ آؤ لوگو
☆ ☆ ☆

اس ماہ میں

کر سکتی۔

✽ سورج سے سبق سیکھتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے دیکھو۔

✽ بات گفتگوں کی نہیں لہجہ کی ہوتی ہے۔

✽ مصیبت اگر انسان کو دولت مند نہیں تو نقصان ضرور بنادیتی ہے۔

✽ حافل پہلے قلب سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بات کرتا ہے۔

✽ اگر انسان سوچنے کی عادت ڈالے تو ہر چیز میں اس کے لیے گہرت ہے۔

✽ اپنی ضرورتوں کو کم کرو، تمہیں راحت حاصل ہوگی۔

✽ مستقل حراستی کا نوب کو بھول بنادیتی ہے۔

✽ تعریف کے قائل وہ شخص ہے جو غرور اور تکبر جیسی لعنت سے پاک ہو۔

✽ والدین سے سخت لہجہ میں بات کرنا بربادی کو دعوت دیتا ہے۔

✽ عادی نیازی..... رویہ

اس مہینہ میں غزل

بچوں کو ایک قوس پہ لٹھا رہا ہوں میں
مہنگائی کی وجہ سے مرا جا رہا ہوں میں

تھیں پرانی دیکھنا کار تو اب ہے
انور کا قول ہے جسے دہرا رہا ہوں میں

ی ٹیوٹن ان کی دیکھ رہا ہوں حے کے ساتھ
روز سے بڑے تباہ سے بہلا رہا ہوں میں

سروس نہیں ملی تو بچا سنے نہیں لے
مردے بڑے حے سے جو تھلا رہا ہوں میں

اس ماہ کی خوبصورت بات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام حکیم اللہ تھے، روزانہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تھے، ایک دن رب کی طرف سے حکم ہوا کہ ”موسیٰ! جاؤ اور اپنے سے کسی کمتر

کو تلاش کر کے لاؤ“۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے سلامتی کا نکتہ چیمان ماری، مگر اپنے

سے کم کسی کو نہ پایا، شاہ کو خالی ہاتھ لوٹے، اللہ پاک نے فرمایا ”اے موسیٰ! اگر آپ ایک بکری کے بچے کو

بی لے آتے تو ہم آپ کو نبوت سے محروم کر دیتے۔“ اس واقعے کا مطلب ہے کہ ”کسی کو اپنے سے نیچے نہیں

سمجھنا چاہیے، کیونکہ اللہ پاک نے ہر کسی میں کوئی نہ کوئی خوبی رکھی ہے، اور اللہ رب العزت کی نظر میں

تمام انسان برابر ہیں۔“

یہ میرا آغاز حسین..... کراچی

اس ماہ کے خط کا جواب

محبوب سے ملنے کا بڑا شوق تھا

ایک دن گھوڑا خط اس کو

بھولی بھائی سمجھ نہ سکی میرے پیار کو

دے دیا خط اپنے بھائی اختیار کو

میں نے دریا کی بہت بڑی موج دیکھی

جب اپنے پیچھے تختیاں کی فوج دیکھی

لوگوں نے کہا کس پر غضب آیا ہے

دل نے کہا اس بختیر سے خط ماہ جواب آیا ہے

فریاد فریاد..... پاکتیں شریف

اس ماہ کے خط کا جواب

✽ دل اگر سیاہ ہو تو چمکتی ہوئی آنکھ بھی کچھ نہیں

سسرال کا جو مال ہے جتنی حلال ہے
جوڑا سسر کا ساتھ لیے جا رہا ہوں میں
نوشین مدثر..... لاہور

اس ماہ کا طے
کیوں کچھ سوچ کر میں اپنا دل چھوٹا کروں وہی
وہ اتنی ہی کر سکا وہا جتنی اس کی اوقات تھی
نور امین..... کراچی

اس ماہ کی ہری سرچیں

آپ فاصلے کہاں ہیں؟

صرف اور صرف دلوں میں۔

آیات کریں!

مہنگائی کی، لہوؤں شینے تک کی ہنسی کی۔

نام ہی کافی ہے۔

کیونکہ کام کا تو ہے ہی نہیں۔

پھر سے پہنچنے کے ساتھ

نئے آغاز لوٹنے کے

خصوصی فارمولے کے ساتھ

آپ کی جلد کا بڑا فرق کرنے کے لیے۔

آپ کے خواب کچ ہو سکتے ہیں۔

اگر آپ خود بھی سچے ہو جائیں تو

سو فیصد گارنٹی ملے گی

بالکل سفید چھوٹ سرکاری اعداد و شمار کی طرح۔

مفت مشورہ۔

آئیے اپنے توقف بخشنے اور لطفے کے لیے۔

جان ہے تو جہاں ہے۔

مہنگائی نے جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوئی۔

صباح..... ہارون آباد

اس ماہ کا افسانہ

تمہارے ہجر و فراق کا یہ عالم ہمیشہ میری نازک

طبیعت پر گراں گزرتا ہے، تمہاری جدائی کے یہ جہاں

سوز و گمات صدیوں پر محیط ہو جاتے ہیں کہ ایک ایک

پل گزرا نا مشکل ہو جاتا ہے، تمہارے انتظار میں

بھوکی پیاسی بیٹھی تمہاری آمد کی راہ بھیجی ہوں کہ شاید
تمہارا رخ روشن دکھائی دے لیکن ہر بار مایوسی و
ناکامی ہی مقدمہ ٹھہرتی ہے۔ میرے چاہت و محبت
سے بھرپور جذبات و احساسات کو کس قدر فراموش کیے تم
نازک انعام حسینہ کی مانند غزلوں پر غزلے دکھاتے ہو
لیکن میں تمہاری ناز بردار یاں آخر کہاں تک
اتھاؤں۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور تمہاری
آمد کے کوئی آثار نہیں تمہاری غیر موجودگی میں یہ گھر
مجھے بالکل سناں ویران لگتا ہے مجھیں پتہ ہے مجھے
تمہاری اشد ضرورت ہے مہلا تمہارے بغیر میرا گزارا
کہاں ممکن ہے اس لیے "اے سوئی گیس!" تم آپ
اپنا رخ زینا دکھاؤ تاکہ سناں پرے چو لے روشن
ہوں اور بھوک کے مارے پیٹے میں دوڑتے چو ہے
بھگی شانت ہوں۔

افسان علی..... کراچی

اس ماہ کے نو نکلے

چائے کے داغ

کچھوں پر چائے کا داغ لگ جائے تو اس پر نمک

لیں پھر تھوڑی دیر بعد خنڈے پانی سے دھوئیں پکڑا

بالکل صاف ہو جائے گا۔

ساکن محل جائے تو:

ساکن محل جائے تو اس میں ایک چائے کا بچے دودھ

ڈال دیں، بچے کی بو بالکل ختم ہو جائے گی۔

مرجیں تم کرنے کے لیے

ساکن میں مرجیں زیادہ ہو جائیں تو اس میں تھوڑا سا

دہی ڈال دیں۔

سفید کپڑے صاف چلے:

سفید کپڑوں کو دھوتے وقت پانی میں تھوڑا سا لیموں

نچوڑ لیں کپڑے زیادہ صاف اور سفید ہو جائیں گے۔

غراب تالوں کا علاج:

اگر تالوں کو زنگ لگ جائے تو ان میں مٹی کا تیل چند

قطرے چکائیں اور پھر انھیں دھوپ میں رکھ دیں

تالے ٹھیک ہو جائیں گے۔

سید امیر ہاشمی..... کراچی

اس مانو جو انوں کا قاعدہ...

اس قاعدے کو جو دہرہ دور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے تاکہ نو جوانوں کو ان کا مقصد زندگی یاد دلایا جائے اور مناسب صلاح دی جائے۔

الف سے تا: جو اکثر جامعہ کی لڑکیاں لڑکوں کو بناتی ہیں۔

ب سے تا: یہ دو لائقوں کو مل کر رہتا ہے، بے اور فہم اسے کسی چیز کا فہم نہیں ہوتا اور اپنے شوہر کی خون پسینی کمانی بڑی بے پروائی سے خرچ کرتی ہے۔

ت سے تا: جو کماؤ جس کے آنے کا تو پتہ چلتا ہے مگر جانے کا نہیں۔

ث سے تا: جس کے ہنجر زہنی اور مادی تصور کی جاتی ہے۔

ج سے تا: جو شہر ان کو ملتا ہے جو ٹیک کا مرکز ہے جہاں اور رہتا ہے۔

ح سے تا: جو ہریت، یہ وہ چیز ہے جو ہمارے ملک میں بھی نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو صرف چند ماہ کے لیے۔

خ سے تا: جس کے کمانے والا احمق تصور کیا جاتا ہے۔

د سے تا: یہ وہ چیز ہے جو سب سے زیادہ نماز میں اور کلاس میں آتے ہیں۔

و سے تا: جو کسی سے وفا نہیں کرتی اس کے علاوہ دینار بھی ہے جس کی ہمیشہ حسرت رہتی ہے۔

ز سے تا: جو تھنا ہوا تیار کے پاس ہوتا ہے اور وہ آکر اس کا غلا استعمال کرتا ہے۔

ح سے تا: دولت اپنے ترک توں سے ہوتی ہے۔

ر سے تا: جو عاشقوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔

ز سے تا: زبان، یہ وہ چیز ہے جو کمرہ جماعت میں بند اور باہر چلتی کی طرح چلتی ہے۔

س سے تا: سوال، جس کے کرنے میں ہی مزہ آتا ہے۔

ش سے تا: یہ پردانوں کے لیے ہی بنتی ہے۔

ص سے تا: میرا آج کل کوئی کرنے کو تیار نہیں۔

ض سے تا: میرا اس کی آواز ماڈرن دور میں کوئی نہیں سنتا اور اس کی آواز پر کان دھرنے والا بھی احمق تصور کیا جاتا ہے۔

ط سے تا: جو دوسروں پر کرنے میں بہت مزہ آتا ہے۔

ظ سے تا: جو اکثر فریبوں پر کیا جاتا ہے۔

ع سے تا: یہ وہ شخص پرست چیز ہے جو کمرہ جماعت میں ہمیں تنہا چھوڑ کر خود میر کو چلی جاتی ہے۔

ف سے تا: جو مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔

ق سے تا: جو فحش ہے جو اس دور میں کسی کے پاس نہیں۔

ک سے تا: اس کا غلا استعمال اکثر لوگوں کا طریقہ بن چکا ہے۔

گ سے تا: اس کو پڑھنا بہت ہی مشکل کام ہے۔

گ سے تا: جو کمرہ جماعت میں بھی شہر امیر کی ہوتی رہی خراب ہے۔

ل سے تا: جو کمرہ جماعت کی قافلوں سے مرئی۔

ل سے تا: جو کمرہ جماعت کی ہی جی دی میں چلے۔ کون سب سے زیادہ پھیرا ہے۔

م سے تا: یہ بھی پوری نہیں ہوتی اس کے علاوہ ہجر بھی ہے جو کمرہ جماعت میں پاتا۔

ن سے تا: نکاح جو کمرہ جماعت میں پانی دینے کے بجائے آجیں بھرتا ہے۔

و سے تا: اس کا تصور اس زمانے میں ناممکن ہے یا کسی سے اس کی امید کرتا ہے تو قوی ہے۔

س سے تا: یاد، یاد اچھی میں اپنے آپ کو مصروف کرو۔

ط سے تا: علاج پاؤ گے۔

ایکس۔ احتیاج زائد۔ کراچی

☆.....☆.....☆



رسول اکرمؐ نے فرمایا

سعد بن عبادؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ام سعد (یعنی میری ماں) وفات پا چکی ہیں اس کی طرف سے کون سا صدقہ بھتر ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پانی۔" میں سعد بن عبادؓ نے کہاں کچھ دیا اور کہا "یہ کنواں ہے ام سعد کی طرف سے۔" (ابوداؤد)

آپؐ نے فرمایا: جب تمہاری کیفیات ظاہر ہوں تو فوراً دعا مانگو، اس وقت دعا روزِ نکاح ہوتی۔

جب جسم کا پٹا ملے۔

نکاح میں خوف آ جائے۔

نکاح سے آنسو جاری ہو۔

سید نورین..... کراچی

گلاب اور کاغذ

یہ ٹھیک ہے کہ تم گلاب نہیں بن سکتے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم ایک کاغذ بن جاؤ۔ یہاں ایک راز کی بات ہے اور وہ میں تمہیں بتا ہی دیتا ہوں کہ جو شخص کاغذ نہیں بننا وہ بالآخر گلاب بن ہی جاتا ہے۔

(اشفاق احمد "زاویہ 3")

روشنی فیصل..... کراچی

گوہر تاباں

جہ جلدی کھایا ہوا کھانا اور جلدی ہوا فائدہ کبھی نہیں ہوتا۔

نکاح پر اے لوگ ہوں یا معاملے ان سے دور ہی رہنا چاہیے اس سے صحت اچھی رہتی ہے۔

نکاح اپنے اعمال کو دعا کے سہارے سے محروم نہ ہونے دیا کرو۔

نکاح برائی اور برے اعمال و عیب کی طرح ہوتے ہیں باہر سے کچھ نہیں بدلتا اندر سے سب کچھ مٹی ہو جاتا ہے۔

نکاح ہر اچھے اور برے شخص کو بغض کر قبول کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے نصیب (قسمت) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نکاح محنت اور ہر محنتی کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔

صباح..... ہارون آباد

محبت کے رنگ

محبت کے معاملے میں سب یکساں طور پر بیوقوف ہوتے ہیں، محبت ایک خزانہ ہے جسے خوش قسمت لوگ پاتے ہیں اکثر سمجھتے ہیں اس لیے ضائع ہو جاتی ہیں کہ ہم انہیں غلط آدمی کو سوپ دیتے ہیں۔

محبت کے بہت سے رنگوں میں سب سے گہرا رنگ جدائی کا ہے، جب تمہیں کسی سے محبت ہو جائے تو اسے نبھانے کے خواہے مخواہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اس کی پرستش کرو اور اگر نہ ملے تو کھو کر وہ تمہارا تھا ہی نہیں۔

نور بانو..... کوئٹہ

قابل رہ

ایک خاتون اپنی پہلی کو خط لکھتے بیٹھی تو اس نے اپنے شوہر سے جو کتاب چھوڑا ہوا تھا پوچھا "آج کیا تاریخ ہے؟" شوہر نے بے غازی سے کہا "اخبار میں دیکھ لو، تمہارے قریب ہی رکھا ہے۔" خاتون نے اخبار اٹھایا اور برا سامنے بنا کر پڑھی "لیکن یہ تو کل کا اخبار ہے۔"

امیر شاہی..... کراچی

بیس اور رکشہ

ایک لڑکے نے لڑکی کو پچھلے ہوئے کہا: "بیس اور لڑکی ایک جیسی ہوتی ہیں، ایک جاتی ہے تو دوسری چلی آتی ہے۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "رکشہ اور لڑکے بھی ایک جیسے ہوتے ہیں ایک کو جلاؤ تو چار پٹے آتے ہیں۔"

دھنک باز۔۔۔ کراچی

ماں

کسی نے پوچھا ماں کیا ہے، کون ہے؟
سمندر نے کہا:

"ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اولاد کے لاکھوں راز اپنے سینے میں چھپاتی ہے۔"
باپ نے کہا:

"ماں ایک دھنک ہے جس میں ہر رنگ نمایاں ہے۔"

شاعر نے کہا:

"ماں ایک ایسی غزل ہے جو ہر سننے والے کے دل میں اتر جاتی ہے۔"

مالی نے کہا:

"ماں بخش کا وہ پھول ہے جس سے پورا بخش مہکا ہے۔"

اولاد نے کہا:

"ماں ممتا کی اصول داستان ہے، جو ہر دل پر قربان ہے۔"

اور خدا نے کہا:

"ماں میری طرف سے حقنی اور نایاب تحفہ ہے۔"

روحن کریم

۶۰ سال وہ کچھ نکھاتے ہیں جن سے دن واقف تک نہیں ہوتے۔

۶۰ ابھی خوراک وہ نہیں جیسے ایک کھانے اور دوسرا حیرت سے دیکھے وہ خوراک نہیں ذرا ہے۔

فرزانہ شوکت۔۔۔ کراچی

درست طریقہ

ایک اسپتال میں ٹیلی فون کی حقنی جی فونز نے ریسیور اٹھایا، کوئی کہہ رہا تھا "کیا آپ کمرہ نمبر 52 کے مریض کا مال جانتی ہیں اس کا آپریشن گزشتہ ہفتے ہوا تھا۔" فون نے فون کرنے والے کو درمونت رکھ کر کہا پھر بتایا "میں نے ریکارڈ میں مریض کا چارٹ دیکھا ہے، ان کی حالت ٹھیک ہے اور تیزی سے رو بہ صحت ہیں، آپریشن کامیاب رہا ہے وہ تو اس وقت سو رہے ہوں گے، صبح میں انھیں آپ کا کیا نام بتاؤں؟" فون کرنے والے نے جواب دیا۔ "میں کمرہ نمبر 52 کا مریض ہی بول رہا ہوں، آپ کو اس لیے زحمت دی کہ میرے ڈاکٹر تو مجھے کچھ بتاتے نہیں، تو آپ ہی بتا دیں۔"

سونا کدھر ہے

ایک چور نے گھر کے مالک کو بلگایا اور پوچھا "سونا کدھر ہے؟" گھر کے مالک نے آنکھیں ملنے ہوئے کہا "پورا گھر خالی پڑا ہے، تمہیں بھی سو جاؤ۔"

سیدہ امیر ہاشمی۔۔۔ کراچی

جنمیں سلام کرنا منع ہے

ان صوفیوں میں کسی شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسی حالت میں سلام کرے تو ان حالتوں والے شخص پہلے کا جواب دینا واجب نہیں۔

☆ حالت نماز میں

☆ حالت ذکر میں

☆ حالت خطبہ میں

☆ حالت تلاوت میں

☆ حالت اذان میں

☆ حالت دعا میں

☆ حالت تسبیح میں

☆ برہنہ شخص کو

☆ اجنبی عورت کو

☆ حالت امامت میں

☆ قضاء حاجت کے دوران

☆ سام میں

☆ بھوک مانگنے والے کو

☆ جھانپنے والے کو

☆ پاگل آدمی کو

☆ کافر کو

ایس۔ اعتبار احمد۔ کراچی

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

☆ اصل جنت کو کچھ انیسویں صدی تک جاننا ہی کہ جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزاری۔ (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆ فضول امیدوں سے بچ کر ہو کیونکہ یہ احمقوں کا سرمایہ ہیں۔ (حضرت علیؓ)

☆ جو کام لوگوں کے سامنے مناسب نہیں وہ چھپ کر بھی مت کر۔ (حضرت علیؓ)

☆ بے حد اعتقاد و بردبار ہے، نگاہ چینی بدلتی ہے۔ (امام جعفر صادقؓ)

☆ صوفی وہ ہے جس کا کردار موافق گفتار ہو۔ (امام جعفر صادقؓ)

(امام جعفر صادقؓ)

حافظ

دنیا کے سب سے بڑے موجد "ایلمین" کا حافظ اس قدر کمزور تھا کہ وہ اپنے موضوع کے علاوہ ہر بات بھول جاتا تھا۔ ایک روز وہ سائنس کے مسئلے پر سوچتے ہوئے اپنے مکان کا ٹیکس ادا کرنے چلا گیا، ایسی قطار میں طویل انتظار کے بعد جب اس کی باری آئی تو ٹھکرک نے اس کا نام پوچھا، اس کے جواب میں ایلمین خاموش کھڑا ٹھکرک کا منہ ٹھکراتا رہا کیونکہ وہ اپنا نام بھول گیا تھا اور جب اسے اپنا نام یاد آیا اس وقت تک ٹھکرک اس کا نام قسم ہو گیا تھا اور اس بندہ ہو چکا تھا۔

روحانی فیصل۔ کراچی

ماں

ماں قدرت کا اصول مختلف ہے، ماں قدرت کا ایک

عظیم شاہکار ہے، ماں جنت کی ہوا ہے، ماں اپنے

بچوں کے لیے سراپا محبت ہے، ماں جتنی عظیم اور

امول ہستی اس دنیا میں ہو ہی نہیں سکتی، غربت میں

بھی ماں خود کو بھوک کی شدت کو برداشت کر کے اپنی

اولاد کا پیٹ پالتی ہے، ماں کی محبت کا کوئی پیمانہ نہیں

ہوتا۔ ماں اپنی اولاد کے لیے چھلپاتی دھوپ میں کھنے

سانے کی مانند ہوتی ہے، جو خود گرمی کی شدت کو جھیل

کر اپنے بچوں کو خشکی چھاؤں فراہم کرتی ہے، ماں

ہے تو سب کچھ ہے، ماں کی دعا ہے حد امول ہوتی

ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی ماں اس دنیا

میں موجود ہے، ماں کی خدمت کر کے انسان دینا و

دنیا دونوں میں فرخ ہو سکتا ہے۔ ماں اپنے بچوں سے

بہت پیار کرتی ہے اور اس کا دل اپنے کی طرح صاف

و شفاف ہوتا ہے۔ جس میں صرف اور صرف ممتا بھری

ہوتی ہے، ماں کے لبوں پر ہر دم اپنی اولاد کے لیے

صرف اور صرف کامیابی اور سلاحتی کی دعا نہیں ہوتی

ہیں۔ ماں کی ذانت میں بھی پیار پیچیدہ ہوتا ہے۔

ماں کے وجود سے گھر کا نظام قائم و دائم رہتا ہے۔ ماں

اپنے بچوں کے سکون و چین کے لیے اپنی ذات کی کئی

تک کر دیتی ہے۔ وہ بھول جاتی ہے کہ وہ کیا چاہتی

ہے۔ ماں کی ہر خوشی کا وہ دودھ اپنی اولاد کی ہر خوشی پر

تکصر ہوتا ہے۔ بچے کی پہلی دکان گاہ ماں کی گود ہوتی

ہے، ماں اپنے بچوں کے لیے سراپا محبت اور رحمت

ہوتی ہے۔ ماں کے وجود سے گھر کی روحانی آباد رہتی

ہے، ماں تو ماں ہوتی ہے جس کا کوئی حق اہل نہیں۔

خوشبو

ہوا کے درخ چلتے انسان بھی کتنے عجیب ہوتے

ہیں ان کی اپنی کوئی منزل نہیں ہوتی، جس رخ صبا چلی

انہی رخ کے ہو گئے، پالتی ہوا اپنے ساتھ ہر شے کو چھاتی

ہوتی لے جاتا چاہتی ہے مگر جس انسان کے اپنے قدم

مضبوط ہوں وہ اپنی منزل تک کا سفر خود طے کرتا ہے،

ہوا کے سنگ نہیں چل جاتا۔

دانیہ آفرین..... کراچی

ایک خوبصورت بات

کہتے ہیں جب زندگی خوشیاں دیتی ہے تو دامن چھوڑنا پڑ جاتا ہے اور جب غم دیتی ہے تو آنسو کم پڑ جاتے ہیں، مگر زندگی پھر کبھی آگے بڑھتی ہے۔

عاشق آفریدی..... کراچی

دعا

اگر اللہ تعالیٰ دعا نہیں پوری کر رہا ہے تو وہ تمہارا یقین بڑھا رہا ہے، اگر دعا میں پوری کرنے میں تاخیر کر رہا ہے تو تمہارا صبر بڑھا رہا ہے، اور اگر تمہاری دعاؤں کا جواب نہیں دے رہا ہے تو وہ تمہیں آزمایا رہا ہے۔

نئی بات

فن کا منبع فن کی روح ہے جب روحی اور فنی مل جاتے ہیں تو انسان تائی گل تعمیر کرتا ہے، ہر کام صحرانما ہے، دلیرا کے طمرانی صحت کی بنیاد ڈالتا ہے، کالی داس "ٹھٹھکا" ملن "گم شدہ جنت" اور اقبال "جاوید" کھت سے لیکن جب فن سے روحی چمڑ جاتی ہے تو ٹھٹھکا مر جاتی ہے، جنت گم شدہ ہو جاتی ہے، جاوید نامہ ردی میں ٹھٹھکا ہے، ہر حسن نامہ سب مر جاتا ہے، ہر لوگ سب کا کھا کھوٹ دیتی ہے۔

انٹاش علی..... کراچی

اقوال دانش

☆ سچ پر چلنے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ بعض مقامات ڈوبنے کے لیے ہوتے ہیں۔
(بی ریسوز "سفر نصیب" سے ماخوذ)
☆ فیصل علم کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے محبت کرنا سیکھیں جن سے ہمیں محبت کرنی چاہیے اور ان چیزوں سے نفرت کرنا سیکھیں جن سے نفرت کرنی چاہیے۔

معشر آصف..... کراچی

روشن اقوال

☆ دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت

اعمال سے۔

☆ سنا ہیں جوانی میں رہنا، بڑھاپے میں تفریح اور تنہائی کی رفیق ثابت ہوتی ہیں۔

☆ اپنے اخلاق و کردار سے دوسروں کو اتنا متاثر کرو کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلنا باعث فخر سمجھیں۔

☆ ظالم و ظالم کی دنیا اور ان کی آخرت کا نازنا ہے۔

☆ جس کے پاس بہت نہیں اس کے پاس کامیابی نہیں۔

☆ عقل مند اور عرصہ دوست زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ وہ لوگ کسی کے نہیں ہو سکتے جو دوست اور رشتے کو لباس کی طرح بدلنے ہیں۔

روشن فیصل..... کراچی

آسانش

سزا سے کسی نے پوچھا کہ "تجھے کبھی غمگین اور مجیدہ نہیں دیکھا؟" اس نے جواب دیا "میں اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتا، جس کے ختم ہونے کا مجھے غم ہو۔"

فرزاد شریک..... کراچی

چھین کی یادیں

ابھی کی گود اور ماہ کے کندھے
ندرد نگار کی سوچ ناز و نکی کے بنگے
بیکل کی لکڑی مستطیل کے چنے
چین.....!
اب کل کی ہے فکر اور ادھر سے ہیں اپنے
مڑ کے دیکھو تو بہت دور ہیں اپنے
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہاں کھو گئے ہم؟
کیوں اتنی جلدی پڑے ہو گئے ہم؟

ایمنہ رؤف..... جہلم

☆.....☆.....☆

فدائی تیری کہنا

ماہ رمضان

اے رمضان کیا خوب تیری شان
اے رمضان اے رمضان اے رمضان
تیری شان لا جواب

تیرے ساتھ توفی ہر لمحہ
کیا خوب ذرا بڑا رہے
تبدلی دھڑک رہی اسی رمضان
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
دل جھکا کے "ماہ" میں اسی
تھر کر رہی ہم توفی زندگی کی
کر رہی راضی رب کو اپنے

تبدلی کیونکر نہ کروں اسی رمضان
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
آتا ہے پھر چلا جاتا ہے کیوں
بدلتا نہیں خود کو پھر بھی کوئی کیوں
گرتا کروں میں ہر مناسب تونہ ہو گا یوں
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان

جان جاؤ جو راز مغفرت

تو مٹا لوں رست کو اپنے

کروں پھر نہ لوں بھی سائل اس ماہ کا

کردہمتوں برکتوں مغفرتوں سے ہے مھر پور

کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
اے رمضان اے رمضان!

ذرا صدف تیر

ظلم

کچھ ہوتوں سے

کچھ آنکھوں سے
کچھ لپس سے تیر کر رہی
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
ان لکھوں کو ان چاہتوں کو
ان وعدوں کو ذخیرہ کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
ہاتھوں پہ ہندی بھی رچائی ہو
کٹائی میں چڑیاں بھی ٹنگائی ہوں
وصل سے یہ آنکھ بھی شرمائی ہو
شدت قرب کا یہ دل بھی تڑپائی ہو
پھر پیار کی تجدید کریں
پھر نکشیں اپنا آباد کریں
کچھ لکھوں کو ذخیرہ کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں...

افشاں علی

سازن تیرے ہیں

عید بھی آؤ گی خوب برکت بھی آؤ گی

ہیں ساجن کے برسات بھی آؤ گی

جی بھر کے دیتا ہے مجھے تم ترشوس

فی دیکھوں کی اس سے سوغات بھی آؤ گی

وقت جدائی افسردہ چہرہ بھی دکا ہیں

لڑتے ہونٹوں پہ کی بات بھی آؤ گی

جی ب کھلی پیار کی بازی ہم نے

جیت بھی آؤ گی ناست بھی آؤ گی

یہ سب عالم ہے محبوب کی خاطر

دور ہوئی تیری ذات بھی آدمی

فرزادہ شوکت

غزل

دیکھا ہے بہت پرانی کھس بھرتا تصویر سے

مجھے انگارے تیرا بڑی دیر سے

جلد آئے قرار گرو آئے

کوئی خوشی بڑھ کر نہیں تیری دیر سے

میں جب ہوں اور میرے مسئلے ہیں جب

آتی ہے ہر بات کچھ بڑی دیر سے

تقدیر و مقدر ہیں اپنے دوست

بڑا نہیں میرا واسطہ اب تک نصیب سے

ہاتھوں کی کیکڑوں سے اس طور بدل گئی ہوں میں

کہ خوف آتا ہے اب ہر گھر سے

نور العبا

میرے جوان ساتھی

بیادین زندگی تکتی

میں بیادیں گم

بیادیں —

بیادیں عبادت

عبادت میں —

عبادت میں خدا

خدا سے —

خدا سے دعا

دعا میں —

دعا میں صرف تم میری جان

دینا نور

غزل

تیرے جرم کی اب سزا دی گئی

کہ شاخ دشمن جلا دی گئی

جہاں کے نہیں حد سے آگے بڑھے

وہ بہت سی ہی اک دن مٹا دی گئی

جو تصویر آنکھوں میں رکھنے کی تھی

وہ بازار میں کیوں سجا دی گئی

مجھے ذوق شعر و سخن دے دیا

میری عمر سستی بڑھا دی گئی

سیپاہی کا جس نے دعویٰ کیا

تو زلموں کی اس کو قبا دی گئی

پھپھائے سے افسردگی کب بھیجی

خوشی یوں تو رخ پر سجا دی گئی

ازل سے جو جہ قلعہ رہی

وہی بات امتیاز بھلا دی گئی

ایس۔ امتیاز احمد

انہام محبت

جب پھول کھلے ہوں آگن میں

جب رُت اکیلا آئی ہو

خوشبو کے سدا لیے آتے ہوں

جب پارِ با اطمینان ہو

جب تھلیاں ہو عجزِ رقص

جب رنگ و نور کی ہارش ہو

جب موسم گل ہو جوین پر

جب بچے گلوں پر بیاد کی شبنم

جب سطرلی کر نہیں سورتج کی

اس مٹھری آغوش میں آ کر

پے دھنکی کی آنکھوں کو

رنگین سہانے سپنوں کی

تا مگر سے جب غمور کریں

چاہت کے لیے مجبور کریں

اس دل کے کدے کاغذ پر

انکھوں کی سیاہی سے چاٹاں

انہام محبت لکھ دینا

نیکم خان نیکم

غزل

تم کو یاد کیا
تمہارا انتظار کیا
تم ہی کو پیار کیا
تمہارا ہی اعتبار کیا

افسانۂ قلاب کاوش

آنکھیں بولتی ہیں
بے رنگ آنکھیں بولتی ہیں
آنکھوں میں غم کے موتی بولتے ہیں
خیزوں کے ٹوٹے ہاں بولتے ہیں
کربئی امیدوں کے کناج بولتے ہیں
چھڑے یار کی یادیں بولتی ہیں
بکھرے ارمان بولتے ہیں
اجڑے سارے خواب بولتے ہیں
بیٹھ گھسیں حادہ مشق سے گزری ہیں

وادیۂ فرین

اتنا بھی منزلوں سے دور نہ تھا
تھک گیا تھا مگر میں پُور نہ تھا
جام میں ساقی کے وہ بات نہ تھی
پنی سکیا میں مگر سرور نہ تھا
اس میں تھا فخر خود نمائی کا
وہ کسی شکل میں غرور نہ تھا
میں بھی دنیا جیسے سمجھتا تھا
جب دہر کا مجھے شعور نہ تھا
اک چچی نے بھرا تھا جذبہ
وہ تھا جلوہ مگر وہ طور نہ تھا
جان اس کی بچائی تھی میں نے
لیکن اس میں میرا قصور نہ تھا
نہ ہی میں آسماں سے اترا ہوں
اور وہ بھی تو کوئی غور نہ تھا

سید ساجد رحیم

غزل

میرت سی ہوگی ہے تھے میرے نام سے
میرت سی ہے ہم دعا کا تقاضا نہیں کرتے
دھڑکتی ہے ہر دم سے تھا زندگی میں اپنا
مظنون میں چل بھی گیا ہیں بدلا نہیں کرتے
توڑ دے گی نے بھی بے رحمی پیار کے
چھڑ کے ہوں بھی دل کسی کا چلایا نہیں کرتے
گزرے دنوں کی یاد میں جا آسو بہائے تھے
اجڑی راہوں میں یوں پھول کھلایا نہیں کرتے
روشنی تھی جن سے بھی زمانے میں جاوے
اپنے دل سے یوں پھر کسی کو بھلایا نہیں کرتے
محمد اسلم جاوید

غزل

بہت بکھو کچھ لیتا حسن کے گزرے خوابوں سے
اگرچہ تھا لکھا دہم کی مکی شراہوں سے
میں بیٹے موسموں کی ساعتوں کو قید کر لیتا
اگر میں باخبر ہوتا محبت کے مذاہوں سے
یقیناً دوڑ کر آتا مجھے ہانپوں میں بھر لیتا
اگر وہ مطمئن ہوتا میرے بچے جوابوں سے
یہ مجھ کو توڑ دیتے ہیں بھی خود نوٹ جاتے ہیں
جورشتہ آپ سے تھا قلم ہی رشتہ خوابوں سے
یقیناً دھڑکتی پاؤں کے اگر تم دھڑکتے نکلو
میرے قلم سے کتابوں سے میری خوشبو نکلاؤں سے
سید بشارت شاہ

قلم

دھڑکت
ایک پرانے کچھسے میں
یوسیدہ کپڑوں کے بچے
کانڈ کے پرندوں کے بچے

محبت کی داستان میں
کیا سنا نہیں تم کو
جب بھی بھی اداں ہوئے

توینہ دنوں انہوں کے بھیت
وحالت کے میلے ڈپے میں
بٹھتے ہوئے خوشی کے اندر
پرچہ سیرے گوئے کی
دکھین ستاروں والی جو
ریشم کی ساڑھی ہوتی ہے
ایک اہمکن پڑھیا کو
وہ جان سے پیاری ہوتی ہے

نیت عادل

کچھ کچھ نہیں ہے مجھ کو
صہبت ہے یاد پڑا لگی
یہ چاہت ہے یا فرزا لگی
اسی کی چاہ میں دل کی
مسند ہم نے سجا لی ہے
دلیری ہو پا دل ربانی ہو
یاد لبر کی کوئی بھی اور ہو
اسی کی چاہت میں
شاعری سر مصل سنا لی ہے

مریم ماہ صبر

فزل

مری آہ کا آخر اٹ ہو گیا
کہ اب فخر و غول کہ ہو گیا
بہاروں کا دہرہ چن لے گیا
کہ ہر اک خبر کے سحر ہو گیا
میں کرتا تمنا تری ہی مگر
ہب غم میں خون جگر ہو گیا
اسے موت کہتے ہیں سب پر نہیں
میں تیری نظر کی نذر ہو گیا
جنازے میں قافل بھی ہوگا مرے
میں اب موت سے بے خطر ہو گیا
ترا گھورتا راس آلیا مجھے
عنایت کرم کی نظر ہو گیا
ترا پیچہ سڑکاں جگر ہا لگا
یہ فائق سبھی سید پر ہو گیا

عمران فائق

نظم

عید مبارک
گفتہ شاداب
بے حد آداب
پھولوں کی مہک
آبشاروں کا ترنم
شباب کا اسٹک لکھوں کا جسم
نفاذ دل میں رچی خوشبوؤں جیسی
خوش کن سحر مگر شکر گونوں
دل آویز نغموں جیسی
بہار چور گلفانی
رنگی پروں جیسی
حصین یادوں کے جل قند موسم جیسی
پرکشش عید آئی ہے
اس دھنک رنگ موقع پر
رہنماں بنی آپ کو میری طرف سے
عید مبارک ہو

رحیم انور درخشاں

محبت کا گیت

یہ چاہت کی لہر ہے
یا کہ محبت کی فضا ہے
جو بھی تم کہہ لو جانیں
تھرپے پڑی دگش ہی اور ہے
جو مسکراہٹ رخ یار پہ چھائی ہے

☆.....☆.....☆

سفرِ حبیب

افشاں علی.....کراچی

پیاری سی صالحہ ایسا اور اچھی سی نورین ملک دوسرے تمام راسخز و قارئین کو پر غلوں و دعاؤں، چاہتوں کے عرق میں ڈوبا، تمام پڑھنے والوں اور سننے والی بصارتوں کو افشاں علی کا سلام محبت قبول ہو۔

امید ہے آپ سب ہی تجھ عافیت سے ہوں گے اور سونہی کا موسم بھانسنے کرتے ہوئے غمخوار رہے ہوں گے (ہائیں)..... ایسے مت گھبراؤ اس بار کی گرمیوں نے تو واقعی حال سے بے بسی کر دیا ہے ایسے میں موسم سرما کو ہی یاد کیا جا سکتا ہے جتنی کو ٹھکانے رکھتے ہو تو واپس آدلوں کی جاگیر ہے، جس کا گھر وہاں میں جانا ہو یا جرم ہی ہو جیسے ۱۱۱۱۱۱ جون کے شمارے میں کچھ مصروفیت کے باعث میں اپنا سندرہ نہ بھیج پانی امید ہے آپ سب نے مجھے اور میری غیر موجودگی کو محسوس اور کس کیا ہوگا (دل کو بھلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے) جون کے چکے چکے سرورق پر نظر پڑی تو پسندیدی کی سند دیتے ہوئے آگے بڑھی، گوشہ آگئی پڑھا، ملک کے حالات حاضرہ پر تبصرہ بھجھوڑنے کے لیے کافی تھا۔ روائے جنت میں صدف کے بارے میں بہت اچھی معلومات تھیں وہیں روحان دانش نے نینا عادل سے ہماری ملاقات کروائی۔ امیر اکمل شاہل خوبصورت سا نام، خوبصورت سا ناول، کیا خوب لکھا آپ نے مزید دست جی ادب میں بنے بغیر کیسے پتہ چلے گا کہ ”زندگی بیکار کا گیت ہے“۔ ”زندگی ایک حقیقت ہے“ واقعی اور جیسے اس زندگی میں ”میں ہوں اک سفر اور تو منزل ہے“ تو ہیں یہ بھی طے ہے کہ ”گر ملنا نصیب

ہے تو چھڑنا بھی نصیب ہے“۔ بس جناب! سب نصیبوں کے ہی کھیل ہیں کون جانے کس کی ”قلبی یا مقدور“ سے ”مائی اللہ والی“ کی مثال آپ کے سامنے ہی ہے زندگی کیا ہے واقعی ایک ”پانی کا بلبل“ ہی تو ہے خیر! میں بھی جلد ”انتخاب آہی جائے گا“۔ ”گر ملنا نصیب ہے تو چھڑنا بھی نصیب ہے“ ایک اچھا ناول تھا۔ وہیں ”دہلی“ اور ”مائی اللہ والی“ تلخ حقیقت پر مبنی ارد گرد کے معاشرے پر مبنی خوبصورت برائے میں لکھے اچھے افسانے تھے باقی سلیس دار ناول چاہے وہ پیاری سی خوشبو سے قروش شہک کا ہو یا کھلی قبا صدف عابد یا مشتق میں جتنی نازک طاروق یا بھر شاز یہ جی کے ہوں۔ آل نوآل سب اپنی اپنی جگہ زبردست جا رہے ہیں۔ صالحہ ایسا آپ کی تحریر پھر سے روائی زبانت کب ہے کی؟ بے خبری سے انتظار ہے، بے شک روائے اپنے اندر بے شمار کچھ نکاحات لیے ہوئے ہے پر اس کا اصلی خزانہ تو آپ ہی ہیں۔ مستقل سلیس ہی اچھے لگے، وہیں جہاد صدیقی امیری کاوش کو سراہنے کا بہت بہت شکر ہے۔ مجھے بھی آپ کی دوزخی قبول ہے غلوں بھرے ہاتھ جو میری طرف بڑھے انھیں محبت و چاہت سے تھانے میں مجھے کوئی مضائقہ نہیں۔ ایسے امتیاز صاحب ہر بار مغرور ہی نظر آتے ہیں، ساتھ ہی محرمین نے ماہ جون کے نام جو تحریر لکھی پڑھ کر مزہ آ گیا۔ انوشہ سرد و زو یا محترمہ اور راہ نور سے بھی ملاقات اچھی رہی۔ لیکن اور کھٹار میں موسم گرما کو موجود پایا۔ اب اگر تو نسل بات کی جائے تو کل ملا کر بات اتنی ہی ہے کہ جتنی ہوئی جون میں روائے جون کے شمارے نے واقعی

سرور دیا۔ رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینے کا آغاز ہے خدا سے دعا ہے ہم سب پر رحمتوں، برکتوں و مغفرتوں کے بادل سایہ لگیں رہیں۔ جانے سے پہلے ایک اہم بات تو لکھنا بھول گئی فیض رحیم نور رضوان! خدا آپ کی والدہ محترمہ کو جلد از جلد صحت کاملہ سے نوازے (آمین!) اور سب بیماروں کو اس بابرکت مہینے کے فضائل شفاء عطا فرمائے۔ اپنی دعاؤں میں اور سندھیوں میں افغان علی کو ضرور یاد رکھیے گا شکریہ دوستوں!

یاسمین آفریدی.....کراچی

بیاری آئی کو ایجنٹ نوہین کو میری طرف سے شیریں بھرا سلام بول رہا ہوں۔ آئی ۱۲ امید ہے کہ ہمارے پیارے سے درد کو چکانے میں مصروف ہوں گی، میری دعا ہے دعاؤں کی رات چوکی ترقی کرے۔ آئی! آپ کا سب سے پہلے شکر یہ بھگوان چاہوں گی کہ آپ نے میرے خدا کو جتنی جان کر دیا میں جگہ دی۔ مجھے بالکل بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھے بھی کوئی اس غلوں سے روک کر دے گا۔ آپ کی تحریکیں جو بھی کرتا ہے وہ اپنی جگہ ٹھیک کرتا ہے نوہین آئی! میری تحریکوں میں صالحہ آئی کے ساتھ آپ بھی شامل ہیں، آپ میری طرح دل چھوٹانے کریں، دیکھا مسکرائیں۔ سلسلہ دعاؤں سب ہی بہت اچھے سے چل رہے ہیں، سہ پہر عابدیہ سب اچانک آپ نے کیا ہے کیا کر دیا ہے یقین نہیں آ رہا ہے کہ مادہ پر اس طرح سے غم کا پیاز فونے گا اور دوسری طرف ہمارے پیارے سے ہیر و رام کی کے دماغ کو کیا ہو گیا ہے، اجداد تو مجھ میں آ رہا ہے مگر؟ خیر اس میں بھی کوئی راز چھپا ہوگا، مگر رام اس وقت میرے سامنے ہوتا تو خوب ڈانٹ پلاتی تاکہ اس کو محض آ جائے، بڑا عجز آ یا کہ جب رام کے والد نے اس کے چہرے پر اپنے انگلیوں کے نشان چھوڑے، میرے تو دل کو سکون ملا۔ قہر و شہک! (نسی چھا گئے) تمہوڑا اور چھا جائے۔ وہ اس لیے کہ سونی

کو تو مظر عام پر لائیں اس کے غائب ہونے کے بجائے کیا راز تھا۔ انسانوں میں ٹھیک گل اور افغان علی، منون شاہ کے افسانے سبق آموز تھے اسی طرح انسانوں میں اگر صحت چھپی ہو تو انسان بہت کچھ سیکھتا ہے، میری کزن کی ریکورسٹ ہے آپ ایف ایم 103 کے ڈی بے جی نوید آفریدی کا انٹرویو تصویر سب شائع کریں، مغز میں اور اشعار سب لا جواب تھے مگر رحیم نور چمن کی غزل مجھے بہت پسند آئی، آئی! ادا میں نے لوگوں کی آمد کو دیکھ کر بڑا اچھا لگ رہا ہے، اب اجازت چاہتی ہوں سب بڑھنے اور خاص کر لکھنے والوں کو میری طرف سے سلام بول ہو۔

مصباح مسکان رؤف.....جھلم

دراڈا انجسٹ کے تمام کارکن اور بیاری صالحہ آئی کو مصباح مسکان رؤف کی طرف سے پیار بھرا سلام عظیم! مجھے مئی 2014 کا دراڈا انجسٹ تو میرے خواب کی تعبیر بن کر ملا، وہ دن میری زندگی کا یادگار ترین دن تھا جب پوسٹ میں میرے نام کی بک پوسٹ لایا۔ میں اس وقت ہاتھ روم میں تھی جب باہر سے میری بہن اور بھائی کی آواز آئی۔ میں نے سوچا کہ شاید میری اہم سے کسی رول نمبر سلسلہ آگئی ہے اسی لیے یہ دونوں ٹھونچا رہے ہیں کیونکہ ان دونوں ان دونوں کے امتحان ہورہے تھے اور میں فارغ مگر جلد ہی انھوں نے مجھے اطلاع دی کہ دراڈا انجسٹ آ یا ہے میں جلدی جلدی باہر آئی، امی رسالہ کھولے میرا ڈائلٹ پڑھ رہی تھیں، مجھے دیکھتے ہی انھوں نے مسکراتے ہوئے مجھے پیار کیا اور دراڈا انجسٹ میری طرف بڑھا۔ پھر سب میں مصنفین کے درمیان اپنا نام دیکھ کر دلی خوشی ہوئی، ایک لمحے کو تو یقین نہیں آیا کہ واقعی سچ ہے یا میرا خیال ہے۔ کل تک تو میں سوچتی تھی کہ کیا بھی اس سلسلے پر میرا نام بھی آ سکے گا یا یہ خواہش دل میں رہ رہ جائے گی مگر میں منون دیکھ کر ہوں دراڈا انجسٹ کی جس نے میری اس خواہش کو حقیقت کا روپ دیا، اس کے ساتھ

میں شکر گزار ہوں صالحہ آلہ کی، جن کے حوصلہ افزا اور شفیق اعزاز نے میری ہمت بڑھائی۔ رسالے کے اندر دوسرے نمبر پر ہی میرا ناولٹ "رحمت یا رحمت" میرے نام کے ساتھ مجھے اندھ تک سرشار کر گیا، دل کی کیفیت کے بیان کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں، سب نے مبارکباد دی تو یقین آیا کہ واقعی یہ سب حقیقت ہے۔ ایسے نے میری غزل "بنیاناں" نکال کے میرے سامنے کی کہ یہ بھی دیکھو دس وقت تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی پھر میں نے رسالہ تمام کے دوبارہ سے دیکھا۔ "ذرا پھر سے کہنا" میں میری غزل تھی، میں نے جوں ہی صفحے پلٹے تو "اللہ" میں اپنا شعر شامل پایا۔ مجھے بہت خوش ہوئی کہ میری غزل اور میرے شعر کو بھی آپ نے دما میں جگہ دی، دما میں صرف نظر پڑتے ہی دل مزہ خوش ہو گیا، ردا کی فائنٹی میں بھی میری غزل شامل تھی، سچ ردا ڈائجسٹ جسے مجھے خواب کا تعبیر دے کر مجھے اپنا مشکوٰۃ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ردا ڈائجسٹ کو حیدر عزت، شہرت اور ترقی عطا فرمائے آمین اب

میں لکھنے والوں کو جس طرح حوصلہ دیتے ہیں اس سے بہت ہی بہنوں کے خواب تعبیر کی شکل میں آئیں گے۔ خط تاخیر سے لکھنے کی وجہ رسالے کا تاخیر سے ملنا ہے، انشاء اللہ آئندہ جلد از جلد سہولت سے میں شامل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور زندگی دہی تو انشاء اللہ آئندہ ضرور ملاقات ہوگی۔ جب تک کے لیے اجازت اور ایک بار پھر بہت بہت شکر یہ ردا ڈائجسٹ، اللہ حافظ!

افسانہ آفتاب.....کواچی

السلام علیکم یا پیری! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کی نظر قائم و دائم رکھے، سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا چاہوں گی کہ آپ نے "حقیقتوں کا پتہ چلا" کو جنوری کے شمارے میں اور "سنگ ہوں ترے" کو مارچ میں جگہ دی، اللہ آپ کو اس کا اجر ضرور دے گا، مجھے ردا کا سرواق بے حد اچھا لگتا ہے، ہر بار

گوشت آگئی سے مستفید ضرور ہوتی ہوں، آپ کی باتوں میں واقعی بے حد گہرائی ہوتی ہے، آپ پڑھنے والوں کو لفظوں کے سمندر میں ڈوب جانے پر مجبور کر دیتی ہیں، آپ کا انداز تحریر بے حد متاثر کرتا ہے۔ تمام اسٹوریز بڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے، تمام مشتعل سلیطے بھی لاجواب ہیں، میں اپنی دوست انکسٹن علی کا ایک بار پھر سے شکر یہ ادا کرتا چاہوں گی جن کو میری کاوش پسند آتی ہے اور ان کا ظرف بڑا ہے جو سراسیمگی میں، میری بھی ٹیک دعا میں آپ کے ساتھ ہیں، مبرا عبدالحی! آپ کا بے حد شکر یہ جو آپ نے مجھ ناچنے کی سائیکو کو یاد رکھا بلکہ مجھے ردا میں دس دن کر کے میرا دل خوش کر دیا، آپ بھی خوش رہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میں ردا کی سلیطہ کا حصہ ہوں، مصروفیت کے باعث ہر ماہ شرکت نہیں کر سکتی مگر ردا سے دور بھی نہیں رہ سکتی، آخر میں اپنی چند نظمیں ردا کے لیے حاضر خدمت ہیں اس امید کے ساتھ کہ شاعری کو ردا میں جگہ ضرور ملے گی، آلہ! آپ کے لیے دھیروں دعا میں، دعا کی طلبگار

مہک گل.....لانڈھی

السلام علیکم آلہ! آئی ایڈ پورا اسٹاف امید ہے کہ آپ سب بخیریت سے ہوں گے، صالحہ آلہ! آپ کا بہت بہت شکر یہ کہ آپ نے میری محنت کو ضائع ہونے نہیں دیا، ردا میں آپ کا جواب پڑھ کر بہت سکون ملا، اب مجھے سچ متوں میں یقین ہو چلا ہے کہ ردا ہمارا ڈائجسٹ ہے جس میں ہم شامل ہو کر معاشرے کی برائیوں کو روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں کیا پتہ کسی کی تحریر کسی کے دل پر ایسا اثر چھوڑے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے معاشرے کی برائیوں کو اچھائیوں میں بدل دے اور باقی راکھڑا گلے کا اعزاز باقی ہی معاشرے میں ہونے والے واقعات پر بھی سے گوشت آگئی میں آپ کی باتیں واقعی میں دل کو چھونے کی حد تک نہیں اگر ہر شخص ایسی سوچ رکھے تو معاشرے کی برائیاں ختم ہو جائیں، آپ کی سوچ کو سلیوٹ کرتی ہوں۔ اب

کہاں کی طرف قدم بڑھاتی ہوں، سلسلہ وار ناول
سب اچھی صحت کے ساتھ آگے کی طرف گامزن ہیں
ابھرا اور راج کی حرکت پر تو میرے دماغ کی رگیں تن
گھٹیں، کہانی کے بہرہ کی طرح۔ کیا کوئی غلط بھی کی اتنی
بڑی سزا بھی دے سکتا ہے مجھے تو مامہ کی حالت پر
بہت افسوس ہوا۔ کیا میرا یہ صلہ ملتا ہے، حقیقت میں
بھی عورت شوہر کی حرکتیں اپنے صبر سے برداشت کرتی
ہے اور پھر میرا کیا پتا اس وقت کمرز ہوتا ہے جب
بچوں کی ذات سے تکلیفیں ملتی ہیں کیا عورت کی
معاشرے میں بیجا عزت روکھی ہے، اس معاشرے
میں یا پھر یہ معاشرہ ان جیسے مردوں کا ہے عورت اگر
ماں ہے تو بیٹا دھتکار رہتا ہے، بیوی ہے تو شوہر کے ظلم و ستم
برداشت کرتی ہے، لیکن ہے تو بھائی کے لیے بوجھ بنتی
ہے، ساس ہے تو ظالم کہلائی ہے، بہو ہے تو سس اور اگر
تو ہے تو گھر کی فساد کی کا نام دیا جاتا ہے ہر وہ بھائی
عورت کئی تکلیف دہ مرحلوں سے گزرتی ہے، اس
سارے قصے میں مرد کو کئی دہائی نہیں ہے اگر شوہر ظلم
کرتا ہے تو ہم جیسی ہی عورتیں مل کر عورت کو برا بھلا بھی
ہیں اور ہمارے من میں یہی فقرے ہوتے ”چال چلن
لیکھ نہیں ہے، چھر پڑ ہے، زبان دراز ہے، ابھی شوہر
اس پر ظلم کے پہاڑ توڑتا ہے“ پلیز خدا را انجی سوچوں
میں تبدیلی لائیں، اپنے وجود کو ہر وہ پ میں سمیٹتی جانو
اور مظلوم عورت کا ساتھ دو، بس آخری بات، میرے
باقی مخطوط کی طرح اس کو بھی ہمارے دروازہ آجست کی
زینت بنائے گا سب اسٹاف کو اور بڑھنے لگتے والوں کو
میری طرف سے غلوں بھرا سلام قبول ہو۔ دوبارہ
آنے کے لیے اجازت چاہتی ہوں۔

دانیہ آفرین.....کراچی

صالو آئی اور ردا کے تمام قارئین کو السلام علیکم!
سب سے پہلے میں آئی آپ کا بہت بہت شکر یہ ادا کرتا
چاہوں گی کہ آپ نے میرے افسانے ”صحت یا فزض“
اور ”میں چشماں تیرا“ کو ردا میں جگہ دی، دیگر افسانوں

کے شامل ہونے کا انتظار ہے۔ بلاشبہ ردا کی سب سے
بڑی خاصیت نئے لکھنے والوں کو سوانح دینا اور ان کی
حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ آئی! ایک ریکوسٹ ہے، ایک
قسط پر مشکل عمل ناول بھی شامل کیا کریں پلیز ردا کے
انسانے، ناول اور مستقل سلسلے ہی ما شاء اللہ بہت
خوب ہوتے ہیں، نیا سلسلہ ”ردا کی شوہر ادایاں“ مجھے بہت
پسند آیا، آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ تعالیٰ
ردا کو مزید ترقی و کامیابیاں عطا کرے اور ردا ہمیشہ اسی
طرح چمکتا دکھتا رہے (آمین)

دھنگ ناز.....کراچی

سوہیت آئی! بہت سی دعاؤں اور پیار کے ساتھ
سندھ سے کی خوبصورت تحفل میں شامل ہوں اور امید
ہے کہ مجھے آپ بھر پور دلی گرم کریں گی ۱۱۱۱۱۱ آئی!
آپ کا گوشہ آگہی واقعی آگہی کے دو کھول ایک ایسا
سلسلہ ہے کہ بس یقین چاہیے بہت کچھ جاننے اور لکھنے
کے لیے ہوتا ہے، آپ کے دائرہ جس طرح ہماری
دعائی کرتے ہیں گوشہ آگہی بھی ایک ایسا ہی نقش
سلسلہ ہے اعتدال کا یہ نیا سلسلہ کافی اچھا جا رہا ہے کہ
ذرا سیہ بڑھ کر دیکھتا ہے کھٹکھٹکس نے یہ یہ جاننے کا
بہت کم سوانح ملے سے سو ویلڈن جی۔ اب بات
ہو جائے سلسلہ وار ناول کی، تو قرآن سے لے کر سعدیہ
عابد تک سب نے بہت اچھا کھٹکھٹک مجھے زیادہ متاثر
اس بار افسانوں نے کیا کہ ردا کو کوزے میں بند کرنا
اور پھر اپنی بات بھی اور ان کو تنک پہنچانا اتنا آسان تو
نہیں ہوتا، میری طرف سے تمام راکٹرز ہی تعریف کی
مستحق ہیں۔ مستقل سلسلوں میں ذرا پھر سے کہنا،
خوشبو، اس ماہ میں، اشعار اور عظام مجھے بہت اچھے
لگتے ہیں۔ وہیں بیٹی کا رز میں چہرے کی تازگی اور
کھار کے لیے نہیں بہت اچھی لگیں اور بچن کارنر میں
انجی ساری ڈشز و کچہ کرمن میں پانی آگیا۔ آئی! پلیز
میرا سندھ ضرور شامل کیجیے گا، اللہ حافظ!

☆.....☆.....☆

عید گروہ

عید خوشیوں اور محبتوں کا تہوار ہوتا ہے، ہر طرف خوشیاں، مسکراہٹیں، خوبصورت طبعیات اور قہقہوں کی برسات۔ سو اس بارہذا ایک دلچسپ سوالنامہ لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

☆ آپ چاندات کیسے مناتی ہیں؟

☆ عید کا پہلا، دوسرا اور تیسرا دن کیسے گزارتی ہیں؟

☆ آپ کی اس تک کی کوئی یادگار عید؟

☆ عید پر آپ سب سے پہلے کسے دیکھنا پسند کرتی ہیں؟

☆ آپ کے گھر کی کوئی ایسی ڈش جو عید پر لازمی بنتی ہو اور وہ آپ سب سے شہر گزارتا ہے؟

☆ اس عید کی کسے پر آشوب دور میں کیا عید کی تھی؟

☆ خوشیاں ہم حاصل کر پاتے ہیں؟

☆ کیا عید کی خوشیوں میں آپ سارے سال کی محنتوں اور غمناکیوں کو یاد رکھتی ہیں؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

☆ آپ اپنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے رفا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

سوئے تقریباً میں ہر عید پر بدل دیتی ہوں اور پست مت سمجھ لیجئے گا کہ میں فضول خرچ ہوں، پرانی چیزیں مثلاً پردے، گود محل کر بڑے صندوق میں چلے جاتے ہیں۔ خاص طور پر پردوں کی صفائی میں اپنی گرائی میں کرداتی ہوں، ساتھ ہی میری شاپنگ بھی جاری رہتی ہے اپنے اور بچوں کے ڈراموں رمضان سے پہلے تیار کروا لیتی ہوں، مستحق افراد کے کپڑے وہ کوئی خریداری میں شامل ہوتے ہیں اسی طرح سے آپ بچن کی طرف آ جائیں، تمام اشیاء منگوا کر دو مہینے کی اسٹور کر لیتی ہوں اور آخری دنوں میں، مرنے کے پیکٹ، گوشت، کباب، سموسے، پنشیاں سب خود بنا کر فریز کرتی ہوں تاکہ رمضان میں، میں زیادہ سے زیادہ صرف اور صرف عبادت کر سکوں، بحری پر مجھے نئی بنائی بحری مل جاتی ہے، غار اور ملاوت کے بعد پھر میں سو جاتی ہوں، دن بھر میں دور قرآن میں جاتی ہوں، بارہ بجے آ کر میں آفس کا کچھ کام دیکھ لیتی ہوں، ویسے زیادہ ضرورتاً میں ملک ہی دیکھتی ہیں، پھر بھی میری روٹین میں شامل ہے۔ ملازمین کے سلسلے میں، میں خود لکھ لکھ ہوں لہذا وہ پیر میں کھانا بناتا ہے، انتظار کی تیاری کا بے شروع ہوتی ہے، روزہ میں سمجھ اور پانی سے کھولنے کے بعد فوراً کھانا کھاتی ہوں، کھانا اور روٹی اس وقت تیار ہوتی ہے جو سانسے والے کا بھگان بھلا کرے۔ اس کے بعد میں اپنے بکڑے اور چاٹ اپنے بیڈروم میں مزے لے لے کر کھاتی ہوں، یہ میری پرانی عادت

ہے۔ بچپن میں بھی اپنی افطاری کی پلیٹ ڈھک کر بیٹھ جاتی تھی کہ پہلے کھانا کھاؤں گی، یہ ہے میرے رمضان کی روٹین۔ بہت سبکسل اور آسان، ہر چیز تیار ملتی ہے۔ رمضان میں یوں لگتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی کام نہیں صرف عبادت کے سوا، نہ کوئی سوچ، نہ ٹیبلر کے چکر، نہ بھاگ دوڑ، میں بہت پرسکون ماحول میں زندگی گزارنے کی عادی ہوں۔

مہذب ماں باپ اور میرے بھائی، لیکن مجھے چارے گھر میں تہذیب بڑے چھوٹے احرام بھی، ہم نے اپنے باپ کو ماں پر غصہ ہوتے نہیں دیکھا، بھائیوں کو بھی کبھی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے نہیں دیکھا، جہاں گھر میں بچوں کی تربیت بھی ویسی ہی ہے، اپنی اور سب بچے روزے رکھتے ہیں عبادت کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔

ہذا چاند رات کو شمس بہت زیادہ ٹوٹک کرتی ہوں۔ ساری رات لگی رہتی ہوں خاص طور پر عید، عید وہی بڑے، برائی اور گھر کی صفائی وغیرہ میں وقت گزر جاتا ہے۔ ماضی کا ایک دلچسپ واقعہ آپ سے شیئر کرتی ہوں۔ ملازم کے ساتھ میں جنک میں ڈھائی تین بجے تک لگی رہی، میرے مسوینہ بار بار آ کر کہتے کہ خدا کے واسطے سو جاؤ، ٹھک جاؤ گی۔ مجھے غصہ آ گیا میں نے کہا پھر آپ ہی صبح سارے محلے کو لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، ٹھیک ہے میں چھوڑ دیتی ہوں۔ لیکن آپ صبح پھر سب کو لے کر نہیں آئے گا۔ اور میں جنک سے نکل کر چلی گئی، پھر صبح بھی ہوا کہ میرے مسوینہ جب نماز پڑھ کر آئے تو محلے والے سب ساتھ ساتھ آئے اور گیت پر کھڑے عید ملنے رہے اور وہ کسی سے بھی یہ نہ کہہ سکے کہ اندر آئے، کہنے لگے بہت شرمندگی ہو رہی تھی کہ سب دروازے پر کھڑے تھے تم نے ایسا کہہ دیا کہ میں کسی کو اندر نہ لاسکا۔ دو چار دن تک کہتے رہے مہاشی صاحب سے میں فکرمیں نہیں ملا

رہا، وہ سلام کرتے ہیں میں نکل جاتا ہوں اور پھر مجھے مہاشی کی کوڑن پر بلانا پڑا۔ میں اس بات کو کبھی فراموش نہ کر سکی۔ ہر ایک کو یاد رہتا ہے کہ ہمارے ہاں تعلیم ضرور ہوتا ہے اور صبح تکلیف تیار ملتی ہے۔ یہ عادت بھی میں نے اپنی ماں سے سیکھی ہے کہ صبح ہر چیز تیار کر کے تکلیف پر لائی جائے۔ یاد رکھیے بلیقہ مندی بھی ہے وقت سے پہلے کام کر لیا جائے صبح آپ نے کیا کھانا ہے یہ یاد رکھیں، ہر کام کا وقت مقرر کریں ورنہ دن مصروف گزرتا ہے۔ عید کے تینوں دن لوگ ملنے رہتے ہیں ملنے ملانے کا کوئی شینڈل نہیں، آج کل سبیل کی وجہ سے آسانیاں ہو گئی ہیں ویسے پہلے دن میرے گھر میں مہمان نوازی کا زیادہ سلسلہ رہتا ہے اور یہ بڑ بونگ کہہ لیں یا کشش تعلیم کی بدولت ہوئی ہے ہر ایک کو خیر ہوئی ہے کہ ہمارے گھر میں تعلیم ضرور ہوتا ہے۔

ہذا ہاں غریبوں اور مساکین کو میں پہلے سے ہی دے دلاتی ہوں، مگر میں آنے والے ملازمین کا میں سب کا پورا ریمبا خیال کرتی ہوں۔

بہن کوئی پتہ مجھے آپ کس کو دیکھنا چاہتی ہیں تو میں اپنی ماں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔

روشنی فیصل..... کراچی
ہذا چاند رات وہی روایتی طریقے سے مناتی ہوں، عید کے پہرے استری کرتا، ہینڈی لگاتا اور اگلے دن یعنی عید کے دن کے لیے تیاری جو کچھ بھی ممکن ہوتا ہے چاند رات کو ہی کر کے رکھ دیتی ہوں۔

ہذا عید کا پہلا دن گھر میں ہی گزارتی ہوں گھر کی صفائی سترائی کے بعد اپنے بیٹے مہد کو تیار کر کے خود تیار ہوتی ہوں پھر ہم فیصل کے دادا کے گھر جاتے ہیں، شام کو ابو کے گھر جاتی ہوں، وہاں پر ہم سب لیکن بھائی جمع ہوتے ہیں، عید کے دوسرے دن فیصل کے چچا کے گھر جاتے ہیں اور تیسرے دن فیصل دی پر پر وگرا مزد دیکھتے ہیں، سترے سترے کے بچکان

کھاتے اور پکاتے ہیں خوب انجوائے کرتے ہیں اور پھر میں شام کو بھائی جان کے گھر جاتی ہوں۔
 بڑا مزیدار سب سے پہلے اپنے چاندنی مہد کو دیکھنا پسند کرتی ہوں اس کے بعد اپنے سونڈ پھل کو۔ جج پوچھیں تو شیر خورہ کھاتے ہوئے مجھے اپنے ابو کے گھر کی بہت یاد آتی ہے۔ میرا چار سالہ چھٹا بھائی اب ماشاء اللہ اپنے بابا، دادا اور چچاؤں کے ساتھ عید کی نماز پڑھتے جاتا ہے اسے بھی دیکھنا چاہتی ہوں جو کہ ممکن نہیں ہو پاتا۔

بڑا دیسے تو انسان کی زندگی کا گزرتا ہوا ہر لمحہ ہی یاد آگا رہتا ہے خواہ وہ بہت خوشی میں گزارا گیا ہو یا غم میں۔ عید تو بچپن کی یادگار ہوتی ہے، گھومنا پھرنا، کھانا پینا، سیر کرنا، صبح سویرے کھٹے بھی اپنی عید یاد ہے، اسی عید پر ہم دافوں پہلوں کے کم و بیش ایک جیسے کپڑے خرید کرتی تھیں عید سے پہلے ہر روز بے صبری سے اپنے خریدنے والے عید کے کپڑے اور شوز دیکھتا اور دیکھ کر لپکاتا کہ اس جلدی سے عید آجائے اور پھر عید کے دن ہم چار بھائی بھائی شیر خورہ کھانے کے بعد ابو کے ساتھ ٹھونسنے نکل جاتے تھے۔

بڑا عید کے دن لازمی ہمارے سسرال میں اڑت گوشت اور چاول ضرور بنتے ہیں چونکہ میری سسرال کا تعلق اٹلیا سے ہے اس لیے یہ خاص وہاں کی ڈش ہے ہمارے ساس، سسر نے وہاں کی روایت کو یہاں بھی پرقرار رکھا ہوا ہے۔ یہ میری دوسری عید ہے شادی کے بعد۔ مگر عید ہو یا بقر عید اڑت گوشت اور چاول لازمی ہی بنتا ہے۔

بڑا مہنگائی نے بھی خوشیوں پر بھی بہت برا اثر ڈالا ہے اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ لوگوں نے میل ملاپ بہت ہی کم کر دیا ہے اب لوگ ملنے ملانے کو ترجیح نہیں دیتے، کال یا ایس ایم ایس پر ایک دوسرے کو مبارکباد دے کر اپنا فرض پورا کر لیتے

ہیں مگر اس سے قطع نظر حقیقی خوشی دل سے ہوتی ہے۔ دل خوش ہو، مطمئن ہو تو مہنگائی بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ دل خوش ہو تو آس پاس ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں محسوس ہوتی ہیں۔

بڑا ردا میں، میں بہت عرصے سے گھر رہی ہوں، جی قارئین شاید اپنی واقف نہ ہوں پر کچھ قارئین جانتی ہیں کہ ہم پرانے قاری بھی رہے ہیں ردا کے اور رانزقو ہیں ہی۔ ردا کی بہت ساری کہانیاں ہیں جو یاد ہیں پر عید کے حوالے سے مجھے پسند ہیں۔ ”تم بن جاناں یہی عید“ رضوان ارشاد کی اور مجھے اپنی ایک تحریر ”میں تم اور عید کا چاند“ یاد ہیں اس کے علاوہ سیدہ عسرت کی بھی کافی تحریریں ہیں۔

بڑا عید کی شاپنگ میں رمضان سے پہلے کر لیتی ہوں کیونکہ مجھے رمضان کے عبادت کے وقت کو ضائع کرنا پسند نہیں۔ لیکن چھٹی یا عید سے دو دن پہلے شاپنگ کرنے کا اتفاق ہوا اور یہ تجربہ میرے لیے بالکل بھی اچھا ثابت نہیں ہوا۔ حالانکہ میں نے پہلے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شاپنگ پہلے ہی کرنا چاہیے مگر وہ مارکیٹ جانے سے الگ جگہ ہیں اسی پتھر میں بال مارکیٹ کرتے رہے۔ اسی آج کل، آج کل کی وجہ سے بڑا ضروری ہوا جس کا ذرا تھا، مجھے 28 رمضان کو شاپنگ کے لیے لگانا پڑا۔ ایک تو دس اوپر سے گزری۔ بھئی نہیں آ رہا تھا کیا لوں کیا نہیں۔ چھٹی کے بارے میں کیا بتاؤں! ہماری امی (ساس) کی عادت ہے وہ ہر کام پہلے سے کرنے کی عادی ہیں اس لیے چھٹس کے سوٹ رمضان سے پہلے ہی سلوا کر رکھ دیئے ہیں مگر ہمارے دیگر صاحب چاند رات پر شاپنگ کرتے ہیں۔

سب قارئین کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک۔ خاص الخاص میری پیاری صاحبہ آئی اور ڈیز نورین ملک! آپ کو بہت بہت عید کی

مبارکباد۔

شاز یہ مصطفیٰ عمران..... کراچی
 ہوا ابھی میں نے دن گنا شروع کیے تو پتا چلا صرف
 دس دن ہیں رمضان شروع ہونے میں، شادی کے
 بعد سے رمضان اور عید سہرا میں گزرتے ہیں،
 یہاں کے طور طریقوں سے ہی اہتمام کرنا پڑتا ہے،
 جو ساس کتنی ہیں جنھیں میں امی کہتی ہوں، ان کے
 کہنے کے مطابق تیاری کی جاتی ہے، مطلب
 میرے دیر چ ہیں اور ماشاء اللہ سب ہی پیٹھے کے
 شوگن ہیں اس لیے عسری کے لیے بھی ان کی پسند
 کے مطابق شیڈول تیار ہوتا ہے، ایک دن سویاں تو
 دوسرے دن سویاں کا زردہ اور کچی کئی بھی تیار کی
 جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی برائے تو بھی سادی
 روٹی جو کر سالن کے ساتھ کھائی جاتی ہے، عسری
 کے لیے بھی سالن الگ بنایا جاتا ہے جو کدو دات
 میں ہی تیار کیا جاتا ہے، کبھی چکن کڑا ہی تو کبھی قورسہ
 وغیرہ۔ افطاری کے لیے بھی رول سو سے گھری
 ہوتے ہیں، رات کے کھانے سے زیادہ کبھی
 افطاری پر اہتمام کر لیا جاتا ہے تو کبھی کھانے
 پر۔ رول سو سے اور پکڑے تو افطاری کی جان
 ہوتے ہیں، اگر ایک دن بھی پکڑے نہیں نہیں تو
 سب شور مچا دیتے ہیں، چائے بھی، کچھ پھولوں کی تو
 ایک دن دہی بڑے بنا لیے جاتے ہیں روز مختلف
 ہی لوازمات رکھتے ہیں تاکہ رول بھی نہیں بھرے۔
 شربت بنانے میں تو میرے ہسینڈ لگا ہے بہت
 ماہر ہیں، ایک پٹنے کا شربت ایک دن میں ہی بنا
 لیتے ہیں یہ میں کہتی ہوں لیکن یہ سب شربت بھی
 بہت شوق سے پیتے ہیں فیضانِ اکاڈا لیتے ہیں کہ مجھ
 سے بچا نہیں جاتا اور اوپر سے بخ خطا کر لیتے
 ہیں۔

ہذا رمضان شروع ہونے سے پہلے ہی گھر کی
 تزئین و آرائش بھی کی جاتی ہے کیونکہ رمضان میں

صرف عبادت اور افطار و عسری وجہ سے قائم نکالنا
 مشکل ہوتا ہے پہلے سے ہی پردے وغیرہ دھو کے
 نکال دیے جاتے ہیں صفائی وغیرہ بھی کر لی جاتی ہے
 کچھ نئی چیزیں کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے جو مجھے ہمیشہ
 سے ہی شوق ہے تاکہ عید قریب آنے پر اتکا کام
 نہیں کرنا پڑے، عید کے لیے شاہجگ بھی ضروری
 ہوتی ہے، میں رمضان اور عید کی شاہجگ پہلے ہی
 کر چکی ہوں، بس کپڑے وغیرہ سلائے کا کام باقی
 ہوتا ہے۔

ہذا ایمان ابھی سال کی ہے اس کے بھی ماشاء
 اللہ و جیروں کام ہوتے ہیں، پھر اپنے ہسینڈ کو بھی
 قائم دینا ہوتا ہے وہ کچھ ناراض ہونے لگتے ہیں۔
 مجھے رمضان کا ہمیشہ بہت اچھا لگتا ہے، ہر کام وقت
 پر اور طریقے سلیقے سے ہو جاتا ہے، رمضان میں
 عبادت بھی کیسوتی سے ہو جاتی ہے، مجھے شادی
 سے پہلے کے دن یاد آتے ہیں جب میں احتکاف
 میں بھی بیٹھتی تھی۔

ہذا رمضان کا آخری عشرہ ہونے سے ہی عید کی
 تیاری کی فکر ہوتی ہے کیونکہ کچھ اور سو سے کام اور پری
 زور دیا جاتا ہے دو گھر کرنے پڑتے ہیں، ڈرائنگ روم
 کو سجانا اور اپنے بیٹے روم کو کچھ اعداد میں ڈیکوریت
 کرنا ہوتا ہے۔

ہذا عید کے لیے کچھ لوازمات چند دن پہلے ہی تیار
 کر کے رکھ لیے جاتے ہیں۔ منگو وغیرہ اور کولڈ
 ڈرینکس میں ہاڈر سے منگو کے رکھ لیتی ہوں، چاند
 نظر آتے ہی چھوٹے بھی اہال لیے جاتے ہیں اور
 شیر خورد مدت میں ہی دافر مقدار میں تیار کر لیا جاتا
 ہے۔ گھر والے اور ہمہانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے
 دعا ہے کہ یہ رمضان اور عید اس ملک میں امن و
 سلامتی لے آئیں کیونکہ خوشی کے لیے یہ بھی بہت
 ضروری ہیں۔

ہذا عید کے پہلے دن تیار ہو کر آدھا وقت گھر میں

ی گزرتا ہے کیونکہ ہمارے مجازی خدا کو آرام بھی کرنا ہوتا ہے آرام میں فی دلی دیکھنا بھی شامل ہوتا ہے، وہ پھر کہیں شام میں باہر لے کے نکلتے ہیں۔ عید کے تینوں ہی دن مہمانوں کی آمد و رفت میں گزر جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تمام قارئین اور دوستوں کو جو مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں ان کے لیے رمضان اور عید کی ڈھیروں مبارکباد۔

دارا صدف قمر..... کراچی
ہمیں چاند رات چاند دیکھنے کے لیے بے تابی میں گزرتی ہوں، آخر کار چاند نظر آتی جاتا ہے نہایت باریک اور بارہوں میں چھپا ہوا، شرمانا ہوا مجھے عید کی مبارکباد دو سید ہوا ہوتا ہے، بس پھر میرے گھر فریڈز اور بھیلی کی آمد و رفت شروع ہو جاتی ہے، نہایت عمدہ پھولوں کے ساتھ مجھے چاند رات پر مبارکباد ملتی ہے، میں اپنا عید کا پہلا دن عبادت سے اسٹارٹ کرتی ہوں۔ بس پھر اس کے ساتھ ڈھیر سارا کام گھر کی زینت بناتا ہے، مٹھائیاں، گلاب جامن، دودھ دلداری وغیرہ کی آوازوں سے گھر گونج رہا ہوتا ہے۔ تہہ والی مزیدار بریانی فرسٹ ڈے بناتی ہوں، سیکنڈ ڈے کڑھائی، تیسرے ایڈز نہاری تینوں چیزیں ایڈز لاسٹ ڈے کو باہر Celebration کرتے ہیں عید کی خوشی میں۔ اسے اسے رُکے! مٹھی عید ہے اور مٹھیاں نہ بناؤں ایسا ہو سکتا ہے کیا؟ آپ بھی ناں، کیا کیا سوچتے ہیں۔ میں بہت مزیدار پھر بناتی ہوں، تھی ہوئی لذیذ اور شیر خورم لازمی بنتا ہے۔ روزے رکھنے اور افطار کی کرنے سحری کرنے سے دل کا ایک ایک کونہ کھلا کھلا رہتا ہے پورے رمضان اللہ کی رحمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں کتنا خوبصورت وقت لگتا ہے۔

ہم بچپن کی تو تقریباً ہر عید ہی یادگار ہے، بہن بھائی گھروں میں تفریح کیا کرتے تھے، ہر عید کی صبح

سورے ہم سب بہن بھائی ایک دوسرے کو خیند سے چکا کر خوشخبری دیا کرتے تھے اسے اٹھاتا ہے آج عید ہے، چاہے تھی ہی گہری خیند کیوں نہ ہو، آگے یک دم مکمل جایا گرتی تھی۔ رات میں نیت نئے ملبوسات کی شہادت کے انتظار میں جو سوتے تھے۔ ہم سب سسٹر ایڈز برادرز اپنی ماما کو دیکھنا پسند کرتے تھے، چنانچہ اب وہ نہیں ہیں، شدت سے یاد کرتے ہیں کیونکہ 2009 میں آٹھویں روزے کو ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس لیے عید تو خصوصاً ماں کی یاد میں گزرتی ہے اور یہ بھی اچھی بات ہے اولاد ایسی ہی ہونی چاہیے جو ماں کے جانے کے بعد ان کو ان کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھے اور ان کے لیے دعائے خیر کرے۔ آپ سب سے بھی التجا ہے میری ماں کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کیجیے گا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین!) اسی کے علاوہ کی بات کروں تو پھر میں اپنے صوبہ اور بچوں کی طرف دیکھتی ہوں کیونکہ یہی میری دعا ہے، دعا ہے میرے سانس لینے کی وجہ میری سسٹر انکس۔

ہمیں یہ بات دلوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں میرے گھر کی طرح تمام قارئین کے گھر بھی بریانی عید کی خاص سوغات میں شامل ہوتی ہوگی ناں! دیکھا کیسے پٹا لگا لیا (ہاہاہاہا) اب آپ تمام لوگ جب جب عید کی افشیل والی بریانی کھائیں، مجھے یاد رکھیے گا۔

مہنگائی کے دور میں خوشیاں مکمل تو حاصل نہیں کر پاتے مگر جتنی مل جائیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہیں اور پھر سستی اور مہنگائی کی فتنہ نہیں، عید کی خوشیاں سروزے رکھنے کے بعد عید کا بہت خاص مزہ ہوتا ہے۔ یہی بچی خوشی ہوتی ہے، لیکن ایک بات ضرور کہنا چاہوں گی میرے ایڈز روا کے دوستو! جب ہم دوسروں کے

جنابوں کا جن کا خیال رکھیں گے۔ اللہ ہماری بھی ہے
 چنانہ دکرے گا۔ میں بھی خرابہ اور مساکین کو یاد
 رکھتی ہوں۔ ان سے محبت کا جذبہ رکھتی ہوں۔ اور
 ان کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کے ساتھ پیش آتی
 ہوں۔ سبکی وجہ ہے کہ اللہ کا کرم ہے جس پر مجھے کسی
 کا محتاج ہونا نہیں پڑتا (میرے لیے اللہ غنی کافی
 ہے)

ہوں، اپنے جسے کی کوئی بھی چیز نہیں کے ساتھ
 شیر کر کے اور پھر ان کے چہرے پہ آئی ہوئی
 مسکراہٹ کو دیکھ کے مجھے جو دی سکون اور خوشی مل
 ہوتی ہے میں لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر
 ہوں۔ سارا سال اپنی پاکستانی میں سے کچھ نہ
 کچھ بچا کے رکھتی ہوں اور پھر عید کے دن دروازے
 پہ آنے والے ہر غریب کو اپنی طرف سے عیدی
 دیتی ہوں۔

افشاں علی..... کراچی
 دعا کی پیاری، دل عزیز قارئین، راکھ اور
 دوستوں کو خوشی پہنکتی دعاؤں کے ہنڈولے میں
 جموں، چاہوں، خلوص و اچانیت کی بارش میں پور
 پور ڈوبا، چندہ آفتاب کی ماحول چمکتا اور پیار کی
 چاشنی سے لہلہ دعاؤں کے ٹوکروں سمیت
 افشاں علی کا سلام اللہ قبول ہو۔ اہل ایمان کے
 لیے اس کافی زندگی میں ابدی مسکراہٹوں کی بارش
 برسانے والا رحمتوں اور مغفرتوں سے پر نور مہینہ
 ایک بار پھر سامنے آگیا ہے، اہل ایمان اور تمام بڑے
 والوں کو رمضان کے اس بابرکت اور مقدس مہینے کی
 ساتھی مبارک ہوں۔

”آج میں اوپر آسمان پہنچے آج میں آگے
 زمانہ ہے جیسے“ عید سروے کے سوال نامے کو جب
 اپنے نازک ہاتھوں میں تھامتا ہوں کافی دیر حیران
 پریشان، حق و دوق اور گم سم کی رہ گئی، کیونکہ یہ پہلا
 موقع ہے جو اس ہندی ناچنے کود یا گیا اس لیے بڈل
 آف جسکے سالو آئی کا جنھوں نے مجھے اتنا مان
 اتنی عزت دی۔ سوال نامے کو بار بار پڑھ کر
 آنکھوں کو خوب سیراب کر چکی تو اب سوچا کیوں
 ناں قلم کی نوک سے لفظوں کا چادہ صاف پر بھیج کر
 آپ سب کی نظر کیا جائے چونکہ قارئین گرام ایہ
 پہلا تجربہ ہے اس لیے میں یہی افشاں علی آپ
 سب کی رائے کی منتظر ہوں گی۔

بڑے ناز و اعزاز سے سنورتی ہے
 عید دلہن کی طرح گلنتی سے
 چاند دیکھے بغیر بھلا عید کی خوشیاں مکمل ہو سکتی
 ہیں کیا؟ جیسے ہی مغرب کی اذان کا وقت قریب تر
 ہوتا سب مل کر شفق کی چادر اوڑھ لیتے، گول نکلیا
 سے زرد سورج کی شعاعیں مسکندی سے آنکھیں
 موندے چاند کو نکلنے کا اشارہ کرتی ہیں، باد صابین
 و شیرازوں کے آجمل اور گیسوں سے چمچر بھار
 کرتے ہوئے چاند کے استقبال کے لیے آگے
 بڑھتی ہیں، ارد گرد سحر جاری کرتا، طلسم بکھیرتا
 آکاش پر کسی روشن جگہ کی مانند چمکتا شرمیلی دو شیرہ
 کی طرح کسی دھند کی شبنم یا بادل کی اوٹ سے
 چھانکتا، جیسے چاند چھنے کی سعی اور جستجو افشاں علی
 کو بھی چھت پر دوڑ لگانے کے لیے مجبور کر دیتی تھی،
 میں اور میری اگلیوں بہن آجیہ علی چاند رات کو آگے
 پیچھے دوڑتے ہوئے آکاش پر بھرے بادلوں کی
 اوٹ میں پیچھے چاند کو دیکھنے کی کوششیں کرتے،
 دیکھار چاند کے بعد دونوں ہی ایک دوسرے کے
 گلے گلے کر خوشی سے سرشار لہجے میں ایک دوسرے کو
 مبارکباد دیتے اور پھر ”چاند نظر آگیا“ کا ورد
 کرتے پیچھے کی طرف دوڑ لگاتے جہاں ای موجود
 ہوتیں انھیں چاند نظر آنے کی توفیق دیتے اور
 مبارکباد پیش کر کے ان کے ہاتھ چومتے اور پھر ان

کے ساتھ گھر کے دیگر کاموں میں لگ جاتے، امی بچن کے کاموں میں مصروف ہوتیں، ابو اور بھائی نواز پڑھنے اور احکاف سے اٹھنے والے خوش نصیبوں سے ملاقات کے لیے مسجد گئے ہوتے، کمروں کی آرائش و زیبائش اور صفائی میں مصروف جبکہ بھین، ابو اور بھائی کے کپڑے پر ہنس کرنے میں مگن ہوتی، سب کام جلدی جلدی نپٹاتے جاتے کیونکہ پھر چوڑیاں پہننے، خریدنے بازار بھی جانا ہوتا اور چونکہ چوڑیاں میری کمزوری ہیں اس لیے سب کام یہ کمزوری مجھ سے جلدی کروالی چوڑیاں خرید کر جب واپس آتے تو پہلے میں، پہلے میں کی ٹھکرار کرتے امی سے مہندی کے تیل پونے بھرتے کیونکہ امی کو مہندی لگانے نہیں آتی اور جب ہمیں بھی نہ آتی تھی۔

وہ دن، وہ بل، وہ چاند رات بہت ہی ناہم کی یادیں ہیں جو ماشی کی چٹاری میں، خواہ مخواہ اوراق سے تھی لیکن بنی محفوظ ہیں۔ کراچی آنے کے بعد یہاں روشنیوں کے شہر میں بلند و بالا عمارتوں کے سچ چاند کو دیکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اس لیے یہاں کی چاند رات قدرے مختلف ہوتی ہے چونکہ میں سہ روزہ احکاف کرتی ہوں تو جیسے ہی پڑوسی چاند نظر آنے کی نوید سناتے ہیں اور مفتی ذبیح الرحمن صاحب بھی چاند نظر آنے کی خبر پر مہر لگا دیتے ہیں کبھی میں بھی اپنے اور تمام اہل ایمان کی مغفرت، اپنی عبادتوں کے قبول و مقبول ہونے کی دعا مانگتے ہوئے احکاف سے باہر آتی ہوں۔ احکاف سے اٹھنے کے بعد مبارکباد وصول کرتا، ایک نور کا ہال سا اپنے ارد گرد محسوس ہوتا ہے، نانی سے ملنے اور ان کے ہاتھ چومنے، دعاؤں کے بار لیے پھر گھر کی صفائی میں مصروف ہو جاتی ہوں، گھر کی صفائی، بیڈ شیٹ، پردے اور کراچی سب سیٹ کرنے کے

بعد اپنے، نانی کے اور بھائی کے کپڑے پر ہنس کر کے چنگ کرتی ہوں، ساتھ ساتھ چاند رات اور احکاف کی مبارکباد کے میسجز اور کالز بھی ریسیڈ کرتی ہوں۔ میں چونکہ اب مہندی بھی لگاتی ہوں اس لیے پھر دوست، احباب اور کچھ پڑوسی مجھ سے مہندی لگوانے آتے ہیں، نانی ماں کو بھی کبھی چٹکی لگاتی ہوں اور پھر سب سے آخر میں اپنے ہاتھوں پر بند ہوتی آنکھوں اور جھوٹے سر سے کھل و نگار بناتی ہوں، بالفرض یوں 4 سے 5 گھنٹہ ہی جاتے ہیں پھر اپنی بھین کو کس کرتے نبھانے کب نیند کی دوا دی میں غوطہ زن ہو جاتی ہوں۔

ہذا عید کا دن تو ہمارے لیے نعمت خداوندی ہے، عید کا دن ہو یا شادی کا تہوار، کھٹکتی بھتی چوڑیاں، مہندی سے بھری نکالیاں، ذرق برق ملبوسات، الفرض جا بجا حسن بھرا دکھائی دیتا ہے۔ عید بہت اچھی گزرتی ہے پر بہت ہی مصروف تر۔ نانی ماں چونکہ پورے خاندان کی اگلی بی بی بزرگ ہیں اس لیے ہم تہوار پر سب رشتے دار ان سے ملنے آتے ہیں، عید کی سچ نواز خیر پڑھ کر ایک بار پھر گھر کی نوک تک سنوارنے میں مگن ہو جاتی ہوں، پھر چائے اور کھانسی پکین چائے کے ساتھ ناشتے کا فرض ادا کرتی ہوں، صبح صبح مجھے شخصائیں پسند اس لیے نانی کے ہاتھ کا بنا شیر خوارا بھی 11-12 بجے چھٹکتی ہوں۔ صفائی اور ناشتے کے فارغ ہونے کے بعد پھر اپنے بچاؤ سنگھار پر توجہ دیتی ہوں، نیا سوٹ، جیولری میں ڈالیں، میک اپ میں کاہل، آبی لائنز اور لپ گلوں لگاتی ہوں جبکہ ساتھ میں دونوں ہاتھوں میں ڈمیروں ڈمیر چوڑیاں۔ کچھ جناب! اہو گئے ہم ریڈی اور پھر مہمانوں کا ایک خاصے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کبھی کمرے میں آکر ان سے ملنا ملاتا تو کبھی بچن کیس چاکران کی خاطر قواقع کے انتظامات کرتا، (اف می ایسی سی جان) اور ساتھ

ٹایاب سی عیدیں تو گویا بھر بھری رہت ہیں کہ وقت کی آمدگی کے ہاتھوں اڑ گئیں، بچپن کی وہ چٹلی سی یادگار عیدیں جو اپنی اگلی نین آسیدہ طے کے ساتھ گزریں اب تک کی وہی یادگار عیدیں ہیں۔ چونکہ ابھی تک ہم کنوارے ہیں ہائے..... اور چنانچہ من بھائے نہیں اس لیے وہ یادگار عیدیں ابھی آتی نہیں جب ہماری راج دج اور سولہ ستمبر سب ان کے لیے ہو، اور وہ جاتوں کی بارش میں مٹیوں کے رنگوں کی قوس و قزح بکھیر دے (ہاہاہاہاہا)

کسیا جانو جہاں سے پیار سے اتنا دور رہنا ہوتا عید کے دن اپنی فیملی کو کس کرتی ہوں، بالکل ویسے ہی جیسے ایک بیٹی اپنے میکے کو، اور میکے میں بیٹے ہیں اور گزری عیدوں کو کس کرتی ہے اسی طرح میں اپنی فیملی کو۔ عید کے دن میں اپنی فیملی کو دیکھنا پسند کروں گی، خاص کر اپنی سسر، کھجور، ہر عید، ہر چھوٹے دن میں ان سب کو بہت مس کرتی ہوں کہ اگر وہ سب یہاں ہوتے تو یقیناً میں عید پر ان سب کو دیکھنا پسند کرتی، اب وہ جناب تو ابھی ہماری زندگی میں آئے نہیں جنہیں عید پر سب سے پیار دیکھنے کی طلب ہو۔

انتظار باری ہے خوشیوں کا تہوار بھی ہے جھلنے کا لمحہ بھی ہے شے کی امید بھی ہے خوابوں کی اسے کاش کہ تعبیر مل جائے مجھے تہوار دیکھ بھی ہے اور ہماری عید بھی ہے ہوتا عید الفجر اور عید الاضحیٰ دونوں عیدوں پر ہمارے یہاں (گراچی میں نانی کے گھر اور حیدر آباد میں اسی کے گھر) شیر خور مسافر پوری جتنی ہے وہ بھی نانی کے ہاتھ سے۔ ماننا پڑے گا پہلے زمانے کی خواتین کے ہاتھوں میں Taste کا جادو ہوتا تھا جس کی مثال زبیدہ آ پا اور پھر میری نانی ماں کی صورت میرے گھر میں ہے۔

ساتھ ان سب سے عیدی ہنوار، پہلادان یوں ہی مہمانوں میں مصروف گزر جاتا ہے، عید کا دوسرا دن دوستوں کے لیے وقف ہے یا تو دوستوں کی شادی سواری افشاں طے کے دربار خاص میں شریف لائی ہے یا پھر مابذولت خود مہمان بن کر دوسروں کو بھی میزبان بننے کا شرف بخشتی ہیں۔ (آخرو ہر کسی کو برابر کا حق ملنا چاہیے) دوستوں سے ملاقات تو ویسے بھی تعلیقی دھوپ میں رسم، بھگم بھار کا کام دیتی ہے، دوستوں کے ساتھ خوشی کیاں کرتے ہنسنے موج مستی کرتے پھر کھیں آکاٹنگ کا پروگرام جھٹ پٹ تیار کر کے وہاں دھاوا بولنے عید کا یہ دن بھی گزر جاتا ہے رات کی چٹلی ہمیں احساس دلاتی ہے کہ اب دن تمام ہو چکا اور تیسرا دن ہم م م م م م م..... فارغ اارے بالکل بھی نہیں جناب! جب عید ختم نہیں ہوتی تو پھر کسی رات جو بڑے دار و احباب اپنی ملاقات کا شرف بخشے ہے وہ گئے ہیں وہ تیسرے دن ہمیں میزبانی بھانے کا پھر سے موقع دیتے ہیں، اور یوں عید کا اختتام ہوتا ہے۔ "عید کا دن اور اتنا مختصر..... دن گئے جاتے تھے اس دن کے لیے۔"

ہاں اگر بچپن کی عید کا پوچھا جاتا کہ کیسی تھی؟ تو جی وہ ہی یادگار اور جیتی عیدیں تھیں، وہ رمضان کے شروع ہونے سے بھی پہلے عید کی فکر، نئے پیراہن کے ساتھ بچہنگ کی فکر، دوستوں کو عید کارڈ اور تحائف بھیجنے کی جلدی، دوستوں سے موصول ہونے والے گفت کا بے صبری سے انتظار اور زیادہ سے زیادہ عیدی لینے کی جتنجو، کندھے پر جھولتے پرس ٹولی ہائے، ایک گھر سے دوسرے گھر عیدی ہنوارنے جانے کا وہ سفر..... ہائے اب عید کہاں گزرتی ہے ایسی ہے فکر پر لطیف ہنسی ٹھٹھلائی رنگین ٹھلی جیسی..... گلن ہے بس ایک رسم ہے ایک فرض ہے جو ادا ہوتا ہے، وہ بچپن کی خواہش و

شیر خورہ اور پوری

پوری کے اجزاء:

میدہ: 1 پاؤ

زیرہ: 1 چائے کا چمچ (پہا ہوا)

نمک: حسب ضرورت

گھی: 3 چائے کے چمچ

ترکیب: میدے میں نمک، زیرہ، نمونہ اور دودھ اور گھی ڈال کر کوئٹہ لیں، پھر چھوٹے چھوٹے جڑے بنا کر چھوٹی روٹی جتنا ٹکڑ کر گولڈن براؤن حل لیں۔

شیر خورہ کے اجزاء:

سویاں: 1 پاؤ

دودھ: 2 سے ڈھائی کلو

کھویا: آدھا پاؤ

چینی: دو کپ

خشک: آدھی پیالی

چھوٹی الائچی: 10 عدد (ہلکا سا کوٹ لیں)

گھی: آدھی پیالی

بادام پیستے: 1 پیالی (دونوں کو ابال کر چھلکے اتار دیں)

ترکیب:

دودھ کو ایک بڑی دھنچی میں ڈال کر مدہم آگ پر رکھ دیں، جب ابال آجائے تو چینی ڈال دیں، ساتھ ہی خشک بھی ڈال دیں، پھر دوسری دھنچی میں گھی گرم کریں پھر اس میں الائچی گڑا لیں، ساتھ ہی سویاں بھی ڈال کر ہلکا سا فرانی کریں، دودھ میں کھویا بھی شامل کر دیں ساتھ ہی پیستے بادام کی ہوائیاں گات کر ڈال دیں اور پھر آخر میں سویاں بھی دودھ میں شامل کر دیں، تھوڑا پیچہ چلائیں تاکہ سب کس ہو جائے، کچھ دیر بعد چلا بند کر دیں، لیجئے شیر خورہ تیار۔ گرما گرم پوری کے ساتھ چائے تو ٹھنڈا کر کے کھائیں یا پھر گرما گرم۔

میں کہتے کہ تو اب بچی خوشیاں، سچا پیار اور خالص چیزیں معدوم ہو کر رہ گئی ہیں، مگر وضو نہ لے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے کہ صدق ہم فرما، مساکین، یتیم لوگوں کو رمضان کے افضل و بابرکت مہینے میں عید کے پر رونق تہواروں میں اور اپنی خوشیوں کے بل میں یاد اور شریک رکھ کر ان کے چہرے پر ہنسنے والی قوس و قزح بھی مسکراہٹ آکھوں سے جھلکی اپنائیت اور ہونٹوں سے پھولوں کی مانند جھڑتی دعاؤں کی صورت بچی خوشیاں پاسکتے ہیں، زندگی کے اس سفر میں ہمارے ہم سفر صرف ہمارے اپنے، ہمارے چارے ہی نہیں بلکہ اپنے اور گرد بیٹے والے وہ لوگ بھی اس درو گزر پر شریک سفر ہیں جن سے ہمارا اسلامی رشتہ بھی ہے، اس لیے ہمیں ان کو بھی اپنی خوشیوں میں شریک بنانا چاہیے جب ہی ہم اس نفسانسی کے دور میں پر سکون زندگی گزار سکیں گے۔

کون سی بات ہے تم میں ایسی

اسنے اپنے کیوں نکلتے ہو

(آہم... اسنے کبھی ارادے لیے ہے یہ شعر)

میں درو کے توسط سے اجتماعی اور مذہبی اقدار سے آراستہ ایک صاف ستھرا ادب کا زمین تک پہنچایا جا رہا ہے، درو ایک تناور درخت کی مانند اپنی خشکی خشکی چھاؤں پر فرو، پھر ہر مختلف کوسا یہ فراہم کر رہا ہے، درو کے عید نمبر میں اب تک جو کہانیاں مجھے پسند آئیں وہ یہ ہیں۔ حراس سے مگر پور چہروں پر مسکرائیں، بھیرے تا مائشہ و الفکار کا افسانہ، ہم چاہتوں کی دھن بجائیں گے، عید کے حوالے سے مگر پور خوبصورت تحریر، فریدہ فرید کا "یادیں نال بہاراں، اور ساتھ ہی انعم نذیر کا "نول" میری عید تم ہو" بھی بہت زبردست لگا۔

میں میرا تعلق سندھ کے شہر ٹنڈو جام (حیدرآباد) سے ہے، ٹنڈو جام شہر حیدرآباد سے

16 کلو میٹر کی دوری پر ہے۔ میرے پہلی نمبر میں امی، ابو کے علاوہ دو بھائی اور ایک اکلونی بہن شامل ہے۔ جبکہ یہاں کراچی میں مانی ماں ہی میری پہلی ہیں، برصغیر پر دونوں بھائیوں کے شوارمیں، ان کے سینڈل / جوڑے وغیرہ میرے پہلے ہی ابو کے ساتھ کارگر خرید لاتے ہیں کیونکہ میرے ابو فیئر بھی ہیں، اس لیے وہ اپنے اور بھائیوں کے کپڑے خود بیٹے آئے ہیں، رمضان کی آمد سے پہلے ہی ہم دونوں بہنوں کی شاچنگ اشارت ہو جاتی ہے جو کہ چاند رات تک چلتی رہتی ہے، میری امی سیدھی ساوی سی گھر لے عورت ہیں، وہ شاچنگ نہیں کرکس، ابو انھیں بھی عید کی شاچنگ کے پیسے دیتے ہیں جو وہ گھر میں ہی خرچ کرتی ہیں۔ کچھ بو بھائی اکڑ کر کہتا ہے "ہماری عید کی پوری شاچنگ جتنے پیسوں میں مکمل ہو جاتی ہے اتنے میں تو ان دونوں کے صرف سوٹ آتے ہیں، وہ بھی بغیر کسے... اب..."

دونوں کو خرا کر دیتی ہیں۔ "اب تو ماشاء اللہ میری سنسر ایسے ملنی ہی امی کے میرے اپنے سب کے کپڑے سکتی ہے۔ عید کی شاچنگ میرے اور میری بہن کے same سوٹ، سلیمہ، ہلی پینکی جیلری، کون ہندی، ابو کے قطر، مانی کے سلیمہ، قطر، گھر کے لیے ڈیکوریشن قیس پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک آخری اور ضروری چیز یہ تنگ چوڑیاں نہ ملیں تو میرا کوئی تیار نہ ہوتا حتیٰ کہ کوئی دن بھی مکمل کریں۔ سنسر کیونکہ میرے ساتھ یہاں نہیں ہوتی اس لیے میں اپنے ہر مل، ہر دن، ہر دعا، ہر شاچنگ میں اسے یاد رکھتی ہوں۔

پرس میں جب تک پیسے ختم نہ ہو جائیں جب تک اس کی خریداری نہ کی گئی، تو پیسے ایک اور حزب کی بات میں بارگینگ بہت کرتی ہوں اور اس میں ماہر بھی ہوں، آپس کی بات ہے جس شاپ پر گھس کر اس کا ٹیگ لگا ہو، اس شاپ پر میں جاتی ہی نہیں، گوکہ وہاں بارگینگ جو نہیں ہوتا (ماما!)

سحر مبین..... فیضانِ آجاد
سب سے پہلے تو سحر مبین کی طرف سے ردا کی پوری ٹیم، کارکنین اور تمام اہل اسلام کو بہت بہت عید الغفر مبارک ہو۔ جی! آپ نے بجا کہا کہ عیدِ غمخیزوں اور محنتوں کا تہوار ہے، اس عید کے موقع پر بڑی مجلسوں سے ردا کو مزید سوار کرنے کے لیے آئی جی اینڈ نے جسے سوال کر ڈالے ہیں۔

ہوئے اور گھٹیں لگاتے ہوئے چاند رات گزر جاتی ہے، مہما، خالائیں اور مہمائیاں عید کے لیے چکوان بنائی رہتی ہیں۔

ہذا عید کا پہلا دن تو جانے کیسے جھٹ سے گزر جاتا ہے، رنگ برنگے لمبوسات، ہر وقت بازار، گھروں میں جوش و خروش، پہلا دن تو ایسے ہی گزر جاتا ہے۔ چکوان پکتے، ملتے ملا تے، عیدی وصول تے، دلی دیکھتے اور لطف اندوز ہوتے ہوئے اگلے دن کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن پہلے کی نسبت ذرا ہلکے لمبوسات زیب تن کیے جاتے ہیں۔ پھر وہی سلسلہ اور اسی طرح تیسرے دن بھی۔

ہذا میرے لیے جو گزری ہوئی ہر عید کا ہر چہرہ یادگار ہے، مجھے کوئی کلمات نہیں جو کہے تاہم کچھ عید پر زندگی میں پہلی دفعہ نماز سیدہ کی تھی، اور عید پہلی عید سے کافی مختلف گزری تھی خاصا شرمیلی

اس کے علاوہ تو سب ہی عید میں ہی مزے سینے آتی ہیں۔ جب چھوٹی تھی تو چھوٹے ہوئے فرائڈ پہنے بھائیوں کے ساتھ بازاروں میں گھومتی، دوستوں کے گھروں میں جاتی۔ ایک بار ماموں نے ہم سب بچوں کی اتنی تصاویر بنائیں، اس کے علاوہ ایک عید پر تیسرے روز ہماری پوری فیملی پاکستان گئی۔ خوب گھومے بھرے۔

ہذا کافی مشکل سوال کر ڈالا۔ مجھے تو گھر کے ہر فرد سے محبت ہے۔ عید پر سوتے تو تمہیں تاہم مہما ہی زیادہ تر عید کی صبح سب سے پہلے نظر آتی ہیں، مہما کو دیکھنے کو دل کرتا ہے اور اگر ماموں لوگ ابھی گھر نہ آئے ہوں تو انہیں۔

ہذا عید پر جو کچھ بھی ہے مگر یہاں سویاں لازمی بنتی ہیں۔ ہمارے پاس تو عید الفطر کی سوغات ہی یہ ہیں۔ خالص صبح اٹھ کر ڈھیر ساری سویاں ہواں کرتی ہیں، اس کے علاوہ کسٹروڈ فیور۔

ہذا ”اس دج سے کیا خواہشوں نے اجسام کیا“

عید کے لیے تو ہزاروں خواہشیں ہوتی ہیں، عید تو نام ہی خوشی کا ہے، چاہے کم نصیب ہو یا زیادہ۔ کچی خوشی تو ہر اس چیز سے حاصل ہو جاتی ہے جو ہمارے دل کو پسند ہو، بھلے سے وہ سبھی نہ ہو۔ مگر یہ تو ہوتا ہے کہ مہنگائی کے اس دور میں، مہنگائی کا اڑدھا، بڑا سامانہ کھولے ہماری خواہشوں کو نگھنے کے پکروں میں ہوتا ہے اور ایسا کر بھی لیتا ہے۔ کچھ لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی ناگھرا ہو تو شاید وہی حاصل نہ کر پائے۔

ہذا جی بالکل امساکین اور غرباء کو یاد رکھتے ہیں ہی ہم حقیقی خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

ہذا ایک پڑھی لکھی نام یاد نہیں، اینڈنگ بڑی پتی تھی۔

ہذا میری شاہجہاں تو ہوتی ہی نہ تھی، ہمارا بازاروں کے پتھر لگائیں مگر پھر بھی ادھوری تھیں۔ عید پر ماموں لوگ عیدی دیتے ہیں، بعض دفعہ شاہجہاں ہی کروادیتے ہیں بعض دفعہ نقدی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں اور بابا میری عید شاہجہاں کے لیے بازار گئے، ایک سوٹ لیا گھر والے کہنے لگے پرانی دکانی ہے، دل تو میرا بھی مطمئن نہیں تھا، ہم اللہ بڑھ کر اگلے دن پھر وہی کی راہ لی۔ بازاروں کی خاک جھانسنے کے بعد ایک ٹایپ، گوہر ٹایپ فراک حاصل کر لی، مگر آئے تو وہ کسی اور کو پسند آگئی۔ ہمارا کیا کیا؟ نہ کوئی کمی نہ او اس۔ اگلے دن پھر گئے اور پھر گئی بار گئے۔ ایسا ہر دفعہ ہوتا ہے، لاسٹ تاہم پوری فیملی انٹھنی ہی شاہجہاں کے لیے گئی۔ میری شاہجہاں پھر گئی۔

ہذا عید کی خوشیوں میں ہمیں دیگر مسلمانوں کو نہیں بھولنا چاہیے، جو اس مہنگائی جیسے طوفان اور دیگر مسائل کی بدولت خوشیوں سے محروم رہتے ہیں۔ عید تو ایسا جہوار ہے جس کی بدولت سال بھر کے روٹھے بھی ملتے ملا تے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس تحفے

کی قدر ہم پر فرض ہے۔ ایک دفعہ پھر عید مبارک
Bright Star تم لوگوں کو میں بھی نہیں بھول
سکتی، انکوشی عید مبارک!

فرح ناز گھر رفتی..... کراچی
شکر یہ جناب! مجھ تاج کو یاد رکھنے کا وقت کم
ہے مقابلہ سخت، تو اشارت کرتے ہیں پہلے سوال
ہے۔

☆ جامعہ رات چھوٹے چھوٹے بہت سارے کام
رات تک چلتے ہیں، شدید صحن کے بعد آخری کام
رات میں مہندی لگانا ہے، اس کے بناء پھری عید
نامکمل ہے۔

☆ عید کی صبح نماز کے بعد بھانجیوں سے عید لے
کرتی وہی دیکھنا یہ پھری عید ہوتی ہے کام تو رات کو
ہی ختم جاتے ہیں بھائی اور بھائی کے آنے سے
نفل میں مکمل تیار ہوتی ہوں، پھر بھائی دن آنا چاہتا
چلتا ہے۔ میرے لیے خاص یہ ہوتا ہے کہ سب
بچہ کرکچھ وقت ساتھ گزارتے ہیں اور دوسری عید
کی صبح طوہ پوری کا ناشہ باقاعدہ ڈونیشن کر کے
ہوتا ہے، اس کی بات ہی الگ ہے، مجھے کہیں
جانے سے کوئی ہوتی ہے، مگر سب کے آنے کا
انتظار رہتا ہے۔

☆ یادگار عید چار سال قبل دوستوں کے ساتھ
گزری، وہ یادگار لمحے ماضی کی ڈائری میں تھلی کے
رنگوں کی مانند متید ہیں اب ان قہقہوں اور آنسوؤں
کے مشعر کا سنجیوں سے گفتافون کا سلسلہ ہے۔

☆ عام دنوں کی طرح امی پر نظر پڑتی ہے، انھیں
نام سے پہلے اٹھا دیتی ہوں کہ لیٹ نہ ہو جائیں،
بچپن کی ایکسٹنسٹ میں اور اب ڈسے داری کے
احساس سے نیند نہیں آتی تو امی کو ہی دیکھنا چاہتی
ہوں اور چاہوں گی ہمیشہ۔

☆ ہم مہم م..... بیانی، شیر خور مہموا سب کے بننا
ہے مگر میں آپ سے اپنے مگر کی انکوشی رس ملائی

شیر کرتی ہوں جلدی سے 1 پاؤ پاؤ کے دودھ
میں 2 الاچی کے دانے 2 عدد اٹے، ایک چٹلی
کھانے کا سوڈا، 2 ٹیبل اسپون آئل ملا کر گوندھ
لیں اور پہلے سے اچلتے ہوئے دودھ میں جس میں
الاچی اور چٹلی شامل ہے حسب ذائقہ تقریباً آدھا
کلو دودھ میں ایک سے ڈیڑھ کپ چٹلی شامل
کر لیں، اب اس میں رس ملائی کی چھوٹی گولیاں
بنا کر ڈالیں، چمچ نہ چلائیں، خیال رہے گولیاں
بنا کر رکھتی نہیں ہیں فوراً ڈالنی ہیں اب احتیاط سے
بڑے باؤل میں اسپون کی مدد سے ایک ایک گولی
جو دودھ میں اٹل گئی ہے نکال لیں اور بعد میں پتہ
دودھ باؤل میں ڈال کر سوے کے ساتھ غیش
کر لیں۔

☆ مہنگائی تو بہت ہے لیکن اگر کفایت اور بھکاری
سے کام لیا جائے تو سب ممکن ہے دیے بھی دل کی
خوشی و آسودگی سے مشروط ہوتی ہے کوشش کریں
خود سے زیادہ دوسروں کو خوش رکھیں، پوزیشن رہیں
یقین کریں خوشیاں آپ کی ہمسفر ہوں گی، سب
میں پھونکے جاتا ہے، بچت اور سستے میں بھی کام
چل سکتا ہے۔

☆ عید کا اصل مزہ تمام روزے اور نوافل کے بعد
حقوق اللہ پر سے کر کے آتا ہے اور حقوق اللہ
حقوق العباد کے بغیر مکمل ہے ذکوۃ، فطرہ کے
علاوہ بھی حسب توقیف خیرات کی مدد ضروری ہے، فٹ
پاتھ پہ سوتے اس بچے کی فنی ہزار عزتوں پر
بھاری ہے جو آپ کی بے لوث مدد سے دیتی ہے۔

☆ کہانیاں بہت دہچی ہیں میں نے، سب یاد ہیں
مگر کسی ایک کا نام لیٹا نا انصافی ہوگی، پھر بھی ناکہ
طارتی کا "اک تارا چاند کے پاس"، سعدیہ عابد کا
"برگ گل" اسی طرح اور بھی بہت سے ناول اور
افسانے مجھے یاد ہیں آج تک۔

☆ شاہک نہیں پسند مجھے، امی کی اور اپنی مختصری

چاند رات۔

بڑا عید کا پہلا دن تو عید کی نماز کے بعد مصروف گزرتا ہے گھر میں مہمان آتے جاتے ہیں ان کی خاطر بدارت میں صبح سے شام ہوتی ہے آتے جاتے فی وی پر نظر ہونے والے عید کے پروگرامز پر بھی نظر پڑ جاتی ہے۔ زیادہ وقت لیکن میں گزرتا ہے۔ رات کو سب کے ساتھ فی وی دیکھتے، گپ شپ کرتے عید کا پہلا دن تمام ہوتا ہے، عید کے دوسرے دن ہم صبح ناشتے سے قاریغ ہوتے ہیں تو بھائی صاحبان آکاٹنگ کا پروگرام بناتے ہیں بھر سب مل کر لاٹک ڈرانچ اور چنگ پھل لگاتے ہیں اور خوب انجوائے کر کے شام کو گھر لوٹتے ہیں اور عید کا قیصران دوست احباب سے ان کے گھر جا کر عید ملنے ملانے میں گزر جاتا ہے یوں ہمارے عید کے دن گزرتے ہیں الحمد للہ! اپنوں کے سنگ گزرتے ہیں، اس سے بڑی مسرت و نعت اور بھلا کیا ہو سکتی ہے۔

الحمد للہ عید ہی تو سب ہی باوگاہ ہیں اب تک، کیونکہ اللہ پاک نے ہم سب گھر والوں کو ہمیشہ ساتھ رکھا ہے، ہاں ایک بھائی ملک سے باہر ہوتے ہیں اس لیے ان کی کافی غصوں ہوتی ہے۔ بڑا ہم سب سے پہلے اپنے امی، ابو کو دیکھنا پسند کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنے لیکن بھائیوں کے بچوں کو، جو عید کے روز بہت ہی بوجوش و خوش و خرم اور شرارتی نظر آتے ہیں اینڈ آف کورس پیارے پیارے تو سب ہیں ہی، اللہ سب کو صحت کے ساتھ سلامت رکھے (آمین)!

بڑا عید کے دن یوں تو کئی ڈشز بنتی ہیں مگر میٹھی عید کی اصل پہچان تو شیر خرم ہی ہوتا ہے۔ سو ہم سب آپ سب سے شیر خرم کی ترکیب ہی شیئر کرتا چاہیں گے۔

ازرا:

شاہنگ کرتی ہوں عید کی تیاری میں چوڑیاں میری نمود بیٹ ہیں، مگر سادہ سی اور دوستوں کے لیے گفٹس جن کے بغیر میری عید ادھوری ہوتی ہے، اپنے سے زیادہ دوسروں پر خرچ کر کے مزہ آتا ہے، آخر میں سب کو پڑھتے کھیتے والوں کو میڈم صاف، ہم نورین کو بہت بہت عید مبارک، خوش رہیں سب!

سہاس گل..... رحیم یار خان
سب سے پہلے تو ردا کے تمام احترام و معزز ایڈیٹرز و اسٹاف اراکین کو رائلٹیز اور ریڈرز کو عید الفطر بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک آپ سب کو عید کی ڈیجیٹل خوشیاں نصیب کرے (آمین) اور پاکستان کو امن و خوشی کا سمندر بنا دے (تمہ آمین)

اب آتے ہیں ہم ”عید خروے“ کے جواہرات کی طرف۔

بڑا سالہ آئی! ہماری چاند رات تو بہت مصروف گزرتی ہے، ماشاء اللہ! چاند رات کو سب گھر والے گھر آ جاتے ہیں، خوب ہلہ گلہ، گپ شپ، کھانا پینا چل رہا ہوتا ہے، فی وی بھی آن ہوتا ہے اور عید کے ساتھ ساتھ سب اپنی مصروفیات کی تفصیل ایک دوسرے کو بتا رہے ہوتے ہیں۔ ہم شیر خرم بھی رات کو بنا کر رکھتے ہیں اور لیکن خورمہ بھی بھون کر رکھتے ہیں رات کو تاکہ کچ کام میں کچھ آسانی ہو۔ سب گھر والوں کے عید کے کپڑے بھی چاند رات کو ہی استری کر کے رکھتے ہیں اور جوتے وغیرہ بھی تاکہ کچ کسی کو اپنے کپڑوں، جوتوں کے لیے آواز نہ دینی پڑے۔ گھر کی صفائی و دھلائی کا کام ہم شام تک نہیں لیتے ہیں اور رات کو سب کاموں سے قاریغ ہو کر ہم مہندی لگواتے ہیں اور گپ شپ کرتے تھک کر رات کے ڈیڑھ دو بجے تک ہم سو جاتے ہیں۔ یہ ہوتی ہے جناب ہماری

دودھ خالص 8 کلو، میوے خشک، چھوہارے، پست، بادام اور کھوپر یا ناریل باریک کٹا ہوا، چینی بھی ہوئی حسب ذائقہ، سبز الائچی پندرہ سے 18 باریک بھی ہوئی ہوں، چاول، ایک پیالی، سوڈیاں۔

ترکیب: دودھ کو کسی بڑی سی دھجکی میں ایک اہال دے کر بجلی آگے پر پکے دیں اور دھتے دھتے سے دودھ میں کھج چلائی رہیں، جب دودھ کا رنگ ہلکا لکھائی ہو جائے یعنی دودھ آدھا رہ جائے تو اس میں پہلے صاف کر کے بھگوئے ایک پیالی چاول شامل کر دیں جب چاول بھی کرکھل جائیں تو اس میں ایک پیالی باریک سوڈیاں یا سبزیوں کا ڈھال دیں اور کھج چلائی رہیں۔ جب صاف بھی جائیں تو چوڑے سے اتار کر ٹھنڈا کریں ایک ہال میں نکالیں اور شیر خرے میں حسب ضرورت بھی ہوئی چینی میں کر لیں، میوے قاسم بام یک کٹے ہوئے چھوٹے سہائیں اور چھوہارے بھی قطعی نکال کر کھسائی میں بکھوہارے کے بعد کاٹ کر شیر خرے میں کھس کر دیں، مزید شیر خرد کھانے کے لیے تیار ہے۔

کچھ نسخے بھی یہ ترکیب آپ کو؟ فراموشی بھینٹا مزیدار لگے گا آپ کو ہمارا شیر خرد۔

ہمارے خیال میں عید کی بچی خوشیاں مہنگائی کے پڑھنے یا گھنٹے سے نہیں بلکہ رشتوں میں محبتوں کے پڑھنے یا گھنٹے پر منحصر ہوتی ہیں۔ یہ کچھ ہے کہ مہنگائی کی وجہ سے غریب آدمی عید پر نئے کپڑے، جوڑے نہیں خرید سکتا۔ بچوں کو عید کی خوشیاں دے سکتا، اس کے گھر میں انواع و اقسام کے پکوان نہیں پک سکتے لیکن اگر ان کے سچ محبت ہے ایک دوسرے کی مجبور ہیں، ضرورتوں کا احساس ہائی ہے تو وہ نئے کپڑے نہ ہونے کا غم بھلا کر ایک دوسرے کے ساتھ میں ہی خوش ہو سکتے ہیں۔ اگر رشتوں کا احساس ہی ہائی نہ ہو تو زندگی کی ہر آسائش، رہا ہے،

یہ بھی آپ کو عید کی بچی خوشیاں نہیں دے سکتا۔ مہنگائی کے جن کو تو ہم کا ہو کر نہیں سکتے تو کیا ہی اچھا ہو کہ ہم محبتوں اور رشتوں سے بھرے ہندوؤں کو اپنی منہمی میں کر لیں اور عید کی بچی خوشیاں لوٹ لیں، کیا خیال ہے؟

ہم بچی باگھل الحمد للہ! ہم حسب استطاعت غرباء و مساکین کو بھی عید کی خوشیاں دینے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو عید ہی نہیں ہر خوشی کے موقع پر اور عام دنوں میں بھی غرباء و مساکین کو یاد رکھئے، ان کے کام آنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین!)

ہم عید فخر شائع کرنے میں ”رؤا“ کا کوئی جانی نہیں ہے، ہر عید پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عید سے متعلق کہانیاں شائع کرنے کا اعزاز ہر سال ”رؤا“ کے حصے میں آتا ہے۔ ”رؤا“ کے عید نمبر کی ہر کہانی ہی عید کے مختلف رنگ لیے ہوئی ہے۔ ”رؤا“ کا ”عید نمبر“ آتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ ہے ”عید نمبر“ ہمیں تو اپنی کہانی ”چوڑیاں“ ہی یاد ہے۔ ہائی کہانیوں کے نام تو یاد نہیں ہیں مگر یہ خوشی غم کے کچھ بھی ہر سال صالحہ آئی! کی تحفوں کے تحفے ”عید نمبر“ کا حصہ بن جاتے ہیں بہت شکر یہ صالحہ آئی! جزاک اللہ!

ہم بھی انہیں ہاتھوں کے چکر لگانے سے بہت ابھرتی ہوتی ہے اس لیے ابو، بھائی، بہنیں سب مل کر عید کی شاپنگ کرتے ہیں اپنے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔

جو یہ یہ بانو..... فیصل آباد
السلام علیکم! امید ہے خیریت سے ہوں گی، آئی! اتنا لمبا سوالنامہ؟ جیسا کوشش کرتی ہوں۔

ہم چاند رات مناتی ہوں مہندی لگوا کر اور ڈھیر سارا شور مچا کر۔

بھی ضرور جانتی ہیں۔ مہمانوں کی تواضع زیادہ تر فروٹ چائے اور کولڈ ڈرنکس سے کی جاتی ہے۔

☆ بھین کی ہر عید یادگار ہوا کرتی تھی جب ہم نماز

پڑھتے ہی عید کی گلیاں ابھرنی لگیں اور بام کا سر کھاتے

تھے، سارا دن دکانوں کے چکر، العلم العلم کھانا، اب تو

بچے کی سالوں سے ہر عید ایک تھی۔

☆ میدانی پتی خوشیاں تو ہر اس انسان کو ضرور ملتی

ہیں جو صدق و دل سے صرف خدا کی رضا کے لیے

وہ بھائی کے روبرو رہا ہے، جب احساں سے

میں نے کہا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔

اس کیپ کے کھیلوں کے میدان کے محل وقوع

Figure 3. The effect of the concentration of the initiator on the polymerization of α -methylstyrene.

وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا گھر تھا جس کے دروازے پر ایک لکڑی کی تختی تھی جس پر لکھا تھا:

کے لیے استطاعت نہیں رکھتے۔ لہذا ان کو بھی

فرضوں میں مثال کے نام سے کہا فرض فضاء ہے۔

خود غیب کے حوالے سے پہلی غیبی خبر، یہ تھا ہوا ناگہ

عشق کا ناول یاد ہے جو کہ رمانس بن جاتا تھا۔ کچھ

میں نے اس کی طرف بھی دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ

بہن کی تمنا یہ تھی۔

ہر مہینہ کی شاہجہان زیادہ تر ہمارے مضامین سے بچے کر

لے جاتے ہیں تاکہ بعد میں روٹنے کی حالت میں

انٹارووں میں پھرنا نہ ہے۔ پڑے اس لیے بھی

جلدی بے جاتے ہیں تاکہ جلدی سلائی ہو سکے،

بعد میں دریاؤں نے کمرے کو لے کر لے لیا۔

دوسری اشیاء کو ٹھیکے پر رکھ دیا گیا ہے۔

الکرل میری طرف سے ملایا پی، بروڈا جسے

کی ساری سیم، تمام محلات اور فارین، جہوں کو

جہاں

خواتین کی تعلیم کے بارے میں

جس کا سارا سال خصوصاً ماہ رمضان شریف شہت

2014 June

☆ چاند رات کے قیام کاموں کے دوران ہم ساتھ ساتھ F-M Sunrise 95 Jhelum سنتے ہیں، چاند رات کے انٹشل پروگرامز اس رات کے مزے کو دوہلا کر دیتے ہیں۔ آخر ہاتھ تیز چلانے کے لیے اسی چان کی ڈانٹ کے علاوہ بندے کا کچھ اور بھی تو دل کرتا ہے ہاں سننے کو، سونے کا دل تو نہیں کرتا مگر پھر بھی سو جاتے ہیں تاکہ سچ چھو فریض فریض ہو اب اگر عید کے دن آنکھیں سوجی ہوں تو سنے کپڑوں کی تو شادی خراب ہو جائے گی نا۔

☆ عید کا پہلا دن تو گھر پر ہی گزرتا ہے، صفائی وغیرہ سے فارغ ہو کر ابوی کی اور بھانجیوں کے نماز پڑھ کے آنے کے بعد عید ملتے اور پھر سب اکٹھے بیٹھ کر ملوہ پوری کا زبردست سناٹہ کرتے ہیں، ناشتے کے بعد لہا دھو کے سنے کپڑے پہن کر تیار ہوتے ہیں، سب مل کر عید کی پہچان، چٹاری جان، عید پر چاٹ کھاتے ہیں، پھر مچن میں ٹھس جاتے ہیں تاکہ لڈی ہی برائی بنائی جاسکے، مچن سے فارغ ہو کر سنے مچے میں دو تین گھروں میں جاتے ہیں، وہاں اسی کے کھانے کے ساتھ عید کے ڈرامے دیکھتے ہیں، پھر دارا احمد چار اچھٹل PTV عید کی اچھٹل شریات سے سب کو متفق کرتا ہے، فریڈ زکو کال اور ایس ایم ایس کر کے عید دوش کرتی ہوں۔ کچھلے پھر کچھوٹی کے گھر جاتے ہیں جو کہ دانگ ڈیٹیکٹس پر ہے، رات کو وہاں ہی ہوتی ہے اور یوں عید کا پہلا دن قیام ہو جاتا ہے۔ سب فریڈ ز عید کے دن بہت یاد آتی ہیں، عظیم، عاتق، صبا، صباحت، حدیقہ، حلیہ، عائشہ طارق، شبنم، دناء، مدیحہ، فاطمہ سب ہماری کالج کی پیاری فریڈ ز ہیں (اللہ ان سب کو خوش رکھے اور ہماری دوستی ہمیشہ قائم رہے آمین!) عید کا سارا مزہ تو دوسرے دن آتا ہے جب ہم باغ محلہ اپنی نانی امی کے گھر

سے انکار رہتا ہے، اکثر خواتین چاند رات کو شاپنگ کرنے جاتیں، چڑیاں خریدتیں اور مہندی لگوانی ہیں مگر ہم چاند رات کو گھر پر ہی انجوائے کرتے ہیں، ہم سنی (میں اور میری بہن امینہ) چاند نظر آتے ہی پہلے تو فوراً گھر میں سب کو دوش کر کے پھر سرفریڈ ز اور ٹیلی ممبرز کو چاند رات کے خوبصورت ایس ایم ایس کرتے ہیں، پھر صبح کے بکوان کی تیاری شروع ہو جاتی ہے، چاٹ کے لیے چنے گٹھے کے لیے رکھتے ہیں کیونکہ چاٹ کے بغیر تو عید کا مزہ ہی ادھرا ہوتا ہے، آؤ صبح ہی لگاتے ہیں کیونکہ وہ بانی چھوڑ دیتے ہیں لہذا احتیاط لازم ہے۔ پھر مچن دھو کے، دھوائی کے لیے سال بنا کے رکھ لیتے ہیں تاکہ صبح گم نام میں لٹا چٹار ہو سکے۔ ہم دونوں مل کے سو سے اور دن کی بناتے ہیں اور فریڈ کر لیتی ہیں اس کے علاوہ پھر سنے کی چٹاری اور پیاز کی چٹنی بھی رات کو ہی بنالیتے ہیں (دوست کی بچت)۔

☆ عید کے لیے سب کے کپڑے تو دن میں ہی استری کر لیتے ہیں کیونکہ سب ہی جانتے ہیں کہ ایسے مواقعوں پر ایک تو کوؤ شینڈلک عروہ پر ہوتی ہے (بھئی اب آخر تکلی نے بھی تو چاند رات کی شاپنگ سے جانا ہوتا ہے ناں) اور دوسرا رات کو جلدی میں کپڑے بدل جانے کا بھی خدشہ ہوتا ہے (اگر خدا خواست ایسا ہو جائے تو آگے کا سین تو سب کہیں جاتی ہی ہیں) سارے کام جلدی جلدی اس لیے نٹائے جاتے ہیں تاکہ جلدی فارغ ہو کر ابھی سی مہندی بھی تو لگانی ہوتی ہے ناں، میں ہمیشہ اپنے سے ہی مہندی لگوانی ہوں جو کہ میرے ہاتھوں پر ہی پینٹس کر کے پریکٹ ہو گئی ہے، وہ خود اپنے ایک ہی ہاتھ پر لگاتی ہے، مجھے مہندی لگانی نہیں آتی مگر میں اسے آخر کرتی ہوں کہ لاؤ دوسرے ہاتھ پر میں لگا دوں، مگر وہ انکار کر دیتی ہے۔

رکھوں تاکہ وہ بھی اچھی عید منا سکیں، بحیثیت مسلمان ہم سب مسلمانوں کو اپنی استقامت کے مطابق فریوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی مدد کرنی چاہیے وہ بھی اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے دیں اور بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے۔

پتا یادگار عید کی تو بچپن کی ہوتی تھیں، جب ہم چھوٹے تھے، دنیا کی مشکلات، الجھنوں و پریشانیوں سے بے خبر اپنے کھلونوں اور اپنے آپ میں گمن ہوتے تھے، نہ کسی چیز کی پریشانی نہ کوئی مسئلہ مسائل۔ عید کے روزے کپڑے پہن کے تیار ہو کے عیدی کے منتظر رہتے تھے پھر عیدی ملنے ہی باہر دکان سے چیزیں کھانے کے لیے جاتے تھے، اس وقت محلے کے بچے سب باہر دکان پر آتے تھے، باہر دکان والے ماما جی سب اچھے ماما جی ہی کہتے ہیں، پتا نہیں یہ تمام ان کا کیسے پڑا۔ ان کی دکان پر لانگک ہوتی تھی اور اونچی آواز میں گانے گیتے تھے، خوب مزہ آتا تھا۔ بچپن کا ایک فائدہ یہ ہوتا تھا کہ عیدی بڑی ملتی تھی، سب بڑے گاؤں عیدی دیتے تھے چاہے 10 روپے ہی ہوں، وہ 10 لکھی بڑے قیمتی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ”عیدی“ ہوتے تھے۔ اب تو کم کم ہی عیدی ملتی ہے اور وہ گنا بڑے ہوتے یا ہجہ سے پھولوں کو دینے والے میں نکل جاتی ہے، وہ وقت یادگار اور اچھا تھا جب ہم عیدی لینے والے تھے اب تو دینے والے ہو گئے ہیں، ملتی تو کم ہی ہے مگر خیر انہوں کی محبت، شفقت اور اپنائیت کا احساس کسی عیدی سے کم تو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یادگار عید تین سال پہلے کی ہوتی تھی جب ہماری رو چھوٹی خالائیں خالہ ٹوئین اور خالہ سدرہ بیگم ہوتی تھیں، اب تو وہ لندن ہوئی ہیں، اس وقت ثانی ای کے گھر جانا اور رہنا بہت اچھا لگتا تھا، اگرچہ کہ خالہ ٹوئین کا اور ہمارا 7 سال کا اور خالہ سدرہ کے ساتھ ہمارا 6 سال

جانتے ہیں، میری والدی خالہ بھی دوسرے دن آتی ہیں، ہائی دو خالائیں تو لندن ہوتی ہیں جو کہ بڑی شہرت سے یاد آتی ہیں، ثانی ای کے گھر جب سب کزنز اکٹھے ہوتے ہیں تو بہت مزہ آتا ہے، ہم چھ بڑے کزنز (ایم، میس، دانیال، وقاص، فوہل اور مارے) ہم سب اپنے سب بڑوں اور چھوٹے کزنز سے چپ کر گول گپے منگواتے ہیں چپ کے اس لیے کہ اگر بڑوں کو پتا چلا تو ڈانٹ پڑے گی اور اگر چھوٹوں کو پتا چلا تو اچھے بھی دینا پڑے گا اور گول گپے کھا کے ان کی طبیعت کبڑی تو ڈانٹ بھی ملے گی لہذا خفیہ طریقے سے کسی خفیہ جگہ جھڑ کر باتیں کرتے ہوئے گول گپے خوش فرماتے جاتے ہیں۔ دونوں ممانیاں مزے مزے کی فزیشن بناتی ہیں، پھر سب ڈانگنگ ٹیبل پر مل بیٹھ کے کھاتے ہیں، بعد میں چائے سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ تیسرا دن گھر ہی گزرتا ہے، کوئی نہ کوئی مہمان آ جاتا ہے، پھر کھانے کے ساتھ PTV پر جو عید کی انٹرش نشریات میں فلم لگائی جاتی ہے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں، تیسرے دن کی رات تک تمام چائے کا صفایا کر دیتے ہیں، ہم تو چائے کو بالکل بھی انتظار نہیں کرواتے بری بات ہے نا۔

ہذا آہم م... سامی بھی تو ایسا کوئی بھی نہیں ہے، میں اپنی مٹی، ایلو مٹی، امی جی، بہنوں اور بھائیوں کو دیکھ کر ہی بہت خوش ہوتی ہوں، یہ سب رشتے میرے بہت پیارے رشتے ہیں ان ہی کے دم سے ساری خوشیاں اور رونقیں ہیں، اللہ ان سب کو ہمیشہ خوش اور ہم سب کو ہمیشہ ایک ساتھ رکھے (آمین)

ہذا غربا اور مساکین کو بھی پورا حق ہے کہ وہ زندگی کی لذتوں اور خوشیوں کو انجوائے کریں اور مسکرائیں، میں بھی حتی الامکان کوشش کرتی ہوں کہ عید کی خوشیوں میں مساکین اور غرباء کو بھی یاد

چکن 2 کلو (ایک اینڈ تھائی)

پیاز 1 کلو

آلو 1 کلو

دہی ڈبہ 2 کلو

بلدی 1 ٹیچ

ٹمک حسب ذائقہ

سوکھا دھنیا 2 ٹیچ

ٹماٹر چار عدد

ہری مرچیں 6 عدد

اورک بسن پیسٹ 2 ٹیچ

سرخ مرچ 3 ٹیچ

ذیرہ ایک ٹیچ

تیل حسب ضرورت

ترکیب:

پیاز کو گھا کر میٹھ کر لیں، ایک دہیچی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر لائٹ براؤن کر لیں، پھر اس میں چکن، اورک بسن پیسٹ، ذیرہ ڈال کر پکھو، بریک اچھی طرح جوئیں، اس کے بعد ٹماٹر، ہری مرچیں، سرخ مرچیں، سوکھا دھنیا اور بلدی ڈال کر مسالہ جوئیں اور آخر میں دہی شامل کر کے چکن کٹے تک پکائیں، حسب ذائقہ کاپانی سوکھا جائے تو مسالہ تیار ہوگا۔ آلوؤں کو گھونڈ کی شکل میں کات کر فرانی کر لیں، اسے جوئے چاولوں کے ساتھ چکن کے مسالے اور فرانی آلوؤں کی تہ لگائیں۔ آخر میں دھنیا اور براؤن کیا ہوا پیاز چھڑک کر گرم چکن بریانی تیار ہے، خود بھی کھائیں اور عید کے مہمانوں کو بھی کھلائیں۔

☆ مہنگائی کا تو پوچھیں ہی مت، بندہ کچھ بھی لینے سے پہلے دس بار سوچتا ہے، ہر چیز کی قیمت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ چیزوں کی قیمتیں دن بدن گری کی طرح بڑھتی ہی جا رہی ہیں، ایسے میں عید کی سچی خوشیاں حاصل کرنا ہے

کا مگر کافرق ہے مگر تھکی برابری کے باعث یہ فرق کبھی محسوس ہی نہیں ہوا۔ لیکن سے ان کا ہمارے ساتھ رو بہ بڑی بہنوں اور سہیلیوں جیسا تھا، ہم دونوں جب بھی رہنے جاتے، ان ہی کے کپڑے پہنتے، وہ دور بہت اچھا اور عید میں یادگار ہوتی تھیں، پھر ان کی شادیاں ہو گئیں اور دونوں انہی لندن چلی گئیں، اب تو ماشاء اللہ دونوں کے دو بچے ہیں، ان کے ساتھ گزاری ہماری سب ہی عید میں یادگار اور مٹھی نہ بھولنے والی ہیں، ہم انہیں ہر موقع پر بہت یاد کرتے ہیں۔

☆ کیونکہ مجھے روادار اچھٹ بننے زیادہ نام نہیں ہوا، اس لیے ابھی تک تھوڑے ہی پچھلے رسالے بن رہے ہیں، لیکن ایک بات ہے کہ وہاں اب تک میں نے کتنی رائٹرز کو پڑھا ہے سب ہی ماشاء اللہ بہت اچھا لکھتی ہیں، اور میں جن سے کہہ سکتی ہوں کہ عید کے حوالے سے شامل ہونے والی کہانیاں سب ہی عمدہ اور قابل تحریف ہوں گی اور کسی ایک کی تحریف کرنا تو بڑی شام ہوگی، کیونکہ سب ہی رائٹرز محنت، لگن اور شوق سے لکھتی ہیں، انشاء اللہ موقع ملے گا تو جلد از جلد پچھلے شماروں سے بھی مستفید ہوں گی۔

☆ عید پر تو لازمی ڈش چاٹ ہوتی ہے حیدرآباد جٹ بننا چٹا چاٹ، جس کے بغیر عید عید نہیں لگتی، لیکن ہمارے گھر اکثر عید پر بریانی بنائی جاتی ہے اور وہ بھی اہل خانہ کی بڑ ورفرائش پر، عام دنوں میں چاٹ کھانا اور بریانی کھانا تو الگ بات ہے مگر روزوں میں افطاری پر چاٹ اور عید والے روز بریانی کا تو انتہائی حزمہ ہے۔ ہم بھی بڑے شوق سے بریانی کھاتے ہیں اور اپنی بریانی کو آپ سب سے بھی شیئر کرنا چاہتے ہیں۔

چکن بریانی

اشیاء:

پسند آئے اس میں تو بالکل بھی بڑا سازگار ہی نہیں،
ایسے میں دکھنداروں کے چلنے کے "اس سے بڑا
سازگار تو آتی نہیں۔" دل میں آگ لگا دیتے ہیں،
(بڑی بے عزتی مل ہوتی ہے کہ میرا پاؤں اتکا بڑا
ہے؟) پہلے اسکول کالج کے بیٹوں میں بھی جیسا
مسٹر پڑتا تھا، وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ سال ہونے والا
ہے بیٹوں سے جان چھٹے۔ مگر جو توں کے لیے تو
ابھی بھی خوار ہونا پڑتا ہے۔ دکھانوں میں اوجھلا چھٹے
مگر چھوٹے ساز کے جو تے دیکھو کچھ کھٹے کا پارہ
آسان کچھ ہونے لگتا ہے، مایوس و نامید ہو جاتی
ہیں۔ اب مشکل کہیں اپنے ساز میں کامل قبول اور
بھی خوش قسمتی سے اچھا ذرا سن مل جاتا ہے
(ایسے سوچ کر دل سے دعا لگتی ہے کہ کسی کا پاؤں
اتکا نہ ہو) کیونکہ جس پر تپتی ہے وہی جانتا ہے
بڑے پاؤں کا حال۔

☆☆☆

حد مشکل محسوس ہوتا ہے، کم آمدنی والے لوگ تو چھر عید اچھی گزار ہی لیتے ہیں لیکن غریب اور ضرورت مندوں کے لیے یہ مہنگائی تو عید کی خوشیوں کی راہ میں حائل بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ہاں مگر عید کے دن دوست و رشتے داروں اور قریبیوں کا ساتھ بھی خوشیوں کے حصول کی جھونپی کا دھڑ بٹ ہے۔

بڑا بھری پیادری بھلی میں بھرے پیارے سے الہ
جی، امی جی، میری 2 بہنیں اور دو بھائی ہیں، ایک
بھین ایندھ سے سال بڑی ہے، میں دوسرے نمبر
پر ہوں پھر دونوں بھائی، دو بھائی اور دو بہن اور سب
سے آخر میں چھوٹی، سب کی لاڈلی 6 سال کی
میرہ۔ ہم سب کی جان بچا ہے ہمارے
خوشحورت سے آشیانے میں رات ہے، میں ایم
اے اردو کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ شاہجہاں کی جہاں تک
بات ہے تو بچپن میں تو ریڈی میڈ کپڑے لیتے ہی
رہتے تھے، لیکن امی بھی خود کپتی تھیں اور سب اکٹھے
بھی ریڈی میڈ ہی سمجھتے تھے، اب ہم اپنے کپڑے
خود دیزائن کرتے ہیں، ایک جیسے کپڑے لیتے ہیں
میں، امی اور ایندھ اور جب ہم دونوں کپڑوں کے
ڈیزائن سوچتے پختہ ہیں تو امی کہتی ہیں "بس چند گنی
ہیں سر جوڑ کر دونوں، اب کچھ سیپا پائی ڈالیں گی۔"

چڑیاں پہنے کا شوق ہے اور ہم دونوں Hand Made کڑے بھی بناتے ہیں، اپنے درمیان سے بچنگ کر کے کڑے اور چڑیاں ڈیزائن کرتے ہیں، مجھے بالیاں اور رنگز پہنے کا بھی بہت شوق ہے البتہ ہار وغیرہ کچھ پسند نہیں۔ جوتوں کی کیا سٹاؤں کے بڑی دیکھ بھری داستان ہے، مابدولت کا پاؤں کا سائز کچھ بڑا ہے جوتوں کا سائز 11 ہے جو کہ بازار میں شاندار داری اچھے ڈیزائن میں دستیاب ہوتا ہے اور یہ کنگزرم بات ہے کہ جو جوتا

نہایت دلچسپ اور نیا ڈانگ مسٹ کی طرف سے
 ۱۹۶۸ء کے لیے نئی صورت پیش
 چکی ہوئی آرٹ میز
 قیمت ۱۵۰ روپے
 صالحہ محمود

چکی کلیاں آنگر کی
 قیمت ۵۰۰ روپے
 صالحہ محمود

تم میرے کہو
 قیمت ۵۰۰ روپے
 صالحہ محمود

شکاف
 پریل کم بک پورٹ اردو بازار کراچی

دوستوں کے لیے بیٹے

ایک نئی امید پر ہے کیا موقوف ایسی امیدیں ہزاروں کی ہیں آپ
عاصد رشید..... فیصل آباد

صالی آبادی کے نام

جو سب سے اونچا ستارہ ہو میں تھو کو ہی رجب سے دوں
میں بھول مہدیّت کے جن کراس بار تھے تھو سے دوں
میری سویت اینڈ کیوٹ صالی آبادی امیری طرف
سے آپ کو عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں، آپ کو
اور آپ کے گھر والوں کو دلی عید مبارک قبول ہو۔
میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایسی ہزار امیدیں
دیکھنا نصیب فرمائے اور میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے
کہ وہ آپ کو صحت و خوشحالی عطا کرے اور آپ سدا
یوں ہی مسکراتی رہیں اور زمانے کی خوشیاں کشید کرتی
رہیں (آمین!)

عائید نیازی..... رویہ

نوشین دٹر کے نام

اے دوست مبارک بھر وقت عید آیا
صاحت خمی کی آئی روز سعید آیا
میر افضل..... سرگودھا

شاہدات کے نام

یوں ہے آج آپ پہ لطف و کرم کی بارش
کے بارگاہ الہی سے آج آپ کی کوئی دعا رد نہ ہو
میری طرف سے تمہیں اور تمہاری پوری فیملی کو
عید کی خوشیاں مبارک ہوں، خدا کرے کہ تم یوں ہی
خوشی مسکراتی رہو، اور سدا خوش آباد رہو (آمین!)

دھنک تار..... کراچی

صالی آبادی کے نام

ڈیڑ صالی آبادی

روا فریڈز کے نام

آداب! سب سے پہلے قلم کارین روا کو
سلام۔ عائید نیازی، عاصد رشید، نوشین دٹر، صابر
میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، آپ سب کے
انتخاب اور پیغام پڑھ کر مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور میرا
پیغام پڑھتے ہی جواب ضرور دیکھیں گے۔

امیر حیدر..... اسلام آباد

خصوصاً کچھ دعائیں اور چند بات اپنی ماں کے لیے

جنت کی تلاش میں مجھ سے بھٹکتا اس کے قدموں
تھے، بہت کچھ پالنے کی کتنی بھر بہت کچھ حاصل بھی
کر لوں تب بھی ان چند فتنوں سے اس اذیت، کا
ازلا نہیں جسے سہہ کر اس ہستی نے دینا ہے، خدا کرے
کہ دایا، آج بے فکر اپنے بچوں پر چل کر وہی سے
لو سکتی ہوں مگر ان بچوں کے چھالوں، کا قرض نہیں
چکا سکتی جو میری زندگی کو پروان، چڑھانے کو بے درد
دنیا کے پتے صحرا میں مجھے، گود میں بھر کر نکلے پاؤں
چلی میری ماں۔

(آئی کوئی امی! ہم سب بہن بھائیوں کی طرف سے)

فرخ ناز محمد علی..... کراچی

بیاری سکیل کے نام

بیاری دوست سکیل! آپ کو روزوں کی مبارکباد
اور ساتھ ہی عید کی ڈیڑ صوں خوشیاں بھی مبارک ہوں،
عید کی خوشیوں میں ہم دوستوں کو نہ بھول جانا، آپ
کی یہ دوست بھی آپ کو بھی فراموش نہیں کرے گی اور
ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ آپ کے نام اور پوری روا فیملی
کے نام۔

زندگی کی بھار دیکھیں آپ جیٹ لیل دنہار دیکھیں آپ

گئی ہو تو سوری اکاں نہیں چکڑکتی، ایک ہاتھ میں قلم
اور دوسرے میں تمہاری تصویر جو نہار رہی ہوں اس
لیے کچھ برا لگا تو سوری نہیں کیونکہ بہنوں میں سوری جو
نہیں ہوتا۔ چنگو ابا ابا ابا! اب ایک پیاری سی دعا سے
اجازت!

بیو دعا تمہارے نام

دعا ہے.....!
اس پل سے اس پل تک
صبح سے شام تک
دن سے رات تک
کل سے آج تک
پھر سے آوار تک
جنوری سے لے کر دسمبر تک
نیند سے خواب تک
زمین سے آسمان تک
اس کنارے سے اس کنارے تک
جہاں سے وہاں تک
جانک سے بھونج تک
م سے خوشی تک
مشرق سے مغرب تک
دل سے دل تک
کلی سے گلاب تک
زندگی کے پہلے دن سے زندگی کے آخری دن تک
تم ہمیشہ خوش رہو
غم کا کوئی لمحہ تمہارے قریب نہ ہو
اور تمہاری آنکھ کی نمی نہ ہو
اور یوں ہی ہر پل ساتھ ہم تم ہوں (آمین!)

افشائ علی..... کراچی

فضا ڈول کے نام

میری پیاری، جہاں سے بڑھ کر میری رابھکاری،
راجہ دلاوری بنیا رانی، میری فضا شیرازی، رب المعرت
تجھیں صحت، مجددی، زندگی دے، تم باشا، اللہ 2 سال

میں نے چاہا کہ تجھے میرے پر کچھ پیش کروں
جس میں تاجندہ ستاروں کی چمک شامل ہو
جس میں گزروے ہوئے لحات کی تصویریں ہوں
جس میں انجان جذبوں کی مہک شامل ہو
سیدہ حباب سچ..... کراچی

میری پیاری اگلوئی بہن کے نام

ہائے میری پیاری سی سوتلی سوتلی بہن! ایسی ہے؟
ارے کیا ہوا؟ اتنی حیران و پریشان سی آنکھیں،
مسکرائشیں..... Don't Worry، اگر میں اپنے
قلم سے بہت کچھ لکھ سکتی ہوں تو اس کا رخ تمہاری
جانب بھی موڑ سکتی ہوں۔

یارا کراچی کب آؤ گی i miss u alot
چاہے موبائل پر کھٹکوں بات ہو جائے پر وہ بہنوں کی
باتیں بھی ختم نہیں ہوتیں، جو حواسناٹے چھوڑ کر
مستیاں کرنے، تفرقہ کرتے، مزے خربے سے
چیزیں کھاتے ہاتھیں کرنے میں ہے وہ موبائل سے
بات کرنے میں کہاں؟ اس لیے جلدی سے کراچی
آ جاؤ کیونکہ تمہارے بغیر سب سونا سونا سا ہے اور
سب ادھورا بھی جیسے فریج فراز کچپ کے بغیر، بزرگ
کولڈ ڈرنک کے بغیر، کول کے کھٹائی کے بغیر، دال
اجار کے بغیر اور..... (ارے کیا ہوا؟ منہ میں پانی
آ گیا، چلو کوئی نہیں کراچی آ جاؤ میں نے سب بنا بنا
کے منہ میں ٹھونسا ہے)، ویسے یہ زیادہ ہو گیا، چلو پھر
تھوڑا کم ہی سے کام چلاؤ (جنوری ابا ابا) سب کچھ
یوں ہی ادھورا ہے جیسے آسیر کے بغیر افشائ اور افشائ
کے بغیر آسیر کھانے پینے کی شوقین (وہ بھی صرف
میرے ہاتھ کے بنے کھانے) مستی کی دکان، فنی کا
طوفان کب سے جھکی حیران I lov you & i miss u!

miss u! میں بہت بے مہربانی سے انتظار کر رہی
ہوں سو پلیز جلدی آنے کا کردہ تمہارے پی۔ اے
کے بچے نہ ہونے والے ہیں، اس کے لیے بہت ساری
دعا کریں اور Best Wishes۔ کوئی بات بری

کی عمر میں مکمل ہو گئے ہیں۔ باتیں کرتی ہو، نما کو تنگ بھی بہت کرتی ہو، بس تم میری زندگی، میری جان ہو۔

وہ انور رضوان..... کراچی

جیاناٹاری اور اقصیٰ آفریدی کے نام

کچھ لوگوں کی ہماری زندگی میں اچانک آخری ہوتی ہے، مگر جب ہم ان سے بات کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان سے صدیوں کی رفاقت ہے، ان سے ہمارے دل کا رشتہ ایسا جڑ جاتا ہے جیسے ہم انھیں روز اول سے جانتے ہوں، دل ان پر خود بخود بھروسہ کرنے لگتا ہے، آہستہ آہستہ ہمارا دل ان سے ایسا مضبوط رشتہ جڑ جاتا ہے جو ہماری زندگی میں کسی طرح سے موجود لوگوں سے نہیں جڑ پاتا، جیسا آپ کی اور اقصیٰ آفریدی کے لیے وہ میرا ہیں جنھوں نے میری زندگی کو اپنی چمک سے روشن کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمارا ساتھ اس طرح قائم رہے کہ ہم ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں۔

دانیال آفریدی..... کراچی

اے بادشاہ گریز اگر تیرا گھر ہو

بادشاہ گریز اگر تیرا گھر ہو اس شہر کی اس گلی سے جہاں میرے پیاروں کا میرا ہے فضا ہے کراچی میں سانس لیتی میری ماں کی آغوشِ فردوس کو میرا سلام مید کرتا، شہر خوشیاں میں آرام فرما میرے پیارے ابو جی، ان کے ساتھ منائی عیدوں کی میٹھی یادیں دل میں جگاتے کوئی عید گزرتا ہے، منانا نہیں ابھی کہتا۔

میرے دل عزیز بھائیوں، میری دیکھ بہنوں، سبکیں ماں بھائیوں کو میرا پیغام عید دینا کہ عید ان کا خیال لاتی ہے، میرے چاند محل، اسد، محمد عمر، حبیب احمد، میری چاندنی ماہ نور، حفصہ، امین، ادریس، وجہ، منیبہ کو میری دعا میں بطور عید دینا۔ اے بادشاہ گریز اگر تیرا گھر ہو میرے پیاروں کی بہتی سدا سلامت رہے۔

فریدہ فرید، سعید علی..... پانچتھن

دوست کے نام

اے اللہ تجھ سے ہے پاک دعا

وہنا تجھ کو ہدایت

کرو دنیا میرے دل کو ایماں سے روشن

چلا دینا تجھ کو سیدگی راہ پر

کروں اپنے بڑوں کی عزت

دیکھوں چھوٹوں سے پیار اور رحم

اے اللہ یہ دعا مانگی میں نے تجھ سے

کرو دنیا ان کو قبول میرے حق میں

اور جو مجھ سے اس دعا کو

مانگ لے وہ بھی اس دعا کو اپنے رب سے (آمین)

عائش آفریدی..... کراچی

میرے بھیلے زرخاں کے نام

اگر تم زندگی میں کسی کو اتنا چاہو اور وہ تمھیں نہ چاہیں تو یہ زندگی، زندگی ٹھیک رہتی ہے بلکہ ایک دیرانِ قبرستان بن جاتی ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ جو لوگ تم کو اتنا چاہتے ہیں ان کی چاہت بھو، اور ان کی قدر کرو، یہ کہ ان کو آزمائشوں میں ڈالو، کیا پتہ کلاں کو آپ کی کیا آزمائشیں ہیں جاؤ، اس لیے ہمیشہ سے اپنے لوگوں کی قدر کرنا سیکھو۔

عائش آفریدی..... کراچی

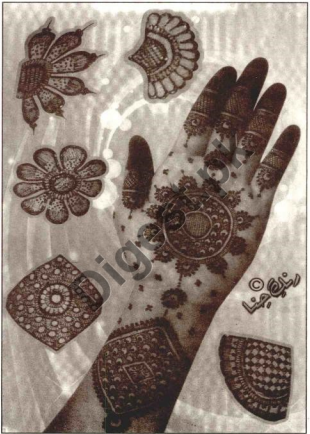
وہ جو دل کے کھینک ہیں ان کے نام

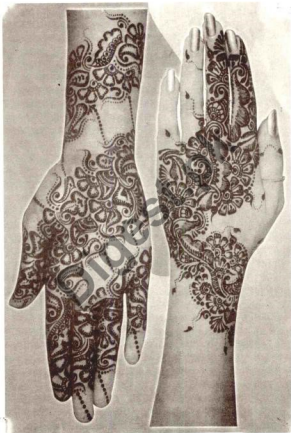
میری روح کے مسافر اور میرے دل کے کھینک سارے جہاں کی تمام تر خوشیاں، کامیابیاں آپ کے نام اور میری دعا ہے کہ آپ یوں ہی جیتے سگڑاتے رہیں اور گرم ہوا بھی آپ کو کبھی نہ چھو پائے، مجھے پتہ ہے آپ کو حیرت ہوگی روا میں اپنے نام پر پیغام دلچیز کر مانی ڈارلنگ مسیٹر انگریز کی ہے کہ آپ کے سنگ زندگی کا یہ سفر جس تیرا اور آسان تر ہو گیا ہے اور میرا دل آپ کی محبت کو پانچ خوشیوں سے بھر گیا ہے۔

نورا عین..... کراچی

☆.....☆.....☆

مہندی کے ڈیزائن





شریاقبال



چکن سموسہ

اجزاء:-

چکن کا تھیرہ

200 گرام

ایک عدد (باریک چوب کر لیں)

پیاز

ہری مرچ

حسب ذائقہ (باریک کتر لیں)

چائیکل پاؤڈر

ایک چمکی

پسی ہوئی پٹنی

ایک چمکی

ہرا دھنیا

آدھی گڈی (باریک کتر لیں)

آئل

تھپکے لے

سموسہ پٹیاں

12 سے 15 عدد

لہسن پیسٹ

ایک کھانے کا چمچ

سرخ مرچ پاؤڈر

ایک چائے کا چمچ

کالی مرچ

حسب ذائقہ

نمک

حسب ذائقہ

ترکیب:-

ایک کڑا ہی میں ایک کھانے کا چمچ آئل ڈال کر اس میں لہسن کا پیسٹ شامل کریں اور چلائیں۔ آجے درمیانی دھمکیں، پھر چکن کا تھیرہ بھی شامل کریں اور چچہ چلائی رہیں۔ اب باقی تمام مصالحہ جات یعنی نمک، کالی مرچ، سرخ مرچ پاؤڈر، چائیکل اور پسی ہوئی پٹنی ڈال کر مکس کریں اور چکن مٹی جانے تک پکائیں۔ پھر اتار کر خنڈا کر لیں۔ اب اس آئینے میں باریک کتری ہوئی پیاز، ہری مرچیں اور ہرا دھنیا

ملائیں۔ سموسوں میں بھرنے کا آمیزہ تیار ہے۔ سموسے کی ایک پٹی لے کر اس پر بقدر ضرورت آمیزہ رکھیں اور اسے سموسے کی شکل میں لپیٹ لیں۔ اسی طرح ایک ایک کر کے تمام سموسے بھر لیں۔ پھر کڑا ہی میں تیل گرم کر کے سموسوں کو ڈیپ فرائی کر لیں۔

اظہار بردہ کی پٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

مکھی مشنی جات

اجزاء:-

چنے (لے ہوئے)

آدھا کلو

آلو (لے ہوئے)

2 عدد

آدھی گڈی

پیاز

2 عدد

آدھی گڈی

آدھا چائے کا چمچ

2 کھانے کے چمچے

ایک کپ

ایک چائے کا چمچ

ایک کھانے کا چمچ

2 چائے کے چمچے

آدھا چائے کا چمچ

دھن کی پٹنی کے لیے اجزاء:

دھن

ہری مرچ

پالی

ہرا دھنیا

نمک

پودینہ

مٹی کی پٹنی کے لیے اجزاء:

مٹی کا رس

زیرہ

گڑ

لال مرچ (کٹی ہوئی)

نمک

ترکیب:-

سب سے پہلے دہی کی چٹنی بنانے کے لیے لینڈر میں دہی، ہری مرچ، ہر اودھیا، پودینہ، نمک اور پانی ڈال کر اچھی طرح چیں لیں۔ اب چٹنی کو ایک پیالے میں نکال کر رکھ لیں۔ اگلی کی چٹنی بنانے کے لیے ایک سوں چینی میں اٹلی کا رس، زیرہ، لال مرچ، نمک، ایک کپ پانی ڈال کر پکائیں۔ قدرے گاڑھی ہونے پر اس میں اور پیالے میں نکال لیں۔ چائ پر ڈالنے کا مسالہ تیار کرنے کے لیے تو سے پر گول مرچیں، اجرائن، زیرہ، سونف اور عایت و ضیا بھون لیں۔ پھر نمک اور ٹاٹری شامل کر کے مونا مونا کوٹ لیں۔ ابلے ہوئے آلوؤں کو کچھ کی شکل میں کاٹ لیں۔ ایک سرہنگ چلیٹ میں ابلے تے اور آلوئیں کر کے رکھیں۔ اوپر سے اٹلی کی چٹنی اور دہی کی چٹنی ڈالیں، پھر اس میں پیاز اور پودینہ ڈال کر تیار کیا جوا چائ مسالہ اوپر سے چھڑک دیں۔ انظار کے لیے مزید رکھنی چٹنی چائ تیار ہے۔

چٹنی پر پانی

اجزاء:-

ایک پیالی (بھجان لیں)
50 گرام (چٹل لیں)
50 گرام (چٹل لیں)
ایک پیالی
آدھی پیالی (باریک چیں لیں)

میدہ
بادام
پستے
کوکونٹ پاؤڈر
چٹنی

آدھی پیالی
50 گرام
ایک چم چٹائی جانے کا چھچھ
ایک چٹلی
4 کھانے کے چمچے
حسب ضرورت

کوکونٹ نمک پاؤڈر
نمک
نیکلک سوڈا
نمک
تیل
پانی
ترکیب:-

ایک پیالے میں نمک، سوڈا اور کھانے کے چمچے تیل اور پانی ڈال کر آٹا گوند میں پھر ڈھانک کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ ایک سوں چینی میں دو کھانے کے چمچے تیل، کوکونٹ پاؤڈر، چٹنی، کوکونٹ نمک پاؤڈر، نمک، بادام، پستے اور لہسی ہوئی چٹنی ملا کر چند منٹ پکائیں اور پھر چھلکا بند کر دیں۔ گوند سے ہونے آٹے کے چھوٹے چھوٹے تیار بنا کر نکالیں۔ ان کے درمیان ایک کھانے کا چمچ تیار شدہ آمیزہ رکھ کر چاروں طرف سے بند کر کے پوٹی بنالیں۔ تیل گرم کر کے یہ پوٹی خاموشی پر پریاں سنہری ہونے تک جل لیں۔

آٹا چٹل شربت

اجزاء:-

250 ملی لیٹر
دودھ
حکم مالٹا
ڈرائی فروٹس
لال شربت
برف

حکم مالٹا کو کئی گھنٹوں کے لیے پانی میں بھگو دیں، یہاں تک کہ یہ اچھی طرح پھول جائے۔ شربت تیار کرنے کے لیے لینڈر میں برف، دودھ اور ڈرائی فروٹس کو اچھی طرح چیں لیں۔ اس کے بعد حکم مالٹا شامل کر دیں اور گلاسوں میں نکال کر سرو کریں۔ اسی ترکیب سے اجزاء کی مقدار بڑھاتے ہوئے بھنا چاہے شربت تیار کر سکتی ہیں۔ چاہیں تو اس میں حسب مذاق پانی بھی ملا یا جاسکتا ہے اور مخاس بڑھانے کے لیے چٹنی یا شہد بھی ملا سکتی ہیں۔ انظار کے لیے یہ شربت بھرتی ہے کیونکہ اس کی تاثیر انتہائی فرحت بخش ہوتی ہے۔

مزیدار پکوریوں

اجزاء:-

تھیلی پر رکھ کر اسے چھنا کریں اور اس میں تھے اور
آلو کی فٹنگ بھر کر پھور یاں بنالیں۔ ٹانگ ٹرے میں
تیل لگا کر اسے چھنا کریں اور تیار کی ہوئی پھوریوں کو
اس میں رکھ کر اس کے اوپر پھینکے ہوئے اٹھارے کی
برش کی مدد سے ٹانگ کریں۔ ٹانگ ٹرے کو پہلے
سے گرم ادون میں 180 ڈگری پر رکھ کر 35 منٹ
تیک کریں۔ لہذا قیر اور آلو کی پھور یاں تیار ہیں۔
اظہار میں گرما گرم نوش کریں۔

ذیل روٹی اور تھے کے کباب

اجزاء:-

ایک کلو	قیر (باریک)
4 عدد	ذیل روٹی کے سٹائن
4 کھانے کے چمچے	سویا سوی
ایک کھانے کا چمچ	سرکہ
ایک چائے کا چمچ	کالی مرچ (تھکی ہوئی)
حسب ضرورت	ہر اوصاف (باریک کٹر ہوا)
4 عدد	برقی مرچ (باریک کتری ہوئی)
ایک کھانے کا چمچ	کارن غور
ایک عدد	اظہار
حسب ضرورت	ٹھک
تیل کے لیے	تیل

ترکیب:-

ایک پیالے میں قیر، سویا سوی، کارن غور،
اظہار، سرکہ اور سٹائن چھڑا کر کے ملائیں۔ ان تمام
اجزاء کو اچھی طرح سے گوندھ کر باقی مسالے بھی
شامل کر دیں اور چھرو منٹ کے لیے رکھ دیں۔ ایک
کڑی میں تیل گرم کریں اور پھر ہاتھ کو گیلا کر کے
چھوٹے چھوٹے کباب بنا کر بالکل آجے پر فرائی

آدھا کلو
ایک پیالی (اگلے ہوئے)
ایک عدد (چمپ کی ہوئی)
کھانے کا آدھا چمچ
حسب ذائقہ
ایک عدد
کھانے کے دو چمچے
(چمپ کیا ہوا)
ایک عدد (چھینٹ لیں)
کھانے کے دو چمچے
چار پیالی
ایک چمچ تھکی پیالی
ایک پیالی
چائے کے دو چمچے
چائے کا ایک چمچ
2 عدد

قیر
آلو
پیاز
سیاہ مرچ پاؤڈر
ٹھک
چکن کیوب
ہر اوصاف
اظہار
تیل
میدہ
کھن
دودھ
خیر
ٹھک
اٹھارے
ترکیب:-

ایک پیالے میں میدہ، کھن، دودھ، خیر، ٹھک
اور دو عدد اٹھارے ڈال کر اسے خوب اچھی طرح
گوندھیں۔ اس آمیزے کو دو گھنٹے تک خیر اٹھنے کے
لیے رکھ دیں۔
فلنگ کے لیے:

ایک تان اسٹک فراٹک چین میں درمیانی آجے پر
تیل گرم کریں۔ پیاز اور قیر ڈال کر فرائی کریں۔ سیاہ
مرچ پاؤڈر، ٹھک، چکن کیوب اور ہر اوصاف ڈال کر
چمپے چلائیں۔ تھے کے گل جانے تک پکائیں پھر اس
میں اگلے ہوئے آلو اور دودھ ڈال کر کس کریں۔
پھوریوں کے لیے:

تیار کیے ہوئے آمیزے کے چھوٹے بڑے کو

کر لیں۔ جب گوشتن براؤن ہو جائیں تو نکال کر پیچہ پر رکھ دیں۔ حریر اور کھاپ تیار ہیں۔ حسب پسند سوس یا پشٹی کے امراء نوش فرمائیں۔

شاعی شیر خوردہ

اجزاء:-

سویاں	ایک باؤ
دودھ	ایک گلو
تھی	آدھا باؤ
پشٹی	حسب ذائقہ
کھویا	ایک کپ
فریش کریم یا بالائی	ایک کپ
چاندی کے ورق	تھوڑے سے
بادام	کٹے ہوئے آدھا کپ
پستہ	کٹے ہوئے آدھا کپ
اخروٹ	کٹے ہوئے آدھا کپ
سکشش اور ناریل	پہلا ہوا آدھا کپ
ہیز الائیچی	6 عدد
لوہک	3 عدد
کیڑوہ	چند قطرے
شہد	دو لٹھ بڑا گچ

ترکیب:- دہنی میں تھی گرم کریں اس میں ہیز الائیچی اور لوہک ڈال کر کڑوا کر لیں۔ اس میں سویاں چدا کر کے ڈالیں اور بادامی رنگ ہونے تک بھوئیں۔ دودھ کو الگ دہنی میں ڈال کر بالیں اور پھر آج بکلی کر دیں اور پکائیں پھر اس میں تھی سمیت سویاں ڈال دیں۔ بکلی آج پر پکائیں اور چھ چلاتی رہیں۔ یعنی اور شہد کو ایک گلاس پانی میں الگ دہنی میں ابھی طرح پکائیں، 10 منٹ تیز آج پر پکانے کے بعد اس شیرے کو سویوں میں ڈال دیں اور مکس کریں۔ آج

بہت بکلی رکھیں، اب کریم یا بالائی کو ایک باؤل میں ڈال کر اچھی طرح پیسٹ لیں اب اس میں کھویا بھی ڈال دیں اور اس کو پیسٹ لیں۔ (سویوں میں گچہ جلاتے رہیں) اور اس کو سویوں میں ڈال کر ملا لیں۔ اس کے ساتھ اخروٹ، پستہ، ناریل یا ہوا ڈال کر 5 منٹ دم پر پکائیں۔ آخر میں کیڑوہ ڈال کر چاہا بند کر دیں۔ ڈش میں نکال کر ان پر چاندی کا ورق لگا دینے، بادام اور پستے کی ہوائیاں چھڑک دیں۔ جی تو جناب عید کے دن حریر اور شاعی شیر خوردہ تیار کریں۔

اڑے کا طوطہ

اجزاء:-

اڑے	12 عدد
پھیکا کھویا	3 پاؤ
پھولی الائیچی	8 عدد
پشٹی	2 پیالی
تیل	2 پیالی
پشٹی	ایک چائے کا چمچ
سب سے بادام پستے	حسب ضرورت

ترکیب:- پہلے 8 عدد پھولی الائیچیوں کو 1 چائے کا گچہ پشٹی کے ساتھ ملا کر بھین لیں۔ اب 12 عدد اڑے، 3 پاؤ پھیکا کھویا، 2 پیالی پشٹی، 2 پیالی تیل اور الائیچی کر حلالی میں پکائیں جب وہ خشک ہونے لگے تو جلدی جلدی چھ چلاتے ہوئے بھونا شروع کر دیں۔ جب تیل الگ ہونے لگے اور طوطہ دانے دار ہونے لگے تو وہ تیار ہے۔ اس کے بعد ایک حلالی میں ذرا سی پھکانی لگا کر طوطہ پھیلا لیں اور اوپر سے حسب ضرورت ابلے بادام پستے ڈال کر مرو کر دیں۔

☆.....☆.....☆

سنگیہار

میک اپ کی دو جزئیات ہیں ہائی لائٹنگ اور کنٹورنگ ہائی لائٹنگ میں ہلکے رنگوں کے ذریعے آپ کے اچھے خدوخال کو نمایاں کیا جاتا ہے (ہلکے رنگ روشنی کو منعکس کرتے ہیں اس طرح خدوخال زیادہ واضح ہوتے ہیں) ہلکے رنگ کے باؤڈر کو اچھے پر لگانے پھر تاک اس کے بعد گالوں اور ٹھوڑی پر۔

کنٹورنگ میں گہرے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ خدوخال چھوٹے لگیں اور ایسے رنگ ہوں جو روشنی کو جذب نہ کریں۔ اس سلسلے میں جو باؤڈر کے گہرے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں وہ جلد کی بھت کے لحاظ سے منتخب کیے جاتے ہیں باؤڈر کو چہرے گال اور ٹھوڑی کے نیچے کی جانب لگائیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے چہرے کا کوئی حصہ واضح نہ ہو تو اس جگہ کو گہرے رنگ سے شیڈ دیں اور اگر کسی خدوخال کو واضح کرنا چاہتے ہیں تو ہلکے رنگوں کو استعمال کریں۔

ان دونوں مرحلوں میں فینڈنگ سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہائی لائٹ آپ ہائی لائٹ کریں یا کنٹورنگ اس کا نتیجہ حیرت انگیز نکلتا ہے۔ ماہرین ہر دفعہ چہرے کو کنٹورنگ کرنے کا مشورہ نہیں دیتے یہ عملی طور پر ممکن نہیں کیونکہ لوگ عام طور پر جانتے ہیں کہ آپ کون سا میک اپ استعمال کر رہی ہیں۔ اس طرح کا میک اپ خاص طور پر شام کی تقریبات کے لیے بہترین رہتا ہے۔

میک اپ کرنے کا طریقہ
ایسا غلط نہیں لیکن جو آپ کے چہرے کی رنگت کی

چہرے پر لازمی ایسے اثرات نمودار ہوتے ہیں جو آپ کو ناپسند ہوتے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں کہ آپ کی تاک چوڑی ہے یا آپ کی آنکھیں اندر کی جانب ہیں ساتھ ساتھ گالوں کی ہڈیاں کافی بڑی ہیں اور یہ ریس گلے سے مشابہت رکھتے ہیں۔

میک اپ سے واضح کریں
یہ خرابیاں اس وقت واضح ہو کر سامنے آتی ہیں جب پریکٹس آپ کا حوصلہ ہوتا ہے اور آپ ان خرابیوں کو میک اپ کے ذریعے چھپا سکتی ہیں۔ آپ میک اپ کے ذریعے چیزوں کو ہائی لائٹ یا چہرے کی خامیوں کو چھپا سکتے ہیں۔

میک اپ آرٹسٹ کے مطابق میک اپ کا اہم فائدہ یہ ہے کہ آپ اپنے بہترین پیکرز کو مد نظر رکھیں۔ بہت سی عورتوں کے بڑے گال ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ہمارے پاس بڑی خوبصورت آنکھیں اور بھوئیں ہیں۔ وہ مشورہ دیتی ہیں کہ ہم انہیں کا مل کے ذریعہ سنوارتے ہیں۔

آپ کی بھوئیں گالوں اور جڑے کو متوازن رکھتی ہیں اگر آپ کی بھوئیں نیچی ہیں فوراً توجہ آپ کے گالوں کی جانب جانی ہے، بالوں کا انداز آپ کے چہرے کو نمایاں کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

پیشانی سے بالوں کو اس طرح کاٹنا کہ وہ ماتھے پر لگیں، آپ کو چونک کر لگ دیتا ہے۔ یہ اعزاز ان لوگوں کے لیے بہترین ہے جن کا چہرہ ایکٹو ہے اور خصوصاً گول چہرے والوں کے لیے یہ زیادہ اچھا نہیں رہتا ہے۔

مناسبت سے ہو اور ایک ہموار سطح بنائیں جب ایک قدرتی ہیں بن جائے تو آپ کا چہرہ اب ٹیک اپ کے لیے تیار ہے۔

دوسرے مرحلے میں اپنے چہرے کو چانچنے اور اس کے مطابق چیزوں کو پانی لائن یا کنٹور رکریں۔

تیسرا مرحلہ بشر کا آنا ہے جس کا انتخاب بھی اپنے چہرے کی رنگت کے حساب سے کریں اور اسے اپنے کپڑوں سے ملانے کی کوشش نہ کریں۔

ہونٹوں کے لیے رنگوں کا انتخاب کپڑوں کے لحاظ سے کر سکتے ہیں مگر اس میں بھی جلدی رنگت کا خیال رکھیں۔ رنگوں کے انتخاب کے ساتھ ایسی مصنوعات کا بھی انتخاب کریں جو رنگوں کی مناسبت سے ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کی ہونٹوں کا رنگ آپ کے بالوں کے رنگ سے مناسبت رکھنا چاہیے۔

اپنے چہرے کی صاف ستھاری دیکھیں

سب سے پہلے آپ اپنے چہرے کی صفات کا جائزہ لیں اس بات کا جائزہ لیجئے ہوئے اپنے چہرے پر سے بالوں کو دور رکھیں اور اپنے چہرے کے نمایاں حصوں کو شیشے میں دیکھیں۔

سات بنیادی چہرے کی صاف ستھاری ہوتی ہیں۔

(۱) بیضی (۲) گول (۳) لمبا (۴) چوکور (۵) دل کی شکل کا (۶) ناشپاتی کی شکل (۷) مستطیل

(۱) بیضی چہرہ یہ سب سے آئینہ ملی صاف ستھاری جاتی ہے۔

(۲) گول چہرہ اس کو پتلا بنانے کی ضرورت ہے۔ چہروں کی سائیزوں پر شینہ استعمال کریں۔ تریخے انداز میں کانوں کے درمیان سے گالوں تک شینہ لگائیں۔ یہ لمبائی کا تاثر دیتا ہے۔ گالوں کے اوپر شینہ دلا جائے اور ایسے بال بنائیں جو کہ چہرے کے سائیز پر ہوں۔

(۳) لمبا چہرہ غور سے شینہ کیا جاتا ہے جس سے چہرے کی لمبائی کم ہو جاتی ہے۔ آپ بشر کو گالوں پر

لگائیں کہ چہرہ گول لگے۔ سائیزوں سے چہرے پر لگائیں اس طرح چہرے کی چوڑائی میں اضافہ ہوگا۔

(۴) چوکور چہرہ: چہرے کو شینہ کریں اس طرح پتلا گولائی کا تاثر دیتا ہے۔

(۵) دل کی شکل کا چہرہ: اس قسم کے چہرے پر گالوں پر بشر لگائیں۔ اس قسم کے چہرے پر زیادہ شینہ رنگ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے سوائے ماتھے کے کناروں سے تا گت تک۔

(۶) ناشپاتی کی شکل کا چہرہ: یہ دل کی شکل کے چہرے کی ضد ہے یہ نیچے سے چوڑا اور اوپر سے پتلا ہوتا ہے ایسے طریقے استعمال کریں جو اس کی چوڑائی میں اضافہ کریں۔

(۷) مستطیل چہرہ: اس کو چہرے کے کناروں سے شینہ کریں اور چہرے تک لائیں تاکہ چہرے میں بیضوی تاثر شامل ہو جائے۔

آپ کی ناک کیسی ہے

بعض اوقات ناک آپ کے لیے سب سے زیادہ صاف ستھاری کرتی ہے ناک کی کنٹورنگ کے ذریعے چہرے کو متوازن کیا جاسکتا ہے۔

اگر آپ کی ناک ناک سے تو ناک کے درمیان سے نیچے کی جانب جلی لائن بنیں اور اسے پتلا کرنے کے لیے اپنی جلدی رنگت کی مناسبت سے گہرے رنگ لیں۔ ناک کے کنارے کو شینہ کریں اور پھر ہلکے رنگ کی مدد سے ناک کے درمیانی حصے کو شینہ کریں اور پلینڈ کریں۔ اگر آپ کی ناک چھوٹی ہے تو اسے بڑا دکھانے کے لیے گہرے رنگ سے ناک کے درمیانی حصے کو شینہ کریں اور ناک کے کناروں کو ہلکے رنگوں سے شینہ کریں۔ اگر آپ کی ناک لمبی ہے تو گہرے رنگ کو ناک کی نوک پر لگائیں جو کہ دونوں اعضاء کے درمیان کا حصہ ہوتا ہے۔

☆.....☆.....☆